راہِ یار تیری بارشیں

کبریٰ نوید

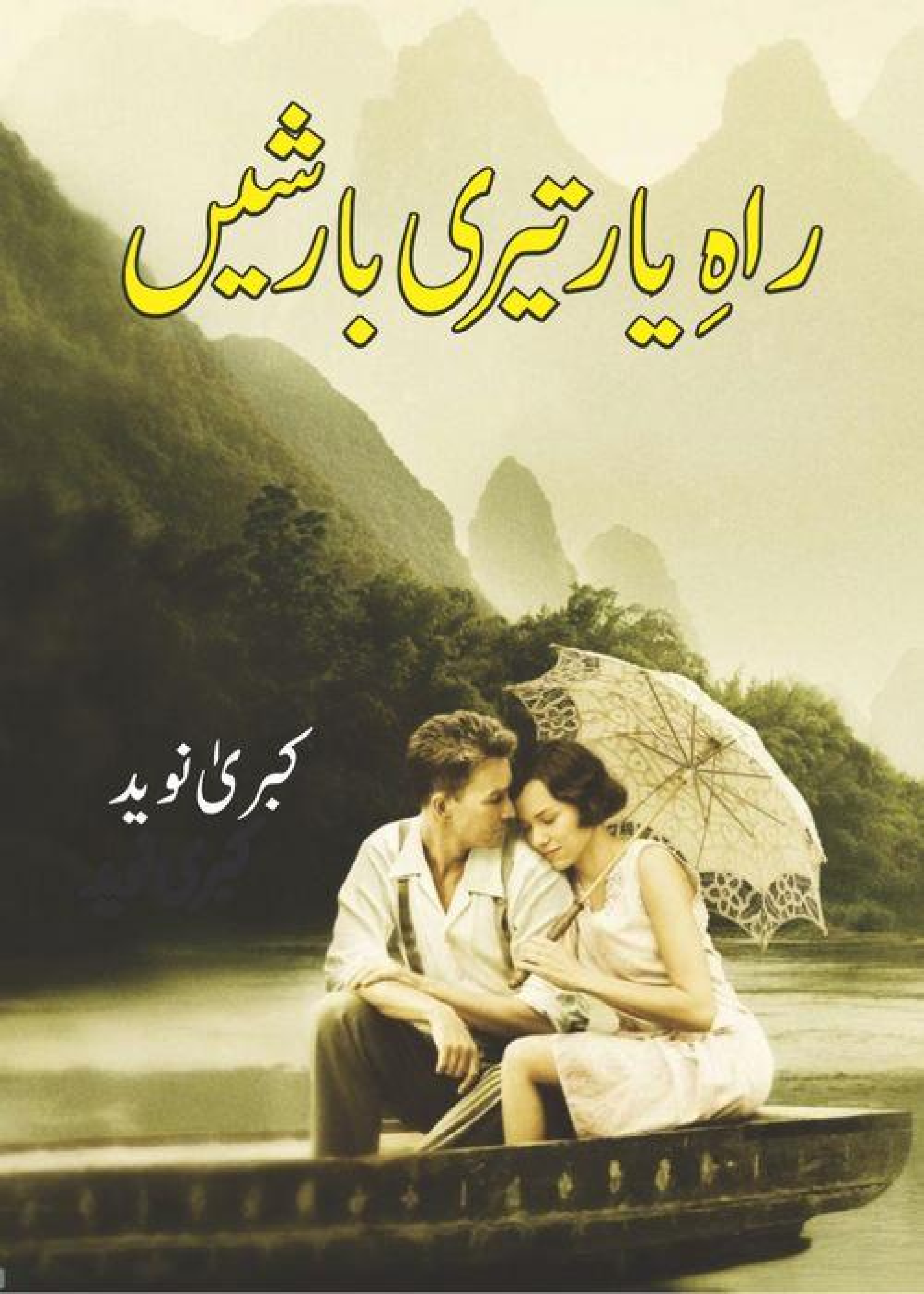

ناول

کبریٰ نوید

راہِ یار تیری بارشیں

رات کے 2 بجے اسکی آنکھ اچانک ہی کھل گئی تھی ... اسے اپنے دل پر عجیب سا بوجھ محسوس ہونے لگا تھا... ... وہ شرٹ اور ٹراوزر میں ملبوس تھا... پاؤں میں جوتا پہن کر وہ باہر لان میں آ گیا... دسمبر کی یخ بستہ رات کی پرواہ کیے بغیر وہ تیزی سے لان میں ٹہلنے لگا...... چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا... ہوا میں خنکی حد سے زیادہ تھی مگر اس کا تو اپنا آپ سلگ رہا تھا... ماضی ایک بار پھر اسکو یاد آ گیا تھا اور وہ ایک بار پھر اپنی بے بسی پر تڑپ گیا تھا... سب کچھ اسکے اختیار میں ہوتے ہوئے بھی نہیں تھا... وہ جل رہا تھا... اسکی یادوں کی آگ نے اسکو جلا دیا تھا... وہ کیا تھی... جو اتنے سالوں بعد بھی اسکو اپنی یادوں کے ساتھ باندھے ہوئے تھی...

وہ لان میں بنے بینچ پر بیٹھ گیا...

انسان بھی کیا چیز ہے جب کوئی خاص شخص اپنی محبت اسکی جھولی میں ڈال رہا ہوتا ہے... اپنے پاکیزہ جذبے اس پر نچھاور کر رہا ہوتا ہے... اپنی سانس سانس اسکے نام کر رہا ہوتا ہے تب اسکی محبت کو مجبوری کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے خود بھی ساری زندگی پچھتاتا ہے اور اس محبت کرنے والے کو بھی عمر بھر کا روگ دے دیتا ہے... وہ مسلسل سوچ رہا تھا...... یک دم ہی اسکی معصوم سی صورت اسکی آنکھوں کے سامنے آئی تھی... اور وہ پہلو بدل کر رہ گیا..

میں کہاں سے تمہیں ڈھونڈ کر لاؤں... کیسے تمہیں بتاؤں کہ میں بھی اس تکلیف سے گزر رہا ہوں جس سے کبھی تم گزری تھی... مجھے احساس ہو گیا تمہاری تکلیف کا... اگر تم مجھے احساس دلانے کے لئے اتنے عرصے سے دور ہو تو لوٹ آؤ.. اسکی آنکھیں بھرا گئیں تھیں...

اس نے آسمان کی طرف نگاہ کی۔۔اے چاند وہ تجھے اور تو اسکو دیکھ سکتا ہے... تو ہی بتا وہ کہاں ہے کیسی ہے وہ آنکھیں کیسے امید سے اسکو تکتی تھیں جیسے کہہ رہی ہوں کے ایک دن تم بھی سدھر جاؤ گے... اور آج جب وہ سدھر گیا تھا تو وہ اسکی دسترس سے بہت دور تھی.. وہ سگریٹ کے کش پے کش لگا رہا تھا. ساری رات اس نے جاگ کر گزاری تھی...

☆......☆......☆

بادلوں کی گرج سے وہ ڈر کر اٹھ بیٹھی تھی......آج عجیب ہی خواب دیکھا اس نے... پتھریلے راستوں پر وہ بھاگ رہی تھی پتھر اسکے پاؤں کو زخمی کر رہے تھے وہ اچانک ٹھوکر لگنے سے بری طرح گرنے والی تھی... جب اسے کوئی ان دیکھی قوت اپنی طرف کھینچ لیتی ہے... اور اسکو کسی خوبصورت باغیچے میں چھوڑ دیتی ہے.. وہ نظر اٹھا کر دیکھتی ہے تو آسمان پر چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے......اتنے میں بادل کے گرجنے سے اسکی آنکھ کھل گئی... سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھا کر پیا تب جا کر وہ اپنے حواس بحال کر پائی تھی..

بادل زور سے گرجا اور ٹپ ٹپ کی آواز آنے لگی... وہ جلدی سے اٹھی صحن سے دھلے کپڑے اتار کر برآمدے میں رکھے... چیزیں سمیٹ کر وہ برستی بارش کو دیکھنے لگی جو آہستہ آہستہ موسلا دھار بارش کا روپ دھار چکی تھی......وہ جلدی میں باہر آئی شال تک لینا بھول گئی تھی... سردی کی لہر اسکے پورے جسم میں دوڑ گئی......وہ اندر جاتے جاتے پھر مڑی ...اور برستی بارش میں ہتھیلی پھیلا کر وہ برستی بوندوں کو مٹھی میں قید کر رہی تھی... ایک بات کہوں... وہ پر شوق نظروں سے اسکی ہتھیلیوں کو دیکھ رہا تھا...

ہم کہو... وہ برستی بوندوں کو مٹھی میں قید کر رہی تھی...

بارش کی یہ برستی بوندیں بہت باغی ہوتی ہیں جتنے پیار سے بھی انکو قید کرنے کی کوشش کرو یہ پھسل جاتیں ہیں ...وہ بھی لاشعوری طور پر اسکی حرکت دوہرا رہا تھا...وہ اسکو کہنا چاہتی تھی تم بھی تو باغی ہو... جتنی مرضی کوشش کر

لوں تم میرے نہیں بنتے ...

یکدم بجلی زور سے چمکی تو وہ دوبارہ ہوش میں آئی ... گھر میں اندھیرا چھا گیا تھا...

حبا... حبا... کدھر ہو یار......شاہ میر کی آواز پے وہ اندر کمرے میں آئی...

ایمرجنسی لائٹ آن کر کے وہ بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی... سردی اسکے پورے جسم میں سرایت کر گئی تھی......

کدھر تھی یار اور بارش کب شروع ہوئی... وہ سردی کی شدت کو دیکھتے ہوئے حبا کے اوپر کمبل دینے لگا...

کچھ دیر پہلے ... میں چیزیں سمیٹنے گئی تھی ... وہ مختصر جواب دے کر اچھی طرح کمبل لپیٹنے لگی...

کیا ضرورت تھی اتنی سردی میں باہر جانے کی ۔۔۔ ہاتھ دیکھو کیسے ٹھنڈے ہوئے پڑے ہیں ... شاہ میر نے اسکے ٹھنڈے نرم ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا... وہ بار بار اس عمل کو دوہرا رہا تھا تا کہ اسکے ہاتھوں کی ٹھنڈک کم کر سکے...

شاہ میر......حبا نے غور سے شاہ میر کو دیکھ کر پکارا...

ہمم... وہ لیٹ چکا تھا

آ پکو مجھ سے محبت ہے؟ نا جانے کیسے اس کے منہ سے یہ سوال نکلا تھا

بہت دلچسپ سوال پوچھا.. حبا کون نامراد ہوگا جس کو اپنی بیوی سے محبت نا ہو...

اور وہ بھی تم جیسی خوبصورت بیوی سے ... شاہ میر نے کہنی پر اپنا سر ٹکا کر اسکو دیکھا...

مطلب آ پکو میری خوبصورتی سے پیار ہے...؟ حبا عظیم نے پھر سوال کیا

میری جان خوبصورتی سے کس کو پیار نہیں ہوتا... مجھے بھی ہے... تمھاری اس سنہری پیشانی سے ... تمھاری ان مخروطی انگلیوں سے ... تمھاری شفاف رنگت سے ... لیکن یہ بھی سچ ہے کے جس طرح تم مشکل وقت میں میرا ساتھ دے رہی ہو تمھاری محبت میرے دل میں بڑھتی جا رہی ہے... وہ محبت سے کہہ رہا تھا...

اور وہ چپ چاپ سن رہی تھی...

حبا ایک بات پوچھوں؟؟ اب سوال شاہ میر نے کیا

جی پوچھیں......وہ بھی اسکی طرف رخ کر کے لیٹ گئی...

کیا تمہیں مجھ سے محبت ہوئی ؟ شادی سے پہلے تو نہیں تھی... وہ مسکرایا تھا

آپکو کیا لگتا ہے... کیا میری وفا میں کوئی کمی دیکھی آج تک ؟؟؟ حبا نے اسکی آنکھوں میں دیکھا

تم اتنی اچھی ہو حبا کے کبھی کبھی میں سوچتا ہوں تم اتنی اچھی کیوں ہو...

تم اتنی خوبصورت ہو کے ڈر سا لگتا ہے کہیں تمہیں کھو نا دوں...

تمہارے وجود کو چلتے پھرتے اپنے گھر میں دیکھتا ہوں تو اپنی خوش قسمتی پر یقین نہیں ہوتا... لیکن حبا عظیم جب تمہاری ان گہری چمکدار شفاف آنکھوں میں دیکھتا ہوں تو سوائے خاموشی کے کوئی عکس کوئی رنگ نظر نہیں آتا ... ایک عجیب سی خاموشی ہے ان آنکھوں میں جو مجھے بے چین کرتی ہے... اور پھر میرے دل میں خیال گزرتا ہے کے شاید تم میرے ساتھ خوش نہیں... یا میری محبت ابھی اس مقام پر نہیں پہنچی کہ تمہاری آنکھوں میں میرے عکس نظر آئیں... وہ مسلسل اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا... اور وہ آنکھیں چرا گئی تھی...

یہ بس ان ناولز کا اثر ہے جو آپ نے حفظ کیے ہوئے ہیں ورنہ ایسا کچھ بھی نہیں ......وہ مسکرا کر بولی ... اللہ نے مجھے آپکے ساتھ جس بندھن میں باندھا ہے یہ تو اٹوٹ ہے... میں ساری زندگی کے لئے آپکے نام لکھ دی گئی ہوں... اور میں اس رشتے کو دل و جان سے نبھا رہی ہوں بے فکر رہیں...

وہ پیار سے کہہ کر آنکھیں بند کر گئی...

او کے میری جان کہتی ہو تو مان لیتے ہیں... شاہ میر بھی رخ بدل کر لیٹ گیا...

اور حبا عظیم نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں کھولیں اور پھر موند لیں......

باہر بارش زوروں سے برس رہی تھی اور حبا عظیم کا ذہن اپنے دیکھے خواب میں الجھ گیا تھا...

☆......☆......☆

مجتبی ... اٹھ جاؤ بیٹا دن کے 11 بج رہے ہیں... صبیحہ بیگم کمرے میں آئیں... وال سائز گلاس ونڈو سے دبیز پردے ہٹائی تو چھن سے دھوپ کی کرنیں کمرے میں داخل ہوئیں...

امی مجھے ابھی سونا ہے پلیز... فار گاڈ سیک یہ پردے آگے کریں......وہ سنہری دھوپ کو کمرے میں آتا دیکھ کر چڑ سا گیا تھا......

مجتبی بیٹا رومان کا فون آیا تھا... تم نے آج اسلام آباد جانا تھا؟؟؟

صبیحہ بیگم اب ٹیبل پر پڑی چائے بنا رہی تھیں... وہ صبح کا ناشتہ اپنے کمرے میں ہی کرتا تھا...

اوہ... مجتبی جلدی سے اٹھ کر واڈروب سے کپڑے نکال کر فریش ہونے چلا گیا...

صبیحہ بیگم اسکا بیڈ ٹھیک کرنے لگیں... سائیڈ ٹیبل پر پڑے ایش ٹرے میں سگریٹوں کے ڈھیر دیکھ کر وہ آہ بھر کر رہ گئیں.

ملازمہ کو آواز دے کر کمرے میں ہی مجتبی کا ناشتہ لگوا کر وہ خود باہر لان میں آکر بیٹھ گئیں......

گاڑی کے ہارن پے چوکیدار نے دروازہ کھولا تو ارحم گاڑی اندر پارک کرنے لگا...

وہ گاڑی سے نکل کر سیدھا صبیحہ بیگم کے پاس آیا...

السلام وعلیکم امی ...وہ پیار سے سلام کر کے ان کے پاس ہی چیئر پر بیٹھ گیا... وعلیکم اسلام... ارحم آج اتنی جلدی کیسے آگئے... صبیحہ بیگم نے اپنے چھوٹے بیٹے کو پیار سے دیکھا...

جی امی یونیورسٹی میں آج بورنگ سا فنکشن تھا دل نہیں لگا تو گھر آگیا......

وہ بتا کر ٹیبل پے پڑی اخبار اٹھا کے دیکھنے لگا...

ہاں رومان سوری یار بس میں نکل رہا ہوں.. اوکے... وہ فون پر بات کرتا کرتا انکے پاس آگیا...

بھائی کدھر کی تیاری ہے... ارحم مجتبی کو عجلت میں دیکھ کر بولا...

اسلام آباد جا رہا ہے... رفیہ وہ سامان صاحب کی گاڑی میں رکھوا دو .. صبیحہ بیگم نے ملازمہ کو آواز دی ..

کونسا سامان امی میں وہاں کام سے جا رہا ہوں... مجتبی سمجھ گیا تھا کے اب صبیحہ بیگم اپنی بہن اور بھانجی کے لیا ڈھیروں تحائف ساتھ بھجوائیں گی...

مجتبی تم نے کونسا خود اٹھا کر لے جانے ہیں.. اور ہاں نجمہ کو فون کر دیا وہ تمہارا انتظار کر رہی ہے لازمی جانا ادھر... صبیحہ بیگم اسکو ہدایت دے رہی تھیں اور وہ منہ بناتا اپنی گاڑی نکالنے لگا...

امی آپ بھی بھائی کو کیوں فورس کرتی ہیں وہ کسی کام سے جا رہے ہوں گے... ارحم سے اپنے بھائی کا خراب موڈ برداشت نہیں ہوا تھا...

بیٹا وہ وہاں رومان کے پاس جا رہا تو کیا اچھا لگے گا کے خالہ کے بیٹے سے مل آئے اور خالہ سے نا ملے... ویسے بھی وہ فیملی سے بہت کٹ آف رہنے لگا ہے... گھر کا بڑا ہے تھوڑا انوالو ہونا چاہئے اسکو... صبیحہ بیگم کہہ کر اندر چلی گئیں... اور ارحم کندھے اچکا کر اخبار پڑھنے لگا...

☆......☆......☆

وہ گھر آیا تو حبا کچن میں کھانا بنا رہی تھی وہ سیدھا ادھر ہی آ گیا...

السلام وعلیکم... اس نے حبا کے کان میں کہا وہ ڈر کے مڑی تھی...

اور پھر سنجیدگی سے سلام کا جواب دے کر کھانا بنانے لگی...

شاہ میر نے نوٹ کیا اسکا چہرہ اترا ہوا تھا... روئی روئی سی آنکھیں... اور سرخ ناک... وہ بے چین ہوا تھا...

حبا ادھر دیکھو... شاہ میر نے اسکا رخ اپنی طرف موڑا تھا

شاہ میر میں کھانا بنا رہی ہوں... وہ دوبارہ رخ موڑ گئی......

کھانا بنتا رہے گا... ادھر دیکھو... شاہ میر نے اسکا چہرہ اوپر کیا تھا... وہ واقعی پریشان ہو گیا تھا...

بتاؤ کیا ہوا... حبا کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کے پھسلا تھا.. شاہ میر کو ایسا لگا جیسے یہ آنسو اس کے دل پے گرا ہو... اس نے نرمی سے اپنی انگلیوں کے پوروں سے اسکے آنسو چنے تھے...

حبا میری جان رو نہیں پلیز بتاؤ کیا ہوا... وہ واقعی تڑپ گیا تھا...

بیوی سے فرصت مل گئی ہو تو ایک نظر اس بل شریف پر بھی ڈال لو... تمہاری بیوی جب سے اس گھر میں آئی ہے بل دن بہ دن بڑھتا ہی جا رہا ہے.. سارا دن ٹی وی لگائے کمرے میں پڑی رہتی ہے......ایک ہانڈی روٹی کر کے میاں کے سامنے بیچاری بن جاتی ہے... عارفہ بی بی بول رہی تھیں یا زہر اگل رہی تھیں.. شاہ میر ساری بات سمجھ گیا تھا... وہ حبا کے آنسو پونچھ کے اسکا گال تھپتھپا کے باہر نکل گیا تھا...

اور حبا کے آنسوؤں میں اور شدت آ گئی تھی... وہ جانتی تھی اب بہت بڑا تماشا لگنے والا ہے... جسکی ذمہ دار صرف اور صرف وہ ٹھہرائی جائے گا......

☆......☆......☆

نوال نوال...... نجمہ بیگم کی آواز پر وہ اپنی بکس سنبھال کر باہر آ گئی...

یس ماما......وہ خوش دلی سے انکے پاس صوفے پر آ کر بیٹھ گئی...

بیٹا کبھی کتابوں سے باہر نکل آیا کرو... تم لڑکی ہو کوئی گھر داری کی طرف بھی دھیان دو... نجمہ بیگم نے اسکو پیار سے کہا تھا...

ٹھیک ہے ماما جیسے آپ کہیں... مگر بس یہ لاسٹ سمسٹر ختم ہونے دیں اسکے بعد جو آپ کہیں گے کروں گی ...وہ محبت سے ان کے گرد بازوں پھیلا کر بولی...

او کے میرا بچہ.. آج مجتبیٰ آ رہا ہے... کھانے کا تم خود اہتمام کرنا... ملازمہ کے ہاتھ کا کھانا وہ نہیں کھاتا ... ٹھیک ہے نا...انہوں نے نوال کو ہدایت دی...

کیا واقعی... آج وہ گھر کیسے آ رہے ہیں... پچھلے ایک سال میں کئی بار اسلام آباد آئے مگر گھر کے باہر سے ہی چلے گئے... نوال واقعی حیران تھی کے مجتبیٰ گھر کیسے آ رہا... وہ تو بس نوال کے بھائی رومان کے لیے آتا ورنہ وہ شروع سے ہی کسی رشتہ دار کے گھر نہیں جاتا تھا...

آج بھی کہاں آنا تھا اس نے صبیحہ سے بات ہوئی تو اسکو بولا میں نے کہ اسے یہاں آنے کو بولے.. اپنا گھر ہے اسکا... اور سچ میں نوال اسکو دیکھتی ہوں تو جمال کی صورت سامنے آ جاتی ہے۔ مجتبیٰ بالکل تمھارے چچا جمال کی کاپی ہے۔اللہ جنت نصیب کرے وہ بھی مجتبیٰ کی طرح موڈی تھا... نجمہ بیگم بڑی محبت سے اسکو بتا رہی تھیں..

ہمم بس اسلیے مجتبیٰ بھی اپنے پاپا پے گئے ہیں... نوال مسکرائی تھی..

ہاں بس تم کھانا اسکی پسند کا بنانا... دن کو تو وہ سیدھا رومان کے آفس جائے گا رات کو گھر آئے گا... نجمہ بیگم کہہ کر ڈرائیور کے ساتھ مارکیٹ چلی گئیں...

اور نوال وہیں بیٹھی بیٹھی سوچ میں گم ہو گئی...

ماما میں آپکو کیسے بتاؤں کہ آپکی اس خبر نے مجھے کتنی خوشی دی ہے... یہ دل تو ہر روز مجتبیٰ جمال کے آنے کی دعائیں مانگتا ہے... ان کو دیکھنے کو میری آنکھیں بیتاب ہیں سننے کو سماعتیں ترس رہی ہیں... مگر وہ اتنے بے رحم ہیں کے اپنی شکل تک نہیں دکھاتے۔۔۔اور انکی یہ بے رحمی مجھے دن بہ دن ان کے قریب کر رہی ہے... نا جانے

کب سے مجتبیٰ جمال کی محبت میرے دل میں کنڈلی مارے بیٹھی ہے... مگراب یہ محبت دیدار مانگتی ہے... وصل مانگتی ہے... تمہاری الفت کی نظر مانگتی ہے.. کاش آپ پر اپنے جذبے عیاں کرنے کی ہمت ہوتی تو آپکو بھی علم ہوتا کے جس لڑکی سے آپ بالکل بے خبر ہیں آپ اس کے لئے کیا ہیں... وہ دل ہی دل میں اس اکھڑ مزاج کزن کو سوچ کر مسکرادی......

☆......☆......☆

امی بس بھی کریں اب... یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے جتنا آپ اسکو طول دے رہی ہیں... وہ انتہائی کوفت سے بولا تھا۔ پچھلے ایک گھنٹے سے وہ عارفہ بی بی کی تقریر سن رہا تھا... اب اسکا ضبط جواب دے رہا تھا۔

ہاں بھئی تمہیں اپنی کمائی اجاڑنے کا شوق جو ہو گیا ہے... ہر وقت اس کے ناز نخرے اٹھانے میں آدھی کمائی تو تم ویسے ہی ضائع کر دیتے ہو...... دیکھو شاہ میر تم اسکو اپنے گھر تو لے آئے شادی کر کے مگر میں اسکو اس گھر پر راج نہیں کرنے دے سکتی... عارفہ بی بی حتمی لہجے میں بولیں...

امی کس بات کی خار ہے آپکو حبا سے... آپکا اپنا خون ہے وہ آپ کے سگے بھائی کی اکلوتی اولاد ہے... بہو تسلیم نہیں کرنا تو نا کریں کم از کم بھتیجی ہی سمجھ کر اسکا احساس کر لیا کریں... وہ بہت آرام سے اپنی ماں کو سمجھا رہا تھا.

نا بھئی نا... نا اسکی ماں ہماری بنی تھی اور نا اسکو میں کبھی اپنا سمجھ سکتی ہوں.. ماں نے ہمارا بھائی چھین لیا تھا اب بیٹی میرا بیٹا جدا کرنے آ گئی... عارفہ بی بی غمزدہ لہجے میں بولیں...

شاہ میر سر پکڑ کے بیٹھ گیا تھا... امی ایسے تو پھر کام نہیں چلے گا...

کیوں نہیں چلے گا بھائی تم کیا چاہتے ہو ہم اس مہارانی کو سر پے بٹھا لیں . وہ جو کرے جیسے کرے کرنے دیں... گرمیوں میں سارا دن پنکھا چلتا رہا... اب ہر وقت ٹی وی... واہ بھئی ایسی بھگوڑیوں کے صحیح عیش ہوتے ہیں... مریم نے بھی عارفہ بی بی کا ساتھ دیا...

مریم تم چپ رہو... اور ٹھیک ہے آپ لوگوں نے اسی طریقے سے چلنا ہے تو ٹھیک ہے مگر آج کے بعد آپ میں سے کوئی بھی حبا کو کچھ نا کہے... وہ چاہے ٹی وی لگائے چاہے پنکھا... آپکو اعتراض نہیں ہونا چاہئے... اس گھر کے اخراجات میں برداشت کر رہا ہوں میری بیوی کو بھی پورا حق ہے اپنی مرضی سے جینے کا... امید ہے آپ

دونوں کو سمجھ آ گئی ہو گی... وہ مریم کی بات پر طیش میں آ گیا تھا مگر بہت تسلی سے اس نے ماں بہن کو جواب دیا تھا..

مریم کچھ بولنے ہی والی تھی جب عارفہ بی بی نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا... وہ بیٹے کے غصّے سے بہت اچھے سے واقف تھی...

شاہ میر کہہ کر گھر سے باہر چلا گیا تھا...

امی کیوں روکا آپ نے دیکھا کیسے مینا کا طوطا بنا ہوا ہے... مجھے بولنے دیتیں آپ... مریم کا دل بہت برا ہوا تھا...

پگلی جب کماؤں بیٹے منہ زور ہو جائیں تو کبھی کبھی خاموش ہونا پڑتا ہے... عارفہ بی بی چالاکی سے بولی...

تو کیا حبا کا غلام بنا دیکھتے رہیں اسکو... مریم کے لہجے میں حبا کے لئے نفرت تھی...

نہیں بالکل نہیں شاہ میر کی لگام کسی اور طریقے سے کھینچنی ہو گی... عارفہ بی بی پر سوچ لہجے میں بولی......

☆......☆......☆

اسلام آباد کی حدود میں داخل ہوتے ہی گہرے سیاہ بادلوں نے اسکا استقبال کیا تھا..

وہ جیسے جیسے اسلام آباد کی سڑکوں پر گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا ویسے ویسے اسکے اندر ایک عجیب سی بے کلی طاری ہو رہی تھی...

مجتبیٰ کو اسلام آباد پہنچتے پہنچتے شام ہو گئی تھی... وہ سیدھا رومان کے آفس ہی گیا تھا...

السلام و علیکم... رومان اسے دیکھتے ہی بڑی گرم جوشی سے گلے لگا کر ملا تھا...

وعلیکم سلام... کیسے ہو وکیل صاحب... مجتبیٰ نے بھی اتنی ہی گرم جوشی سے جواب دیا تھا...

رومان مجتبیٰ سے کوئی 5 سال بڑا تھا مگر دونوں میں خوب یارانہ تھا.. وہ دونوں بچپن سے ایک دوسرے کے پکے دوست تھے......

رومان نے فوراً ہی چائے منگوائی تھی...

اور سناؤ کیسا جا رہا تمہارا بزنس... سنا ہے خوب ترقی ہو رہی آج کل... رومان نے خوش دلی سے کہا...

بس یار دعا ہے تمہاری... اور تم سناؤ وکالت کیسی جا رہی پچھلے دنوں رمیز کا کیس جس طرح تم نے ہینڈل کیا

...امیزنگ یار مزہ آ گیا... مجتبیٰ نے آفس بوائے سے چائے کا کپ پکڑتے ہوئے کہا...

بس دیکھ لو مجتبیٰ جمال ایک تمہیں ہی اپنے کزن کی قدر نہیں... رومان نے مصنوئی فخر سے اپنا کالر اونچا کیا تھا

ہاہا کیا خوب کہا ڈیئر کزن قدر نا ہوتی تو ہر مہینے آپکے دیدار کو نا آتے آپکے پاس... وہ رومان کی بات سے خوب محظوظ ہوا تھا...

واہ کمال کے ایکٹر ہو تم... چلو پھر باقی باتیں گھر چل کر کرتے ہیں ماما تمہارا ویٹ کر رہی ہیں... رومان نے اپنی فائلز سمیٹتے ہوئے کہا...

یار گھر بھی چلیں گے پہلے تم میرے ساتھ چلو گے......مجتبیٰ بھی ٹیبل پر پڑا اپنا سیل فون اور گاڑی کی چابی اٹھا کے کھڑا ہو گیا...

کدھر چلنا ہے... رومان نے مشکوک نظروں سے مجتبیٰ کو دیکھا...

تم جانتے ہو رومان... اب کی بار مجتبیٰ نے سنجیدگی سے جواب دیا

ناٹ اگین مجتبیٰ... رومان نے خفگی سے مجتبیٰ کو دیکھا...

جتنا کہا اتنا کرو... گاڑی میں نیچے پارکنگ میں کھڑی کر رہا ہوں تمہاری گاڑی پر چلیں گے... میں نیچے انتظار کر رہا ہوں جلدی آؤ.. مجتبیٰ کہہ کر یہ جا وہ جا ہو گیا... اور رومان سر ہلا کر اسکے پیچھے چل پڑا.. یہ نہیں سدھر سکتا ...وہ بس سوچ کہ رہ گیا

☆......☆......☆

آفس سے نکلتے ہی بارش شروع ہو گئی تھی......رومان سنجیدگی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا اور مجتبیٰ فرنٹ سیٹ پر رومان کی سیٹ کی بیک پر بازوں ٹکائے بیٹھا تھا...

مجتبیٰ آخر کب تک اس کو ڈھونڈو گے ...2 سال میں اسکا کچھ پتا نہیں چلا اب کیسے چلے گا...

امید پے دنیا قائم ہے... مجتبیٰ نے مختصر جواب دیا تھا...

تم جس موڑ پر اسکو تنہا چھوڑ کر گئے تب اسے تمہاری ضرورت تھی... جب ایسے دیوانوں کی طرح اسکو ڈھونڈنا تھا تو چھوڑا کیوں؟ رومان بری طرح الجھا ہوا تھا...

رومان پلیز اس وقت کچھ مت پوچھو پلیز... مجتبیٰ نے زبان کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے بھی ریکویسٹ کی تھی...

اور رومان اسکو بے بسی سے دیکھ کر رہ گیا...

بارش جوں جوں تیز ہو رہی تھی... وہ مخصوص ایریا میں داخل ہو گئے تھے...

بارش کا پانی پانی چھم چھم برس رہا تھا...

اسلام آباد کی سڑکیں کچھ بارش کے پانی اور کچھ سٹریٹ لائٹس کی مدھم روشنی سے چمک رہی تھیں.. سردی کی شدت میں اضافہ ہو گیا تھا... وہ ہر چیز کو دیکھ رہا تھا اور بہت غور سے دیکھ رہا تھا... اس کے اندر عجیب گھٹن کا احساس جاگا تھا... جیسے ہی اس نے ونڈو کا شیشہ نیچے کیا اسے لگا سرد ہوا کے جھونکے کے ساتھ اسکی خوشبو بھی اسکے اندر بکھر گئی ہو...

سنو تمہیں سردی نہیں لگتی... وہ دونوں ہاتھ ملتا ہوا اس کے پیچھے چل رہا تھا...

لگتی ہے... وہ مسکراتے ہوئے اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی ..

تو تمہیں کہا بھی تھا کے گاڑی میں بیٹھ کر بات کر لیا کرو... مگر تمہیں ہی اتنی سردی میں مٹر گشت کرنے کا شوق ہے... وہ چڑ کر بولا تھا.

مجھے تمہارے ساتھ چلنا اچھا لگتا ہے... وہ مسکرا کر پھر چلنے لگی تھی...

اچھا... کیوں اچھا لگتا ہے... وہ بھی اسکے سامنے آ کھڑا ہوا تھا.. اب وہ اسے کرید رہا تھا...

اسلئے کے جب میں نہیں ہوں گی تو یہ سردی... یہ رات... یہ ہوا... یہ رستے تمہیں میری یاد دلائیں گے...

تم جب بھی سرد راتوں میں یہاں سے گزرو گے تو مجھے یاد کرو گے... وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی بول رہی تھی...

مجتبیٰ اسکو مبہوت سا دیکھ رہا تھا... کتنی چمک تھی اسکی آنکھوں میں...

یکدم گاڑی کی بریک لگنے پر وہ ہوش میں آیا... رومان نے گویا اسکو ہوش میں لانے کے لئے ہی اشارے پر زوردار قسم کی بریک لگائی تھی.

وہ کن انکھیوں سے مجتبیٰ کو دیکھ رہا تھا...

تو تم نے یہ بات بھی ٹھیک کہی تھی... تم مجھے یاد آرہی ہو . تم یہاں نا ہو کر بھی مجھے محسوس ہو رہی ہو...

بارش کی شدت میں اضافہ ہوا تھا...

راہ یار تیری بارشیں

مجھے یوں

ستا رہی ہیں

کہہ رہیں ہیں

تیرا یار تجھ سے

خفا خفا

تیری عادتوں سے

جدا جدا

تجھے دیکھنا نہیں چاہتا

تجھے موڑنا نہیں چاہتا

دل اپنا ایک بار کو پھر

وہ توڑنا نہیں چاہتا...

میرے یار تیرے فراق میں

میری جان نکل رہی ہے

میرے یار تیری تلاش میں

میری زیست تڑپ رہی ہے

آواز دے کے ہم کو

وہ پھر بلا رہی ہیں

راہ یار تیری بارشیں

مجھکو ستا رہی ہیں...

وہ ایک بار پھر اس کے گھر کے باہر کھڑا تھا...... سیاہ سرد برستی رات میں......

☆......☆......☆

وہ مجتبیٰ کی پسند کی چانپیں روسٹ کر کے بریانی کو دم دے چکی تھی.. وائٹ سوس پاستا پہلے ہی تیار تھا... سلاد رائتہ گل بی بنا رہی تھی... اور نوال براونیز چیک کر رہی تھی جو اس نے ٹھنڈی ہونے کے لئے رکھی تھیں... وہ مسکرا کے اپنے بنائے ہوئے کھانے کو دیکھ رہی تھی...

نوال بی بی ایک بات کہوں......گل بی نے نوال کو مسکراتے دیکھ کر کہا...

ہم بولو نا... نوال بہت خوبصورتی سے براونیز کے اوپر میلٹ چاکلیٹ سے ڈیزائن بنا رہی تھی... آج اسکا انگ انگ مسرور تھا... نقش نقش مسکرا رہا تھا...

گل بی نے دل ہی دل میں اسکی نظر اتاری تھی

بی بی تم مجتبیٰ بابا سے بچپن سے محبت کرتا ہے تو اسکو بتا تا کیوں نہیں؟؟؟

نوال کا نفاست سے چلتا ہاتھ لمحے بھر کو رکا اور پھر وہ مسکرا کر گل بی کو دیکھنے لگی... وہ گل بی کے ہاتھوں میں بڑی ہوئی وہ نہتی پٹھان عورت تھی ساری زندگی ان کی خدمت میں گزاری کوئی آگے پیچھے نہیں.. شوہر کے انتقال کے بعد سے ان کے پاس ہی مستقل رہ رہی تھی. دور کے رشتہ داران سے بھی کبھی کبھار ہی ملتی تھی... وہ نوال کی رازداں تھیں... نوال چاہ کر بھی ان سے کچھ چھپا نہیں سکتی تھی...

گل بی کون ہوگا جو خود کو محبوب کے فراق میں تڑپانا چاہے گا.. کون ہوگا جو برسوں اپنے یار کی دید کو ترسنا چاہے گا... میں تو کب سے ان کی دید کو ترس رہی ہوں... انکی ایک نظر الفت کی منتظر ہوں... تم اظہار کی بات کرتی ہو وہ تو میرے سامنے اتنی دیر بھی کبھی نہیں ٹھہرے کے مجھے نظر بھر کے دیکھ لیں... مجھے نا سہی خود کو تو دیکھنے دیں... کچھ انکی شخصیت میں وہ رعب ہے کے کبھی ان کے سامنے ٹھہرنے کا حوصلہ ہی نہیں ہوا... اور اب جب محبت کی مہربانی سے حوصلہ آیا ہی ہے تو وہ ہی موقع نہیں دیتے.. نا خود کو دیکھنے کا نا سننے کا نا محسوس کرنے کا اور نا بولنے کا... پھر اپنا آپ کیسے عیاں کروں تم ہی بتاؤ.. نوال کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں. گل بی نے نوال کو غور سے

دیکھا.. عام سے نقش اور صاف رنگت.. آج کچھ زیادہ ہی چمک رہی تھی... وہ بہت زیادہ حسین وجمیل تو نہیں تھی مگر اسکی ذہانت کے ہر جگہ چرچے تھے... وہ دل کی حساس تھی.. لوگوں کے غم بانٹنے والی تھی... لیکن تھی تو انسان جو ایک انسان سے محبت کر بیٹھی تھی......گل بی چل کے اسکے پاس آئیں... جذبوں میں صداقت ہو تو پتھر سے پتھر دل بھی پگھل جاتا ہیں... تم دیکھنا جب تم اظہار کرے گا تو مجتبیٰ بابا کیسے موم کی طرح پگھلے گا... سچی محبت کی حرارت اپنے آگے کسی کو کھڑا نہیں رہنے دیتی...

گل بی نے نوال کو گلے لگا لیا...

اچھا گل بی زیادہ اموشنل مت کرو.. میں کپڑے چینج کر کے ٹیرس پے جا رہی ہوں تم اب باقی کام دیکھ لینا..

نوال خوشی سے گل بی کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر بولی.. آنکھوں کی نمی میں گویا ستارے جگمگا رہے تھے... سچ ہے آنکھوں میں نمی اور لبوں پر سچی مسکان سجائے لڑکیاں اور بھی پیاری لگتی ہیں...

ٹھیک ہے ماڑا ٹھیک ہے... دھیان سے جانا خوشی سے گرنا پڑنا... گل بی نے ہنس کے محبت سے پر لہجے میں کہا اور کچن سمیٹنے لگی......

☆......☆......☆

آپ کو کس نے کہا تھا آپ میری وجہ سے اپنے گھر والوں سے جھگڑا مول لیں... وہ دن کا نکلا شام کو گھر آیا تھا... حبا اسکا کھانا کمرے میں ہی لے آئی تھی... خاموشی سے کھانا کھانے کے بعد وہ ٹی وی دیکھ رہا تھا جب حبا بیڈ کے پاس پڑی کرسی پے بیٹھتے ہی بولی...

وہ گھر والے ہیں تو تم گھر والی ہو... شاہ میر نے لفظوں پے زور دے کر اسے باور کرایا تھا... نظریں ہنوز ٹی وی پر تھیں...

وہ بات ٹھیک ہے... مگر اس طرح گھر کا ماحول کشیدہ ہوتا ہے... یہ وہی جانتی تھی شاہ میر کے چلے جانے کے بعد اسے کیسے کیسے لفظوں اور طنز کے تیروں کا سامنا کرنا پڑتا تھا...

اس گھر میں کب کشیدگی نہیں ہوئی حبا.. تم ہی بتاؤ سچ میں مجھ سے اب یہ روز روز کی کھچ کھچ برداشت نہیں ہوتی وہ بھی بلاوجہ......اب وہ ٹی وی کا والیوم سلو کر کے اسکی طرف متوجہ ہوا تھا......

یہ میں نہیں جانتی... عادت ڈال لیں آپ بھی... وہ دھلے کپڑوں کے ڈھیر کو تہہ لگانے لگی...

عادت ڈال لوں اور تمہیں روتا دیکھتا رہوں... تمھارے ساتھ زیادتی ہونے دوں؟؟ یہ چاہتی ہو تم؟ وہ حبا کی برداشت پے چونکا تھا...

میرے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو رہی... آپ بھی یہ سوچنا چھوڑ دیں اور اپنی ماں بہنوں کے ساتھ ٹھیک رہیں انکا کون ہے آپ کے علاوہ... حبا کے چہرے پے کوئی تاثر نہیں تھا وہ تیزی سے کپڑوں کو تہہ لگا رہی تھی...

حبا تمہارا کون ہے میرے علاوہ...؟؟؟ اس کے سوال پر حبا خاموش ہی رہی. وہ ریموٹ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کے اس کے پاس آن کھڑا ہوا تھا.. ...

میں ان سب سے محبت کرتا ہوں عزت کرتا ہوں خیال کرتا ہوں... لیکن سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں اپنی ذات تک... تمہیں کوئی بھی کچھ کہے یہ برداشت نہیں... تمہاری ان آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا... سمجھی... اس کے لئے میں ہر اس انسان سے ٹکراؤں گا جو تمھے دکھ دے گا... وہ حبا کا بازوں پکڑے اپنے طرف اسکا رخ موڑے کھڑا تھا...

حبا خاموشی سے اسکو یک ٹک دیکھ رہی تھی... گندمی رنگت اور کھڑے نقوش والا شاہ میر ہمیشہ ہی اس کے لئے پروٹیکٹر ثابت ہوا تھا... وہ سچ بول رہا تھا... حبا کا دل اسکی سچائی کی گواہی دے رہا تھا...

میں کپڑے تہہ کر لوں عشاء کی اذان ہوگئی نماز بھی پڑھنی ہے... وہ گھبرا کر اپنا بازو چھڑا گئی تھی...

شاہ میر اس کے گھبرانے پے مسکرا کر رہ گیا تھا... گویا ساری جذباتیت بہہ گئی تھی... وہ ہمیشہ اس لڑکی کے کسی ایک چھوٹے سے ردعمل کے آگے بھی بے بس ہو جاتا تھا... وہ کچھ نا کر کے بھی بہت کچھ کر جاتی تھی... دن کا خراب موڈ فٹ سے خوشگوار ہو گیا تھا... وہ کچھ دیر بیڈ پر بیٹھ کر حبا کو دیکھتا رہا... جو نفاست سے تہہ شدہ کپڑوں کو الماری میں رکھ رہی تھی......

وہ دراز قد ایک مکمل لڑکی تھی خدا نے اسے بہت خوبصورت بنایا تھا... وہ مسلسل اسکو دیکھ رہا تھا.. آپ نے نماز پڑھنے نہیں جانا... وہ کپڑے رکھ کر اس سے مخاطب ہوئی .اور شاہ میر کھڑا ہو گیا..

اوکے میں بھی مسجد جا رہا ہوں واپسی پر تمہارا فیورٹ سوپ لیتا آؤں گا... کھانا مت کھانا ورنہ کہوگی بھوک

نہیں ہے... وہ کہہ کر چلا گیا۔

حبا کے لبوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی... وہ واقعی دلجوئی کرنا جانتا تھا... وہ اپنے فرائض نبھانا جانتا تھا.. زندگی کے تپتی دھوپ میں وہ اپنوں کا سایہ بننا جانتا تھا... ایک عورت مرد سے چاہتی بھی کیا ہے؟؟ صرف اتنا کے وہ اسکو زمانے کی گرم لو.. چبھتی دھوپ... تند و تیز نظروں سے بچا سکے... اور شاہ میر حبا عظیم کی ہمیشہ ڈھال بنا تھا ... ہمیشہ... محبت نا سہی... وفا تو تم سے ہمیشہ کروں گی شاہ میر یہ میرا خود سے عہد ہے...... وہ سوچ کر نماز ادا کرنے چلی گئی....

☆......☆......☆

مجتبیٰ آج بھی کچھ حاصل نہیں ہونے والا... گیٹ لاک ہے... رومان اسلام آباد کی کسی نئی سوسائٹی میں بنے 5 مرلے کے جدید طرز سے تعمیر کیے گئے گھر کے سامنے گاڑی روکے کھڑا تھا... گھر چھوٹا لیکن خوبصورت تھا لیکن اندھیرے میں ڈوبا ہوا... سٹریٹ لائٹس کی وجہ سے زیادہ اندھیرا محسوس نہیں ہو رہا تھا..

تم یہیں رکو میں پوچھ کے آتا ہوں... مجتبیٰ گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر باہر نکلنے لگا جب رومان نے اسے روک لیا...

مجتبیٰ باہر بارش تیز ہے پلیز بیٹھے رہو... رومان نے سختی سے روکا تھا...

مجتبیٰ نے باہر دیکھا بارش نے بھی جیسے آج کھل کے برسنے اور نا رکنے کی قسم کھا رکھی تھی... وہ بیبسی سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا...

رومان کو اسکی اس حالت پر تکلیف ہوئی تھی ... اس نے مجتبیٰ کا شانہ تھپتھپایا...

ہمت کرو مجتبیٰ... وہ صرف اتنا ہی کہہ سکا تھا وہ جانتا تھا پچھلے دو سالوں میں مجتبیٰ کیسے اسے دیوانہ وار ڈھونڈ رہا تھا... کیسے اسکے شہر اسکی گلیوں کے چکر کاٹ رہا تھا... رومان جانتا تھا کے اسکا دوبارہ ملنا آسان نہیں مگر وہ اپنے یار کا دل نہیں توڑنا چاہتا تھا....... وہ جانتا تھا کہ دوسروں کو توڑنے والے جب خود ٹوٹتے ہیں تو سنبھل نہیں پاتے اور وہ نہیں چاہتا تھا کے مجتبیٰ ٹوٹے... اسلئے وہ مجتبیٰ کے ساتھ تھا..

بارش تیز تھی... ونڈ سکرین وائپرز کی آواز گاڑی میں ایک عجیب سا شور پیدا کر رہی تھی... اتنے میں مجتبیٰ کی

طرف کا شیشہ ناک ہوا تو وہ دونوں ہی چونک گئے... شناسا سا چہرہ دیکھ کر مجتبیٰ نے شیشہ نیچے کیا..

سلام وعلیکم ... کیسا ہے... پچاس سالہ مضبوط قد کاٹھ کا بندہ ہاتھ میں چھتری پکڑے اور چادر لپیٹے کھڑا تھا.

وعلیکم سلام... کیسے ہو گلاب خان... مجتبیٰ نے خوش دلی سے جواب دیا تھا..

ام ٹھیک ہے... آؤ اندر آ جاؤ... گاڑی ادھر سائیڈ پر کھڑا کر دو... گلاب خان نے سائیڈ پر گاڑی کھڑی کرنے کا اشارہ کیا...

ارے نہیں ہم... رومان انکار کرنے والا تھا جب مجتبیٰ نے اسکا بازو زور سے دبایا... ہم آ رہے ہیں گلاب خان... مجتبیٰ نے کہا..

آجاؤ آجاؤ... گلاب خان کہہ کر سائیڈ پر ہو گیا آیا وہ گاڑی پارک کر لیں...

کیا ضرورت ہے اب ادھر جانے کی... رومان کا موڈ آف ہوا تھا۔

یار بس پانچ دس منٹ کی بات ہے... چلو.....

وہ گلاب خان کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے.. گلاب خان دونوں کو گرما گرم قہوہ پیش کر کے انکے پاس نیچے بچھے تخت پر بیٹھ گیا..

پچھلے دو سالوں میں مجتبیٰ اور گلاب خان کی اچھی سلام دعا ہو گئی تھی.. اس سے پہلے بھی وہ گلاب خان کا ذکر سن چکا تھا دیکھ چکا تھا مگر دو سالوں میں ملاقات ہوتی رہتی تھی..

آج پھر تم اس کو ڈھونڈنے آیا ہو گا... کمرے کی خاموشی گلاب خان نے ہی توڑی تھی...

ہمم ہاں... مجتبیٰ نے مختصر سا جواب دیا...

پھر وہ ملا تم کو... گلاب خان نے جانتے بوجھتے عجیب سوال پوچھا تھا..

نہیں... مجتبیٰ بھی مختصر سے جوابات دے رہا تھا جیسے وہ ان سوالوں کا عادی ہو...

رومان کیونکہ پہلی بار شامل ملاقات تھا لہذا وہ انکی باتیں حیرانگی سے سن رہا تھا دونوں کی عمر میں اچھا خاصا فرق تھا لیکن گفتگو سے بالکل بھی ایسا محسوس نہیں ہو رہا تھا... مجتبیٰ کئی بار پہلے بھی گلاب خان سے ون ٹو ون ملاقات کر چکا تھا رومان گاڑی میں ہی بیٹھتا تھا...

ناامید ہوگیا ہے ؟؟؟ گلاب خان نے پھر سوال کیا

نہیں ابھی تک تو نہیں ہوا لیکن بہت جلد ہو جاؤں گا... مجتبی قہوہ بھی ساتھ ساتھ پی رہا تھا...

ناامیدی کفر ہے ..رب سے دعا کرتا ہے تم ؟؟؟ گلاب خان استفسار کر رہا تھا..

کبھی کبھی... مجتبی کے جوابات رومان کو الجھا رہے تھے... وہ الجھ کے گلاب خان کو دیکھ رہا تھا.. گلاب خان نے رومان کی الجھن کو دیکھتے ہوئے اسے تسلی رکھنے کا اشارہ کیا

جس کو تم ڈھونڈ رہا ہے نا وہ بہت اللہ والا ہے.. اس وقت اگر اسکا مضبوط رابطہ کسی کے ساتھ ہے تو وہ خدا ہے ... تم اسکے ظاہر کو جان سکے تھے اسکے باطن کو نہیں.. وہ دنیاداری ضرور نبھا رہا تھا ... دنیا میں دل بھی لگا بیٹھا تھا مگر خدا سے آگے کسی کو نہیں رکھا اس نے.. اگر اسکی چاہت ہے تو خدا سے مانگو اسے ... اور صدق دل سے مانگو.. وہ تمہاری ضرور سنے گا.

گلاب خان عجیب سے لہجے میں بول رہا تھا... رومان نے اسکے چہرے کو دیکھا ابھی بھی اسکا رنگ شہد کی طرح تھا چہرے پے سجی داڑھی اسکو اور خوبصورت بنا رہی تھی پیشانی پے سجا محراب روشن تھا... اسکی باتوں میں اثر تھا.. شخصیت میں روحانیت تھی.

مجتبی نے ایک نظر اٹھا کر گلاب خان کو دیکھا

گلاب خان تم سے بھی رابطہ نہیں کیا اس نے ... وہ تڑپ کے پوچھ رہا تھا

میرا اسکا رابطہ تو دعا کا ہے وہ ہماری دعا میں ہمیشہ رہتا ہے... گلاب خان مسکرایا تھا

کوئی گھر بھی نہیں آیا... ؟ مجتبی نے پھر سوال کیا...

نہیں کوئی بھی نہیں 2 سال ہونے کو آئے کوئی مڑ کر نہیں آیا...

اوکے اب اجازت ... جب بھی کوئی خبر آئے مجھے بتانا گلاب خان ... مجتبی کھڑا ہو گیا تھا اس کے پیچھے رومان بھی کھڑا ہوا تھا...

ٹھیک ہے بے غم رہو... گلاب خان نے اس کے شانے پر ہتھر رسید کیا...

اوکے برخوردار خوش رہو... اس نے رومان سے بھی مصافحہ کیا...

وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ کر واپسی کے لئے روانہ ہو چکے تھے... بارش قدرے تھم چکی تھی...
مجتبی آج پھر بے مرادان گلیوں سے لوٹ رہا تھا... اسکا دل تھا کہ ڈوب رہا تھا... وہ دن بہ دن بکھر رہا تھا...
اب گھر چلیں... رومان نے گاڑی میں فاسٹ میوزک چلا دیا تا کہ مجتبی کا موڈ چینج ہو...
ہاں بس جاتے ہوئے کسی مسجد کے باہر 10 منٹ رکنا.. مجتبی مسلسل ونڈو سے باہر دیکھ رہا تھا..
مجتبی یہ تم کس طرف جا رہے ہو... رومان کو شدید کوفت ہوئی تھی...
وہ گاڑی ڈرائیو کرتے بار بار مجتبی کو دیکھ رہا تھا...
جس طرف بہت پہلے جانا چاہئے تھا مجتبی کہہ کر باہر دیکھنے لگا...
اور رومان غصّے سے ہنڈل پے زور سے ہاتھ مار کر رہ گیا

damnit.

☆......☆......☆

موسم انتہا کا خوبصورت تھا.. بارش تھم چکی تھی ... آسمان مکمل طور پر بادلوں کی لپیٹ میں تھا. ماحول پے خوشگوار سافسوں طاری تھا... رات کے 9 بج رہے تھے... مجتبیٰ جمال کا انتظار طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا تھا ... وہ لائٹ فروزی رنگ کی اسٹائلش سی شلوار قمیض کے ساتھ ڈارک بلیو شال کندھوں پے خوبصورتی سے سجائے اپنے خوبصورت سلکی شولڈر کٹ بالوں کو کھولے لان میں ٹہل رہی تھی.. پورا گھر ہی آج روشنیوں سے جگمگا رہا تھا... لان میں بنی مصنوئی چھوٹی سی آبشار کا پانی چلوا دیا گیا تھا... سجاوٹی لائٹس آن کروا دی گئیں تھیں... یہ سب کام نوال کے تھے... اسکا بس چلتا تو مجتبیٰ کے اس گھر تک آنے والے تمام راستوں کو سجا چھوڑتی... نوال کمال حسن کو بارش اور بارش کے بعد کے موسم سے کبھی کوئی خاص لگاؤ نہیں رہا لیکن آج کی بارش کو وہ اپنے لئے مبارک سمجھ رہی تھی آج اسے یقین محکم تھا کے مجتبیٰ لازمی آئے گا... اور اسی احساس کے تحت اسے صبح سے مجتبیٰ کا انتظار کرنا کوفت میں مبتلا نہیں کر رہا تھا... بارش تو تھم چکی تھی اگر چہ سرد ہوائیں وقفے وقفے سے چلتی نوال کمال حسن کے بالوں کے ساتھ چھیڑ خانیاں کر رہی تھیں... وہ سلکی بالوں کو کانوں کے پیچھے کرتے آسمان کو دیکھنے لگی... آسمان بالکل سیاہ اور خاموش تھا... لیکن نوال کمال حسن کو ہر طرف چاندنی بکھری محسوس ہو رہی تھی.. مجتبیٰ جمال

حسن کیا تم کوئی جادوگر ہو، کوئی سحر پھونکنے والے ہو یا کسی سلطنت کے حسین وجمیل شہزادے ہو... تم کیا ہو جس نے میرے دل کو اپنی مٹھی میں لیا ہوا ہے... یا پھر تمہاری شخصیت میں ہی سحر انگیزی ہے جو مدمقابل کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے... وہ آنکھیں موندے تصور میں مجتبیٰ جمال کا چہرہ دیکھ رہی تھی..

گارڈ کے گیٹ کھولنے پر تیزی سے دو گاڑیاں اندر داخل ہوئیں.. جن میں آگے آنے والی گاڑی رومان کی گرے ہونڈا سوک تھی. اور پیچھے پیچھے مجتبیٰ کمال حسن کی بلیک پراڈو داخل ہوئی.. نوال نے فٹ سے آنکھیں کھولیں وہ انکی یوں اچانک آمد پر گھبرا گئی تھی وہ خیالوں میں اتنی مگن تھی کے گارڈ کے مین گیٹ کھولنے کا بھی علم نا ہوا... یہ شکر تھا ان دونوں کا دھیان اس طرف نہیں تھا...

رومان تو گاڑی سے اترتے ہی اندر بھاگا تھا اسکا موڈ بھی آف لگ رہا تھا... نوال کو اپنے بھائی کی اس حرکت کی سمجھ نہیں آئی تھی .. وہ مجتبیٰ جمال کو چھوڑ کر اندر چلا جائے. ایسا ہونا تو نہیں چاہیے تھا وہ اسی شش و پنج میں کھڑی تھی جب نظر گاڑی سے نکلتے مجتبیٰ جمال پر پڑی... وہ گاڑی کے ڈیش بورڈ سے اپنا قیمتی فون اور سگریٹ جینز کی پاکٹ میں رکھتا نکل رہا تھا... مجتبیٰ جمال کی نظر بھی گاڑی کا دروازہ بند کرتے نوال پر پڑ چکی تھی.. اور نوال تو گویا اپنا آپ بچا ہوا بھی ہار بیٹھی تھی..

مجتبیٰ جمال کو وہ شاید کچھ مہینوں بعد دیکھ رہی تھی... وہ اتنے مختصر وقت میں اتنا بدل گیا تھا... اسے یاد تھا کوئی سال پہلے وہ ان سے گھر ملنے آیا تھا.. ورنہ باہر گاڑی سے رومان کو لے کر چلا جاتا تھا... اور آخری بار 2 ماہ پہلے ٹیرس سے ہی مجتبیٰ جمال کی ایک جھلک دیکھ سکی تھی... نوال کو اسکی مردانہ وجاہت اور خوبرو شخصیت کا اندازہ آج ہوا تھا... وہ مسکراتا ہوا اسکی طرف ہی آ رہا تھا.. 6 فٹ سے نکلتا قد صاف رنگت بڑی بڑی سیاہ چمکدار آنکھیں کشادہ پیشانی اور ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو... اسکے مسکراتے ہی نوال کمال حسن کو سہی معنوں میں پتا چلا کے اصّل چاندنی بکھرنا کسے کہتے ہیں...

مجتبیٰ کو اپنے قریب آتا دیکھ کر وہ اپنے حواسوں میں آئی تھی...

السلام وعلیکم... نوال کو آج بولنا کچھ زیادہ ہی مشکل لگ رہا تھا... اور لگتا بھی کیوں نا مدمقابل جانا مانا بدمزاج اور اکھڑ مزاج اسکا کزن جو کھڑا تھا پھر کمبخت دل پر بھی اس شہزادے کی حکومت تھی.... نوال کی گھبراہٹ بجا تھی.

وعلیکم سلام... کیسی ہو... مجتبیٰ نے مسکرا کے پوچھا تھا

اور نوال کمال حسن نے حیرت سے مجتبیٰ جمال کی طرف دیکھا تھا گویا اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آرہا تھا

.. مجتبیٰ مسکرا کے اسکا حال دریافت کر رہا...

میں ٹھیک ہوں اور آپ... بمشکل ہی وہ پوچھ پائی تھی...

تمہارے سامنے ہوں جیسا ہوں...

یا حیرت آج مجتبیٰ کا موڈ اتنا خوشگوار کیسے ہو گیا...

ارے میرا بیٹا آیا ہے... مجتبیٰ ادھر سے ہی واپس جانا ہے کیا...... نجمہ بیگم بھی تیزی سے چلتے ہوئے لان میں آئیں...

مجتبیٰ انکی طرف بڑھ گیا جھک کر انکو سلام کیا

نجمہ بیگم نے مجتبیٰ کی پیشانی کو چوما اور پھر مجتبیٰ کے گلے لگ گئیں...

نوال کو یہ منظر بہت مکمل لگا تھا... وہ چمکتی آنکھوں سے انھیں دیکھ رہی تھی پیچھے پیچھے گل بی بھی آ گئی. مجتبیٰ نے جھک کر گل بی کو بھی سلام کیا... وسلام . سدا خوش رہو مجتبیٰ بابا... گل بی نے مجتبیٰ کے کندھے پر پیار سے بوسہ دیا

نوال جیسی حیرت نجمہ بیگم کو بھی ہوئی تھی...... مگر وہ مسکراتے ہوئے مجتبیٰ کو لے کر اندر چلی گئیں... اور گل بی نے نوال کے چہرے کو دیکھا جسکی چمک اور روشنی کے آگے لان میں لگی قیمتی لائٹس کی روشنی بھی مدھم پڑ رہی تھیں...

☆......☆......☆

عشاء کی نماز کے بعد اس نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے تھے... آنسو اسکی پلکوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر اسکی شفاف ہتھیلیوں کو بھگو رہے تھے... وہ کبھی بھی دنیا کے سامنے اسکو یاد نہیں کر سکی تھی اسکو سوچ نہیں سکی تھی لیکن جب بھی اسے اپنے رب کے ساتھ تنہائی میسر ہوتی تو وہ اپنے غم پر قابو نا رکھ پاتی تھی... آج بھی نا چاہنے کے باوجود اسے اپنی دعا میں وہ یاد آ گیا تھا... اے میرے رب کیا یہ گناہ ہے؟؟؟ جب تیرے قریب ہوتی ہوں وہ یاد

آتا ہے؟؟؟نہیں یہ گناہ نہیں......میرا تیری ذات کے علاوہ کون ہے دنیا میں جس کو میں اپنا آپ بتا سکوں اور نا بھی بتاؤں تو پھر بھی سب جان جائے گا... دعا مانگتے اور آنسو بہاتے اس نے آنکھیں بند کی تھیں...

کتنا تکلیف دہ منظر اسکی آنکھوں کے سامنے آیا تھا

مجتبیٰ جمال تم یہ ٹھیک نہیں کر رہے... وہ اسکو جاتا دیکھ کر رو پڑی تھی...

میں کچھ غلط بھی نہیں کر رہا... اس نے مڑ کر اسے دیکھا تھا...

مجتبیٰ جمال میں جن راستوں کی مسافر ہوں انکی منزل صرف تم ہو... تم نا ملے تو در بدری ہی میرا مقدر ہوگی ...وہ خوبصورت آنکھوں میں اشکوں کا سمندر قید کیے ہوئے تھی...

جس خدا کی تم مانتی ہو نا وہ تمہیں در بدر نہیں کرے گا... وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا

میں جس خدا کی مانتی ہوں وہ تمہارا بھی خدا ہے مجتبیٰ... وہ اسے جتاتے ہوئے بولی

ہاں ہے... لیکن میں اس خدا کو کبھی ہمارے بیچ نہیں لایا.. وہ حبا عظیم کی باتوں سے اکتا رہا تھا...

لانے کی ضرورت نہیں وہ تو ہر جگہ موجود ہے... حبا نے نرمی سے کہا... وہ اسے قائل کر رہی تھی...

فار گاڈ سیک... جسٹ اسٹاپ اٹ ناؤ...

میں ہمیشہ کے لیے جا رہا ہوں... وہ رخ موڑ گیا تھا...

مجتبیٰ مجھے تم سے محبت... وہ مزید بولنا چاہتی تھی..

جب مجتبیٰ جمال نے اسکے لبوں پر زور سے شہادت کی انگلی رکھی تھی......

شش شش...... یہ محبت کا نام اپنی زبان سے مت لو سمجھی... لعنت بھیجتا ہوں میں ایسی محبت پے... وہ سختی سے بولا تھا غصّے سے اسکی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں. اس نے سختی سے حبا عظیم کو اپنے راستے سے ہٹایا تھا اور غصّے سے گاڑی سٹارٹ کر کے اسے تنہا سڑک پر چھوڑ کے چلا گیا تھا...

حبا نے آنکھیں کھول لیں تھیں... تم نے بہت برا کیا مجتبیٰ بہت برا... اس نے بہتے آنسوؤں کو رگڑ کر صاف کیا......اور اپنی دعا مکمل کرنے لگی......جس میں بہتے آنسو صرف خدا کے لیے تھے

☆......☆......☆

وہ گھر سے نکل کر کافی دیر گلیوں میں گھومتا رہا تھا... بظاہر تو وہ مطمئن ہو گیا تھا لیکن وہ اچھے سے جانتا تھا کے حبا کے ساتھ جو ضد اسکی ماں بہنیں لگا بیٹھی ہیں وہ اتنی آسانی سے ختم نہیں ہو گی.. وہ 2 سالوں میں بارہا سب ٹھیک کرنے کی کوشش کر چکا تھا... مگر نتیجہ صفر تھا... ہر آنے والا دن حبا کے لیے مشکل ہو رہا تھا... اسے اس وقت صرف حبا کی فکر تھی اگر وہ اس گھر میں موجود تھی تو صرف اور صرف شاہ میر کی وجہ سے.. اور شاہ میر کو یہ ہی بات اندر ہی اندر ہزار واہموں میں مبتلا کر رہی تھی.. سردی شدید تھی اور رات تاریک. وہ چلتا چلتا ایک کچی بستی میں آ گیا تھا... جو کہ خانہ بدوشوں کی بستی تھی... قطاروں میں لوگ خیمے لگائے ہوئے تھے. ہر طرف گہرا سناٹا تھا... سردی کی شدت سے منہ سے دھویں نکل رہے تھے. کوئی اکا دکا خیموں سے روشنی باہر کو آ رہی تھی.. وہ چند لمحوں کے لیے ٹھہر سا گیا تھا.. پھر حوصلہ کر کے قدم اٹھائے......

. سب سے آخری والے خیمے کے پاس پہنچ کر اس نے آہستہ سے آواز دی تھی... تارا...

خیمے سے ہلکی ہلکی روشنی باہر آ رہی تھی... اندر ہنوز خاموشی تھی...

شاہ میر نے دوبارہ آواز دی... تارا..

وہ ہمیشہ دن کی روشنی میں ادھر آیا تھا مگر آج اسوقت اس کے قدم خود بخود اس طرف اٹھ گئے تھے وہ جھجک بھی رہا تھا...

رات کا اندھیرا، منجمند کرتی سردی، اور اجنبی علاقہ... وہ کوئی جواب نا ملنے پر عجیب تذبذب کا شکار تھا...

بابو... اس کے عقب سے تارا کی آواز آئی تھی...

وہ چونک کے پلٹا تھا...

تارا شکر ہے تم آ گئے... شاہ میر نے تارا کو دیکھ کر سکھ کا سانس لیا...

وہ سادہ سی شلوار قمیض پر دوپٹہ لیے کوئی 25 سالہ خواجہ سرا تھا......

مجھے تو آنا ہی تھا بابو تم اس وقت خانہ بدوشوں کی بستی میں کیوں آ گئے... مجھے بلوا لیا ہوتا... تارا اپنے مخصوص انداز میں پریشانی سے بولا۔

مجھے دعا کروانی ہے تمہاری عالی بی بی سے......شاہ میر نے سنجیدگی سے جواب دیا...

عالی بی بی سے......اس وقت... تارا حیران تھا...

خیر تو ہے میر بابو...... پانی پیو گے... تارا کو شاہ میر از حد پریشان لگا تھا... وہ فکر مند تھا...

نہیں... بس تم عالی بی بی سے کہو مجھے دعا کروانی ہے......شاہ میر نے تارا کو منع کیا.

اچھا بابو رکو میں پوچھتی ہوں عالی بی بی سے ... تارا کہہ کر خیمے کے اندر چلی گئی......

2 منٹ بعد ہی تارا نے آواز دی... بابو ادھر آؤ یہاں کھڑے ہو کر بول دو جو دعا کرنی ہے عالی بی بی سن رہی ہیں...

شاہ میر انکے خیمے کے قریب ہو گیا... وہ مدھم لہجے میں بول رہا تھا... اور خیمے کے دوسری جانب عالی بی بی بھیگتی آنکھوں کے ساتھ آمین بول رہی تھی...

☆......☆......☆

مجتبیٰ نے کھانا بہت رغبت سے کھایا تھا... اور دل کھول کر تعریف بھی کی تھی وہ سب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے تھے.. رومان ہنوز خاموش تھا...

رومی بیٹا کیا بات ہے... کیوں ناراض ہو مجتبیٰ سے... نجمہ بیگم نے رومان کو خاموش دیکھ کر پوچھا...

یہ آپ اپنے بھانجے سے پوچھیں.. وہ ناراضگی سے بول کر چینل سرچنگ میں مصروف تھا...

خالہ جان اب بیچارے کی عمر کا تقاضا ہے اس عمر میں انسان زیادہ ترچڑ چڑا ہو جاتا ہے... مجتبیٰ نجمہ اور ساتھ بیٹھی نوال کی طرف دیکھ کر شرارت سے مسکراتے ہوئے بولا تھا... وہ دونوں ہی مسکرا رہی تھیں..

بھائی تم تو عمر کی بات مت کرو... ماما آپکو پتا ہے موصوف جلد ہی کسی مولوی کے روپ میں آپکو نظر آئیں گے ... آتے ہوئے پورا گھنٹہ مسجد میں بیٹھ کر آیا ہے. رومان کو دس منٹ کا کہہ کر وہ واقعی مسجد میں گھنٹہ بیٹھا رہا تھا۔

ارے بہت ہی عجیب بات کی رومی تم نے مسجد ہی بیٹھا نا کسی مے خانے میں تو نہیں جو تمہیں غصّہ آ رہا ہے..

نجمہ بیگم کو برا لگا تھا... اگر چہ حیرت نجمہ بیگم کو بھی ہوئی تھی مگر آج وہ کسی صورت اپنے لاڈلے بھانجے کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھیں اسلیے پیار سے انہوں نے مجتبیٰ کی سائیڈ لی...

مسجد والی بات پے نوال بھی حیران تھی

آپ لوگ نہیں سمجھیں گے ... رومان بے بسی سے بولا ...

اچھا یار سوری.. ناراضگی ختم کرو مجتبیٰ نے رومان کے کندھے پر پیار سے تھپکی دی ...

اوکے ناراضگی بھی ختم کرلوں گا مگر ایک شرط ہے ... رومان سیدھا ہو بیٹھا تھا

خالہ جان یہ وکیل لوگ اپنے مفاد کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے کیا ... مجتبیٰ مسلسل رومان کو چھیڑ رہا تھا ...

جو مرضی سمجھو ... تم کل کا دن بھی ہمارے ساتھ گزارو گے ... اینڈ دیٹس فائنل ۔رومان نے ریموٹ لاؤنج میں پڑے خوبصورت ٹیبل پر رکھا تھا ...

ہاں اس بات پہ تو میں بھی رومان سے متفق ہوں.. نجمہ بیگم بھی مسکرائی تھیں ...

گل بی سب کے لیے گرین ٹی اور خشک میوہ جات ٹرولی میں سجا لائی تھیں ...

یہ لو سب گرما گرم قہوہ پیو ... بی بی جی صاحب کا فون آیا ہے آپ کے لیے ... اور رومی بابا آپکا کوئی دوست آیا ہے ... گل بی نے مجتبیٰ اور نوال کو خوبصورت شیشے کے نازک سے گرین ٹی کے بھاپ اڑاتے کپ پکڑائے ۔۔اور دوبارہ کچن میں چلی گئیں ... رومان پیغام سنتے ہی باہر چلا گیا تھا......

بیٹا آپ قہوہ انجوائے کرو میں آپ کے انکل کا فون سن کے آئی .. آج صبح سے سیاست کے چکر میں وہ گھر فون نا کر سکیں ... نجمہ بیگم کہتے ہوئے اندر چلی گئیں ...

نجمہ بیگم کے شوہر بزنس کے ساتھ اب سیاست میں بھی ان ہو رہے تھے اس غرض سے انکے دوستوں کے ساتھ بیرون ممالک کے چکر لگتے رہتے تھے ...

مجتبیٰ ٹی وی دیکھتے ہوئے گرین ٹی پینے لگا ... جب اسے خیال آیا نوال بھی ادھر موجود ہے.

وہ سائیڈ پڑے صوفے پر ہاتھ میں کپ پکڑے گم صم سی بیٹھی تھی ..

مجتبیٰ نے غور سے اسکو دیکھا ... مگر نوال کو جیسے علم ہی نا ہوا ...

اتنی بے خبر بیٹھی ہے ... وہ کچھ دیر اسکو دیکھتا رہا ... مگر وہ تو جیسے کسی اور ہی دنیا میں تھی

نوال ... اس نے نوال کو کافی ٹائم بعد نام سے پکارا تھا ..

ہم مم ... جی ... وہ ہڑبڑا گئی اور ہاتھ میں پکڑا گرین ٹی کا مگ دوسرے ہاتھ پے گرا بیٹھی ......سی

...اسکے منہ سے صرف سسکی نکلی تھی...

ارے... آرام سے مجتبیٰ فوراً اسکے قریب آیا تھا.. نوال کی بیوقوفی پر وہ بھی گڑبڑا گیا تھا

. ٹشو بکس سے ٹشو نکال کر اس نے نوال کمال حسن کا ہاتھ تھاما تھا... اور جلدی جلدی صاف کرنے لگا... نوال کو ابھی تک کچھ سمجھ ہی نہیں آیا تھا... وہ اپنا سانس روکے مجتبیٰ جمال کے ہاتھوں میں ہاتھ دیے بیٹھی تھی... اسکا نازک ہاتھ وہ ٹشو پیپر سے صاف کر کے لاؤنج سے ملحق واش روم میں گیا.. اور اگلے ہی لمحے ٹوتھ پیسٹ ہاتھ میں لیے اس کے ساتھ صوفے پے بیٹھا... پاگل لڑکی دیکھو کتنا ہاتھ جلا لیا... وہ کتنی فکر سے اسکے پورے ہاتھ پے پیسٹ لگانے لگا نوال کا پورا ہاتھ سرخ ہو چکا تھا مگر جلن کے احساس سے صرف اسکی آنکھیں بھیگی تھیں... جلن محسوس ہوتے ہوئے بھی نہیں ہو رہی تھی... وہ اسکے قریب بہت قریب بیٹھا تھا صرف نوال کمال حسن کی خاطر... مجتبیٰ جمال کے ملبوس سے پھوٹتی قیمتی کلون کی خوشبو نوال کمال حسن کو مہکا رہی تھی...

ٹھیک ہے؟ جلن زیادہ تو نہیں ... وہ نوال کا ہاتھ تھامے اسے دیکھتے ہوئے بولا...

نہیں... ٹھیک ہے... وہ مجتبیٰ جمال کے دیکھنے پے صرف اتنا ہی بول پائی تھی... اسکی آنکھوں میں عجیب سحر تھا.. آنکھ جھکاتا تو اسکی آنکھ اور بھی موٹی لگتی اور جب آنکھ کھولتا تو سرخ ڈورے اگلے بندے کو بے چین کرتے تھے.. مجتبیٰ کی پلکوں کی جنبش پے نوال کمال حسن کا دل اتھل پتھل ہو رہا تھا..

اوکے گڈ... پیسٹ لگائی ہے اس سے وقتی طور پر آرام ملے گا... وہ نوال کا ہاتھ گھما کر دیکھتے ہوئے تسلی کر رہا تھا.. پھر پیسٹ واش روم میں رکھنے گیا.

گل بی جو اندر آتے آتے رک گئی تھی... مجتبیٰ کو نوال کے ساتھ بیٹھا دیکھ کر گل بی نے بھی دونوں کے ساتھ کی دعا کی تھی.. گل بی نوال کمال کے جذبات کا اندازہ بخوبی لگا سکتی تھیں.. مسکراتے ہوئے وہ نوال کے پاس آئی ـ ـ ـ مار ا ابھی سے ہوش گنوا بیٹھا... گل بی نے سرگوشی کی جو سمجھ کے نوال جھینپ گئی ......

جی نہیں... وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی تھی... کہ مجتبیٰ بھی ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرتا آ گیا تھا...

پیچھے پیچھے رومان بھی اسے آوازیں دیتا لاؤنج میں آ گیا...

آؤ یار آفندی آیا ہے... تمہیں ملواتا ہوں... رومان کہتا ہوا مجتبیٰ کو باہر لے گیا...

اور نوال کمال حسن اپنے جلے ہوئے ہاتھ کو دیکھنے لگی ...... آنکھیں بند کر کے اس نے ایک بار پھر اس دشمن جاں کی مسیحائی کو محسوس کیا تھا... اور اسکے ارد گرد مجتبیٰ جمال کی خوشبو بکھر بکھر گئی تھی ......

یہ جلن یہ تکلیف اگر تا عمر آپکو میرے قریب میری نظروں کے سامنے رکھے تو میں سدا جلنے کو تیار ہوں ...

☆......☆......☆

نماز پڑھ کر وہ باہر نکلی تو باورچی خانے میں ایک طوفان بدتمیزی برپا تھا... وہ دیکھ کر حیران تھی... نماز سے پہلے وہ سب کو کھانا دے کر کچن صاف کر چکی تھی... ابھی سنک گندے برتنوں سے بھری پڑی تھی.. پورے کچن میں مونگ پھلی کے چھلکے بکھرے تھے... مریم اور تابندہ نے ہی کچن میں محفل جمائی تھی.. حبا ایک گہرا سانس بھر کے ٹھنڈے برف پانی سے برتن دھونے لگی... برتن دھونے کے بعد کاؤنٹر صاف کر کے کچن سے جھاڑو لگا کر وہ پورے کچن کا جائزہ لے کر پلٹی تو شاہ میر کچن کے دروازے سے ٹیک لگائے نا جانے کب سے اسے دیکھ رہا تھا...

ارے آپ کب آئے؟؟ وہ چونک گئی تھی

کوئی چیز کی ضرورت ہے شاہ میر... وہ شاہ میر کو خاموش دیکھ کر بولی. اسے لگا وہ کوئی چیز لینے آیا ہے......

وہ کچن میں آیا اور خاموشی سے حبا کو اپنے سینے سے لگا لیا... حبا اسکی اس حرکت پے حق دق رہ گئی.

. وہ نرمی سے حبا کے الجھے بالوں کو سہلا رہا تھا...... نا جانے کیوں حبا کا دل کیا کے وہ پھوٹ کے رو دے... اسکی قربت میں جو اپنایت تھی جو خلوص تھا جو فکر تھی وہ حبا کو کسی اپنے کے ہونے کا احساس دلا رہی تھی... حبا کو محسوس ہوا کہ وہ اکیلی نہیں اسکا ھمدرد بھی ہے... وہ انتہائی ضبط کے باوجود اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رکھ سکی ... جس وجود نے اسکو اپنے ساتھ لگایا تھا ایک وہی تو اسکا واحد سہارا اور سب سے بڑھ کر محرم تھا......

حبا مجھے معاف کر دو... شاہ میر نے آنکھیں بند کیے ہوئے کہا تھا...... حبا نے آنکھیں کھول کر شاہ میر کے لفظوں پر غور کیا اور سمجھ میں آتے ہی اس سے الگ ہوئی تھی..

شاہ میر کیا بات ہے...... حبا کو کچھ تھا جو کھٹکا تھا...

کچھ نہیں...... چائے پیو گی؟؟؟ وہ پیار سے اسے دیکھتے ساس پین میں چائے کا پانی رکھنے لگا......

ارے آپ جائیں میں بنا کر لاتی ہوں.. حبا نے آگے ہونا چاہا...

نہیں میں بناؤں گا تم مجھے دیکھنا بس ... وہ مسکرایا تھا ...

حبا بھی دلچسپی سے اسکو دیکھنے لگی ...

یہ چینی ہے نا ... وہ نمک کو چینی سمجھ کر حبا سے پوچھ رہا تھا

حبا کو ہنسی آ گئی تھی ... یہ موصوف چائے بنائیں گے ۔۔۔۔

واہ واہ یہ وقت بھی دیکھنا تھا.

دو دو جوان بہنیں گھر پر موجود ہیں اور بھائی بھابی کو شرم نام کو نہیں ہے ... اور یہ دیکھو ماں تو ماں تھی یہ ماں سے بھی دس ہاتھ آگے ہے اٹھ کر پانی نا پینے والے کو چولہے کے آگے کھڑا کر دیا ... اللہ توبہ ...

عارفہ بی بی کی یوں اچانک آمد پر حبا گھبرا گئی تھی البتہ شاہ میر مطمئن تھا جیسے اسے کوئی فرق ہی نا پڑتا ہو ...

حبا سمجھی کے عارفہ بی بی سو گئی .. اسے معلوم ہوتا کہ وہ جاگ رہی ہیں تو کبھی کچن میں شاہ میر کے ساتھ کھڑی نا ہوتی ......

حبا نے گھبرا کر شاہ میر کو دیکھا تھا......

امی اپنا بی پی شوٹ مت کریں ... آج میرا دل کیا چائے بنانے کو ... یہ تو کب سے کچن کی صفائی میں لگی ہوئی تھی ... شاہ میر نے تسلی سے جواب دیا......

چار جی ہیں گھر میں کونسا بھرا پرا گھر ہے جو تمہیں یہ ہر وقت کام کرتی نظر آتی ہے ... عارفہ بی بی کو شاہ میر کا حبا کی طرف داری کرنا بری طرح کھلا تھا مگر وہ قدرے آرام سے بولیں ...

پھپھو آپکو کچھ چاہیے .. حبا نے نرمی سے پوچھا ...

مجھے کیا چاہیے شاہ میر کے ابا کے لیے دودھ لینے آئی تھی .. غریب بستر پر پڑا کچھ بولتا نہیں تو کوئی احساس بھی نہیں کرتا ... عارفہ بی بی کہہ کر فریج سے دودھ نکالنے لگیں ...

پھپھو انکل کو دودھ کے ساتھ دوا کھلا دی وہ تو سو بھی گئے ..

حبا شاہ میر کے ابا جو کے فالج کے وجہ سے بستر پر ہوتے بول بھی نا پاتے انکا پورا خیال رکھتی تھی اور ابھی بھی وہ دوا کھلا آئی تھی ...

امی یہ لیں آپ دودھ پیے اور آرام کریں ابا سو چکے ہیں میں دیکھ آیا ہوں ... شاہ میر نے نرمی سے ماں کو دودھ کا گلاس پکڑایا اور انکو کندھوں سے تھام کر باہر لے گیا.. حبا نے سکھ کا سانس لیا اور کھولتی چائے کو اپنے اور شاہ میر کے مگ میں ڈال کر کمرے میں چلی گئی. جہاں پہلے سے موجود شاہ میر کسی گہری سوچ میں غرق تھا...

☆......☆......☆

رات کا ایک بج رہا تھا... وہ اپنے نرم گرم بستر پر کروٹ پر کروٹ بدل رہی تھی...

میری آنکھوں سے تیری آنکھوں
کے تصادم میں
میرے بے خبر تجھے کیا خبر
اپنے نازک مچلتے
دل کو تیرے پہلو میں
چھوڑ آئی ہوں
حادثے تو بہت ہوئے
میرے ساتھ مگر
اس حادثے میں
میں اپنا سب کچھ
تم پر ہار آئی ہوں
تیرے اقرار تیرے وصل
کے خوابوں کو سجائے
میں مانتی ہوں میری جان
بہت دور نکل آئی ہوں......

رومان کے دوستوں کی محفل 12 بجے تک ڈرائنگ روم میں جاری رہی تھی... پھر سب اپنے گھروں کو

چلے گئے تھے .. باہر خاموشی تھی...

وہ مجتبیٰ کے خیال کو مسلسل جھٹک رہی تھی مگر اسے معلوم تھا آج ایسا کرنے کا کچھ فائدہ نہیں ہونے والا... اس نے اپنے ریشمی بالوں کو اپنے ہاتھوں سے رف سی لک دی اور شال اوڑھ کر پیروں میں نرم سی چپل پہن کر وہ باہر لان کی طرف چلی گئی.. لاونج کا دروازہ لاک نہیں تھا. لاونج کا دروازہ کھولتے ہی یخ ہوا نے اسکا استقبال کیا تھا ...اسکے پورے جسم میں سرسراہٹ سی ہوئی تھی... وہ دونوں ہاتھ باندھے کار پورچ میں کھڑی مجتبیٰ جمال کو بلیک پراڈو دیکھنے لگی... مجتبیٰ جب گاڑی سے نکلا اور جیسے نوال پر اسکی نظر پڑی تھی... نوال سوچ کر مسکرا دی تھی..... پھر چلتے چلتے لان میں آ گئی... سردی انتہا سے زیادہ تھی.. بادل گرج رہے تھے. رات کے اس پہر اتنی سردی میں باہر نکلنا بیوقوفی تھا مگر نا جانے کس احساس کے تحت وہ باہر کھڑی تھی... وہ گھاس پر نظریں جمائے چھوٹے قدموں سے چل رہی تھی......سر جھکائے وہ مسکراتی ہوئی اپنے خیال میں مگن تھی...... جب چلتے چلتے وہ کسی مضبوط انسانی وجود سے ٹکرائی تھی ...اور وہ گرتے گرتے بچی...

اہ.. تم... مجتبیٰ جو نیند نا آنے کے سبب لان میں کھڑا اسموکنگ کر رہا تھا نوال کو دیکھ کر تلملا اٹھا تھا...

ام سوری... میں نے آ آپ کو دیکھا نہیں... نوال پہلے تو بری طرح ڈر گئی پھر گھبرائی اور اب مجتبیٰ کو اپنے سامنے دیکھ کر شرمندہ ہو گئی تھی...

تم اس وقت ادھر کیوں آئی ہو...مجتبیٰ اب کچھ گھنٹے پہلے والا مجتبیٰ نہیں لگ رہا تھا...وہ غصّے سے بولا تھا

وہ مجھ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی... نوال سچ میں گھبرا گئی تھی

نیند نا آئے تو گھر آئے مہمان پر نظر رکھتے ہیں... مجتبیٰ بری طرح ڈسٹرب ہوا تھا اور نوال کی مکمل کلاس لینے پے تلا تھا

نہیں میرا یہ......وہ بولنا ہی چاہتی تھی جب اس نے ٹوک دیا

بس ٹھیک ہے تم جاؤ... مجتبی نے قدرے نرم لہجے میں کہا وہ زیادہ بولنا بھی نہیں چاہتا تھا...

نوال نے عافیت جانی اور فورا پلٹی..

بات سنو... مجتبیٰ کی آواز پر وہ ٹھٹک کر رکی...

وہ چلتا ہوا اس کے سامنے آن کھڑا ہوا... نوال سانس روکے کھڑی تھی

تمہارا ہاتھ ٹھیک ہے اب...

وہ سگریٹ ہاتھ میں پکڑے نوال کے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے پوچھ رہا تھا...

ہاتھ؟؟؟ نوال کو اپنے ہاتھ کی تکلیف کا تو یاد بھی نہیں تھا...

اوہ ہاں ہاتھ ٹھیک ہے... وہ زبردستی مسکراتے ہوئے بولی تھی

اوکے یو کین گو... وہ رستے سے ہٹ گیا تھا اور نوال فٹ سے اندر بھاگی تھی ...

کمرے میں آ کر وہ جی بھر کر ہنسی بھی اور خود کو خوب کوسا بھی.. کیا ضرورت تھی مجھے اس وقت باہر جانے کی

... مجتبیٰ کیا سوچتے ہوں گے کہ میں جان بوجھ کر ان کے پیچھے گئی......

اف خدایا... وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی...

پورے ہٹلر لگ رہے تھے. میں فضول کی خوش فہمی میں تھی کہ بدل گئے... وہ خود سے ہی باتیں کر رہی تھی...

اچانک وہ اٹھ کر گلاس ونڈو کے پردے ہٹا کر باہر لان میں دیکھنے لگی...

مجتبیٰ جمال بلیک سادہ شلوار قمیض پر براؤن کھدر کی مردانہ شال کندھوں پر ڈالے جو کہ مجتبیٰ ہمیشہ اپنی گاڑی میں رکھتا تھا... ساتھ بینسن سگریٹ کے کش پے کش لگا رہا تھا... وہ بےچینی سے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا... مجتبیٰ کے چہرے پر عجیب سا اضطراب تھا... جو نوال کمال حسن نے محسوس کیا تھا... وہ پردہ گرا کر بیڈ پر بیٹھ گئی...

کچھ تو ہے... جو مجتبیٰ کو تکلیف دے رہا ہے... کیا ہو سکتا ہے ....

یہی سوچتے سوچتے اسکی آنکھ لگ گئی.......

☆......☆......☆

تمہارے شہر کی فضا کیوں خاموش ہو گئی...

تمہارے شہر کی برسات کیوں ویران ہو گئی

حبا عظیم کیا قدرت کی رنگینی بھی تمہارے دم سے تھی یہ ہی شہر تھا یہ ہی یخ بستہ ہوائیں یہ ہی بارشیں... سب کچھ کتنا حسین لگتا تھا تمہارے دم سے......تمہارا ساتھ اتنا دلنشیں تھا کے جیسے ہر شے پر رونق ہی رونق ہو جیسے ہر

شے نے محبتوں کی چادریں اوڑھ لی ہوں... تم جب اس کھردری زمین پر قدم اٹھاتی تھی تو زمین زرخیز ہو جاتی تھی راستوں کو اپنے نشان مل جاتے تھے... جب تم گرجتے بادلوں کو شوق سے تکتی تھی تو انکی گرج بھی نرم پڑ جاتی تھی جب تم برستی بارش میں اپنا چہرہ آسمان کی جانب کر کے اپنے شفاف چہرے پر بارش کی بوندیں جذب کرتی تھی تو بارش کے قطروں کا چاند پر گرنے کا گمان ہوتا تھا...

تم کیسی دیوانی تھی ایسے موسموں کی...

"میں اس دنیا میں ایک بارش اور دوسرا مجتبیٰ جمال حسن کی دیوانی ہوں"

حبا عظیم نے کھنکتے لہجے میں کہا تھا...

مجتبیٰ کے کانوں میں حبا کی آواز گونجی تھی......

میں تو بیوفا تھا محبت کا دعویدار بھی نہیں تھا... لیکن تم نے بھی پلٹ کر اپنی محبت کو نہیں پوچھا؟؟؟

میں مان ہی نہیں سکتا کہ تم مجھے بھول سکتی ہو... ہرگز نہیں... تم دنیا بھلا سکتی ہو مجھے نہیں کیوں کہ تم خود میرے معاملے میں بے اختیار تھی... تم نے مجھ سے کبھی نا ختم ہونے والی محبت کی تھی..... تم کہیں مجبور ہو... تم بہت مجبور ہو... مجھے آواز تو دو... میں تم تک نہیں پہنچ سکتا...... مجھے تمہارے ہونیکا علم نہیں لیکن تمہارے مجھ تک آنے والے تمام راستے وہی ہیں حبا... تم آ جاؤ آج آ جاؤ... ابھی آ جاؤ... مجھے اپنی خبر تو دو... میں قسم کھاتا ہوں ساری مجبوریاں سرے سے ختم کر دوں گا... مجھ تک آنے میں جو شے رکاوٹ بنے گی سب ختم کر دوں گا سب کو ختم کر دوں گا... اور کچھ نا کرسکا تو خود کو ختم کر لونگا... وہ عجیب طیش میں آیا تھا

وہ دیوانہ وار لان میں پڑے ڈیکوریشن گملوں کو اٹھا اٹھا کر پھینکنے لگا تھا باہر کی طرف آتا رومان تیزی سے اسکی طرف لپکا اور فٹ سے اسکو قابو کر کے سائیڈ پے لے گیا آیا گھر والے اٹھ جاتے تو مزید تماشا نا بن جائے...

گارڈ بھی انکی جانب دوڑتا ہوا آیا... کیا ہوا صاحب کو...

خاموش رہو اور وہ اٹھاؤ کوئی کچھ بھی پوچھے یہ سب بتانے کی ضرورت نہیں...... رومان مجتبیٰ کو تھامے گارڈ کو ہدایت دیتے اندر کی طرف بڑھ گیا... اندر آ کر اس نے مجتبیٰ کو بیڈ پر دھکا دیا تھا اور دروازہ لاک کر کے مجتبیٰ کے سامنے کھڑا ہو گیا...

یہ کیا بیوقوفی تھی ...؟؟؟وہ نیم زوردار آواز میں بولا

مجتبیٰ سر جھکائے چپ رہا......دونوں ہاتھوں میں بالوں کو جکڑے وہ انجانی اذیت میں مبتلا تھا...

بولتے کیوں نہیں تم ... کیا ثابت کرنا چاہتے ہو تم بہت پکے عاشق ہو......مجنوں ہو؟؟؟کس کے لیے یہ سب کرر ہے ہو جو معلوم نہیں زندہ بھی ہے کہ نہیں... رومان تلخی سے بولا تھا

جسٹ شٹ اپ رومان......مجتبیٰ کا سارا خون جیسے آنکھوں میں اُمڈ آیا تھا......

ہاں آؤ مجھے مارلو......لیکن اپنی اس اذیت کو ختم کرو برباد ہو جاؤ گے... تم سمجھتے کیوں نہیں ہو... یہ کونسا دور ہے سچی محبتوں کا. آج کل کوڑیوں کے بھاؤ محبتیں مل جاتی ہیں تم کن چکروں میں ہو.. رومان اب اسکی حالت پر پریشان تھا...

میں اس کے بغیر برباد ہوں.. مجھے صرف اسکی محبت چاہیے... مجھے حبا عظیم ہر قیمت پر چاہیے......رومی اسکو ڈھونڈ کر لے آؤ اسکا کوئی اتا پتہ بتا دو... مجھے یہ شہر اس کے بغیر ویران لگ رہا ہے مجھ سے سانس لینا دشوار ہے یہاں.. اس شہر کی فضا میں آج بھی اسکی مہک ہے......وہ انتہائی بے بسی سے بول رہا تھا

مجتبیٰ... اچھا ریلیکس... یہ پانی پیو......رومان نے زبردستی اسکو پانی پلایا... ساتھ سائیڈ ٹیبل کے دراز سے ٹیبلٹ بھی نکال کر دی یہ ٹیبلٹ کھاؤ سکون ہوگا... رومان نے ساتھ ایک نیند آور گولی بھی کھلا دی...

صبح بات کریں گے تم آرام کرو... مجتبیٰ خاموشی سے بغیر کچھ کہے لیٹ گیا تھا...

باہر بارش پھر تیز ہوئی تھی...

رومان کافی دیر مجتبیٰ کو دیکھتا رہا جواب سو چکا تھا... رومان آج پریشان تھا اور از حد پریشان تھا...وہ آج سچ مچ کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا......

☆......☆......☆

ارحم اسلام آباد کی ٹکٹ کنفرم کروالی بیٹا... صبیحہ بیگم جو پانی پینے کچن میں گئی تھیں ارحم کے کمرے کی لائٹ آن دیکھ کر دروازہ ناک کر کے پوچھ رہی تھیں...

جی امی کروالی تھی... ارحم دروازہ کھول کر کمرے سے باہر آیا تھا۔

بیٹا سو جاؤ رات کافی ہوگئی ہے. صبح جلد نکلنا ہے. صبیحہ بیگم نے پیار سے اپنے شوخ سے بیٹے کو دیکھا... کتنا فرق تھا مجتبیٰ اور ارحم میں.. مجتبیٰ شروع سے ہی باغی باغی سا تھا جب کہ ارحم بہت سوفٹ نیچر کا تھا... وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کمرے کی جانب چلی گئیں...

ارحم کمرے میں آ کر مجتبیٰ جمال کے لیے اسکی پسند کے لیے گئے گفٹس جن میں قیمتی پرفیوم، برانڈڈ رسٹ واچ... اور دیگر چیزیں شامل تھیں ٹریول بیگ میں رکھنے لگا.. اسکے علاوہ اپنی کچھ ضروری اشیا بیگ میں رکھنے کے بعد اچانک اسکی نظر بیڈ پر موجود سلور رنگ کے کیس پر پڑی وہ بہت دلکشی سے مسکرایا تھا.

مجتبیٰ کا کل برتھڈے تھا... اس بار رومان اور ارحم نے مجتبیٰ کے لیے کل رات سرپرائز پارٹی کا پلان اسلام آباد monal ریسٹورنٹ میں کیا تھا... کل صبح ارحم نے صبیحہ بیگم کو لے کر اسلام آباد پہنچنا تھا..

ارحم نے سلور رنگ کا کیس اٹھا کر کھولا وائٹ گولڈ کا نفیس سا بریسلیٹ جو واقعی بہت خوبصورت تھا... ارحم نے نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھا... نوال کل یہ دن مجتبیٰ بھائی کے ساتھ ساتھ میرے لیے بھی بہت خاص ہوگا... جو محبت مجھے کئی سالوں سے تم سے ہے اس کے اظہار کا دن ہوگا... کل میں اپنے تمام پوشیدہ جذبے تم پر عیاں کرونگا...

نوال مجھے تم سے محبت ہے ہاں نوال کمال حسن تمہاری میری دوستی صرف دوستی نہیں ہے... یہ محبت ہے...... 7 دسمبر کا دن اصّل معنوں میں اظہار محبت کا دن ہوگا...

ارحم کے چہرے پر خوشی اور آنکھوں میں ستارے جگمگا رہے تھے... آرام سے بریسلٹ کیس میں رکھ کر وہ پیکنگ کو فائنل ٹچ دے کر لیٹ گیا.

آج اسے نیند کہاں آنی تھی ... نوال کا نازک سراپا اسکی آنکھوں کے سامنے تھا وہ اسکی بہت اچھی دوست بھی تھی......ارحم نے سائیڈ ٹیبل سے موبائل فون اٹھا کر میسج ٹائپ کیا......جاگ رہی ہو؟؟؟

دوسری طرف نوال جسکی ابھی آنکھ لگی تھی میسج ٹون پر ڈسٹرب ہوئی تھی... فون پکڑ کر جب ان باکس میں ارحم کا نام دیکھا تو وہ چونک گئی... اس وقت میسج...

میں ٹھیک ہوں... خیریت..؟. نوال نے رپلائی کیا

ارحم سمجھ گیا تھا وہ اس وقت اس کے میسج پر حیران ہوئی ہو گی...

ہاں خیریت... ابھی سوئی نہیں؟

ارحم نے بھی ٹائپ کیا

سو ہی رہی تھی تم نے اٹھا دیا...smilywith جواب آیا...

اوکے سو جاؤ صبح ملاقات ہوتی ہے......گڈ نائٹ... ارحم نے فون سائیڈ پے رکھ دیا

مجتبیٰ کے علاوہ سب ہی اس گیٹ ٹو گیدر کے بارے میں جانتے تھے. مجتبیٰ کے اسلام آباد پہنچنے سے پہلے ہی رومان اور ارحم نے پروگرام فون پر ڈیسائیڈ کر لیا تھا...

نوال نے حیرت سے فون کو دیکھا... دونوں بھائی ہی عجیب ہیں. ایک آدھی رات کو ڈراتا اور دوسرا آدھی رات کو جگاتا ہے.. وہ مسکرا کر آنکھیں موند چکی تھی

ادھر ارحم نوال کو سوچ رہا تھا... آنے والا کل کتنا حسین ہو گا وہ یہ ہی سوچ رہا تھا اور تقدیر ان سب کی سوچ پر صرف مسکرا رہی تھی...

☆......☆......☆

صبح 8 بجے خود ہی اس کی آنکھ کھلی تھی آج حبا نے اسے آفس کے لیے نہیں اٹھایا تھا......وہ آنکھ کھلتے ہی اٹھ کے بیٹھ گیا... رات بھی جب حبا چائے لے کر کمرے میں آئی تو وہ فوراً چائے پیتے ہی سو گیا تھا... شاہ میر نے بیڈ کی دوسری طرف دیکھا تو حبا بیڈ کے کونے پر ٹکی ہوئی تھی... وہ سو رہی تھی......ابھی تک اٹھی نہیں.. شاہ میر حیران ہوا تھا... اسے تو صبح جلد اٹھنے کی عادت ہے... وہ پریشان ہوا تھا.. وہ اٹھ کر بیڈ کی دوسری جانب آیا تھا جس طرف حبا سو رہی تھی ...

حبا..... شاہ میر کی آواز پر بھی وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی..

شاہ میر نے نرم، کمبل ہٹایا اور حبا کے چہرے پر بکھری لٹوں کو آرام سے سائیڈ پے کیا تھا وہ حیران تھا وہ ابھی بھی بے سدھ پڑی تھی... وہ تو ایک آہٹ پر چونک کر اٹھ جانے والی تھی... شاہ میر کو حبا کے بال پیچھے کرتے انگلی کے پوروں پر تپش کا احساس ہوا تھا... اس نے بیڈ کے قریب بیٹھ کر حبا کے چہرے کو پھر پیشانی اور پھر گالوں کو چھو

کر دیکھا...

اسے تو شدید بخار ہے ... حبا.. حبا آنکھیں کھولو.. وہ شدید پریشان ہوا تھا...

مریم.. مریم... شاہ میر نے بہن کو آواز دی تھی...

لیکن وہ مریم ہی کیا جو سن جاتی... وہ باہر آیا...

تم لوگوں کو آواز نہیں سنائی دیتی... مریم اور تابندہ ناشتہ کرتے ہوئے ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھیں...

خیر تو ہے کیوں صبح صبح بہنوں پر برس رہے ہو... عارفہ بی بی بھی شاہ میر کے پیچھے کمرے میں داخل ہوئیں..

کتنی آوازیں دی سنتی ہی نہیں ہیں. شاہ میر برسنے والی بات اگنور کرتا ہوا آرام سے بولا

تو اپنی بیگم کو آواز دو نا بھائی جسے دن چڑھے تک پہلو میں لٹایا ہوتا ہے. مریم خاصی بدزبان تھی.

آپ زبان دیکھ رہی ہیں اسکی ... وہ عارفہ بی بی کو دیکھ کر افسوس سے بولا.. وہ اندر بخار میں بے سدھ پڑی ہے اور تم لوگ کچھ کر نہیں سکتی تو فضول بھی مت بولو... وہ غصّے سے باہر نکل گیا تھا...

دیکھا امی...... کیسے اسکی زبان بولتا ہے...

مریم نے پراٹھے کا نوالہ کھاتے ہوئے آنکھیں گھما کر کہا...

کام نا کرنے کے بہانے ہیں سارے... اپنی ماں کی طرح مکار ہے یہ بھی.. اس نے بھی میرے بھائی کو ایسے ہی پیچھے لگایا ہوا تھا اسکی ماں کی وجہ سے ہم بہنوں کو بولتا رہتا تھا...

عارفہ بی بی تو جیسے ماضی میں کھو گئی تھی

اب بھائی بھی ایسے کرے گا ؟؟؟ تابندہ جو سب سے چھوٹی اور کم گو سی تھی وہ دسویں جماعت کی طالبہ تھی ... تمام گفتگو کے درمیان اس نے پہلا سوال کیا تھا...

نہیں میری بچیوں تم لوگوں کے ساتھ ایسا نہیں ہونے دوں گی میں ... اور اے مریم تو اپنی زبان پر قابو رکھا کر کیوں بول کر خود کو برا بناتی ہے... میں ہوں نا بولنے کے لیے ... عارفہ بی بی سمجھداری سے بولیں

امی مجھ سے یہ ڈرامے بازیاں برداشت نہیں ہوتیں... بھائی کو دیکھتی نہیں کیسے حبا حبا کر رہا ہوتا ہے اور آج محترمہ کام سے جان چھڑا کر بیماری کا بہانا کر کے بیٹھی ہیں کمرے میں ... کوئی اسکو کیوں نہیں کچھ کہتا... وہ بول

ہی رہی تھی جب دوالیکر آتا شاہ میر اسکی باتیں سن کر ادھر ہی آ گیا تھا...

مریم کے ساتھ ساتھ عارفہ بی بی کا بھی رنگ بدل گیا تھا...

صبح صبح کسی سے اتنی بدگمانی اچھی نہیں مریم کل کو تم نے بھی اگلے گھر جانا ہے... تمہارے ساتھ بھی یہ ہی سب کچھ ہوسکتا ہے... شاہ میر تاسف سے بولتا ہوا کچن میں چلا گیا...

اور کر لے تو بکواس... عارفہ بیگم مریم کو گھوری تھی..

تابندہ اٹھ کر شاہ میر کے پاس کچن میں چلی گئی..

شاہ میر خاموشی سے دودھ گرم کر کے مگ میں ڈال رہا تھا...

مجھے دو بھائی میں کر دوں...

تابندہ نے اپنے بھائی کے چہرے پر پریشانی دیکھ لی تھی...

نہیں گڑیا ہو گیا ہے.. شاہ میر زبردستی مسکرایا تھا

وہ فروٹ کیک اور بسکٹس ٹرے میں رکھ کر اندر چلا گیا..

تابندہ کے دل کو کچھ ہوا تھا... وہ خاموشی سے ابو کے کمرے کی طرف چلی گئی...

شاہ میر اندر آیا تو حبا اٹھ کر بیٹھ چکی تھی...

کیسی ہے میری حبا؟؟؟ شاہ میر پیار سے بولا تھا. آرام سے بیڈ پر ہی بیٹھی رہو ابھی...

یہ آپ نے کیوں کیا؟ وہ شاہ میر کے ہاتھوں میں ٹرے دیکھ کر پریشان ہوئی تھی .. وہ ٹائم دیکھ چکی تھی 9 بج چکے تھے شاہ میر بھی آفس سے لیٹ تھا... شاہ میر کے ابو کو وہ ناشتہ بھی نہیں کرا سکی تھی ... وہ طبیعت کی خرابی کے باوجود شرمندہ تھی... لیکن بخار کے زور کی وجہ سے وہ واقعی اٹھ نہیں پا رہی تھی..

یہ لو باقی باتیں بعد میں پہلے دودھ کے ساتھ کچھ کھالو پھر دوا لینی ہے... شاہ میر نے دودھ کا کپ حبا کو پکڑایا تھا...

دل نا چاہنے کے باوجود اس نے خاموشی سے ناشتہ کر کے دوا لی تھی... حبا کو اتنا تو اندازہ تھا کے شاہ میر کو حبا کے نا اٹھنے اور یوں حبا کے لیے ناشتہ لانے پر کتنی باتیں سننا پڑی ہوں گی ......

اب آپ آفس جائیں میں ٹھیک ہوں شاہ میر... حبا نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے شاہ میر سے کہا

میں چلا جاؤں گا تم پریشان نا ہو اور مکمل آرام کرو.. وہ حبا کو زبردستی لٹا کر اوپر کمبل کر چکا تھا... اب وہ کمرے میں بکھری چیزوں کو سمیٹ رہا تھا... حبا خاموشی سے اسکو دیکھی جا رہی تھی...

کیا محبت انسان کو اس حد تک بدل دیتی ہے ؟ کیا شاہ میر کو واقعی اتنی محبت ہے مجھ سے کہ ایک ایسی لڑکی جسکا آگے پیچھے کوئی بھی نہیں اس کے لیے سب سے ٹکرا رہا ہے .. گلاس میں پانی تک جو ڈال کر نہیں پیتا تھا وہ حبا کے لیے ناشتہ لے کر آتا ہے..

یہ ہی تو اصل محبت ہے محبوب کی خاطر خود کو بدل لینا محبوب کے رنگ میں رنگ جانا اپنی انا کو فنا کر دینا اپنی ہستی کو مٹا دینا... شاہ میر اگر محبت کا دعوے دار تھا تو وہ محبت کے تقاضوں پر پورا اتر رہا تھا...

ایک محبت میں نے بھی تو کی تھی .. حبا نے سوچا.. کتنی محبت کی تھی کتنا چاہا تھا اسکو... لیکن کیا میں نے مجتبیٰ جمال سے اتنی محبت نہیں کی جتنی شاہ میر مجھ سے کرتے ہیں..

میں نے کیسی محبت کی تھی؟ میں نے محبت کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا تھا... میں نے خود کو محبوب کے مطابق نہیں ڈھالا تھا... میں نے خود کو نہیں بدلا اسکی محبت میں... میں نے اپنی سوچ کو ہمیشہ محبت پر ترجیح دی... میں نے مجتبیٰ سے محبت کا دعوا کیا تھا مگر اس دعوے کی کونسی پاسداری کی میں نے... اس کے رنگ میں رنگنے سے ہی مکر گئی تھی میں تو... پھر کیوں میں آج بھی مجتبیٰ کا روگ دل میں لے کر بیٹھی ہوں... کیوں اسکو یاد کرتی ہوں... کیوں اسکو کوستی ہوں... جب کہ محبت کے اصولوں کو تو میں نہیں نبھا سکی تھی... میں نے محبت کی...... اس وقت گناہ ثواب کا کیوں نہیں سوچا... جب بات مجتبیٰ کی مرضی کی آئی تو میرا ایمان جاگ اٹھا... کیا میں غلط تھی... ؟؟؟ شاہ میر بھی تو میری محبت میں وہ کچھ کر رہے ہیں جو پہلے کبھی نہیں کیا تو میں کیوں نہیں کر سکی......وہ اسی الجھن میں تھی جب شاہ میر اسکے قریب آ کر بیٹھ گیا...

میری خوبصورت بیوی کیا سوچ رہی ہے... وہ پیار سے حبا کے بال سہلانے لگا تھا...

شاہ میر آپ محبت میں اتنا بدل گئے جو کبھی نہیں بھی کیا وہ بھی کر رہے ہیں؟؟؟ ایسا کیوں؟

حبا سرخ ہوتی آنکھوں سے شاہ میر کو دیکھ کر پوچھ رہی تھی... وہ کچھ جاننا چاہتی تھی

حبا ڈیئر اللہ نے مجھے تمہارا شوہر بنایا ہے تمہارا محافظ بنایا ہے...

نکاح جیسے بندھن میں باندھ کر ایک دوسرے کے حقوق و فرائض مقرر کر دیے ہیں.. اور میرا فرض ہے تمہارا خیال رکھوں ......تمہارا حق ہے مجھ پر جیسے میرا تم پر بس محبت کے ساتھ جب سے نکاح کے بول بولے تب سے مجھے تم سے محبت کرنے اور بے انتہا کرنے کا سرٹیفکیٹ مل گیا ہے... تمہارا خیال رکھنے کا موقع مجھے میرے رب نے دیا جو میں ہمیشہ رکھوں گا... شاہ میر محبت سے بھرپور لہجے میں بول رہا تھا

اور حبا کی سوچوں کی الجھی گرہیں خود بخود سلجھتی جا رہی تھیں......

تو ثابت ہوا تھا کے شاہ میر کی محبت لفظ نکاح سے جیت گئی تھی.. اور حبا کی محبت...؟؟؟؟. حبا دوائی کے زیر اثر نیند میں جا چکی تھی.......

نوال کمال حسن انہیں ریسیو کرنے ائیرپورٹ آئی تھی...

السلام وعلیکم خالہ جانی ......وہ صبیحہ بیگم کو دیکھتے ہی ان کے گلے لگ گئی......

وسلام میری جان... نوال میری چندا کیسی ہے... صبیحہ بیگم کی چونکہ اپنی بیٹی نہیں تھی وہ نوال سے بالکل سگی بیٹی جیسی محبت کرتی تھیں...

میں ٹھیک ہوں خالہ جانی... مسٹر ارحم کدھر ہے؟؟؟

وہ اب ادھر ادھر ارحم کو متلاشی نگاہوں سے دیکھنے لگی...

آتا ہی ہوگا ساتھ شاپ پے گیا ہے شاید... صبیحہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا...

اوکے آئیں ہم پارکنگ میں جاتے ہیں...... نوال صبیحہ بیگم کو لے کر پارکنگ ایریا میں گاڑی کے پاس جا کر کھڑی ہوگئی۔صبیحہ بیگم آرام سے گاڑی میں بیٹھ چکی تھیں ... جبکہ نوال باہر کھڑی ارحم کا انتظار کر رہی تھی...

دور سے آتے ارحم نے دلچسپی سے نوال کو اپنا انتظار کرتے دیکھا تھا...

تیزی سے اٹھتے قدم ایک دم سے رک گئے تھے... نظر نوال پر پڑی تو وہ بے خودی کے عالم میں ٹھہر گیا..

آج جو ارحم کے ساتھ ہو رہا تھا پہلے کبھی نا ہوا تھا...

وائٹ لائٹ سی ایمبر ائیڈری والی شرٹ اور ٹراوزر پر لونگ سٹائلش شرگ پہنے خوبصورت سن گلاسز کو سلکی بالوں پر ٹکائے وہ ارحم کی منتظر تھی.

ارحم پر نظر پڑتے ہی خوشی سے اس نے اپنا نازک ہاتھ ہوا میں لہرایا تھا...

ارحم نے محبت سے مسکرا کر نوال کو دیکھا تھا...

لاہور کی نسبت اسلام آباد کا موسم کافی سرد تھا اسلام آباد میں ابھی بھی بادل چھائے تھے... ہوا سرد اور تیز تھی۔وہ نوال کمال حسن کی طرف بڑھ رہا تھا...اور وہ خوشی سے مسکرا رہی تھی..

ارحم سے وہ بچپن سے ہی فرینک تھی وہ کزن کے ساتھ ساتھ اسکا بیسٹ فرینڈ تھا...وہ ہر بات ارحم سے ضرور شئیر کرتی تھی... یہ سچ تھا ارحم کا آنا اسے ہمیشہ خوشی دیتا تھا...

کیسی ہو؟؟؟وہ قریب آتے ہی مسکرا کے پوچھ رہا تھا...

بہت اچھی ہوں...اتنی دیر سے کدھر تھے ...وہ ارحم کے ہاتھ سے ہینڈ کیری لے کر گاڑی میں رکھنے لگی.

چلو بچوں.باقی باتیں گھر میں کرنا .. صبیحہ بیگم نے گاڑی کے اندر سے آواز دی تھی... وہ جانتی تھیں ان دونوں کی باتیں طول پکڑ لیں تو ختم ہونے کو نہیں آتیں...

ارحم مسکراتا ہوا فرنٹ سیٹ کی جانب بڑھنے لگا... چلیں مادام......جب نوال نے اسکا ہاتھ تھاما تھا......

وہ حیرت سے پلٹا تھا......ہوا کا تیز جھونکا نوال کے سلکی بالوں کو چھیڑ گیا تھا اور نوال کے بکھرتے ریشمی بال ارحم کے دل کے تار چھیڑ گئے تھے...

کار آپ ڈرائیو کریں گے مسٹر... میں خالہ جانی سے گپ شپ کروں گی ....

نوال نے ایک ہاتھ سے ارحم کا ہاتھ تھاما ہوا تھا... دوسرے ہاتھ سے ارحم کو اپنی گاڑی کی چابی تھمائی ...اور خود فرنٹ سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی......وہ بہت شوق سے اکیلے ہی ان دونوں کو لینے آئی تھی...

ارحم مسکراتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا...

نوال فرنٹ سیٹ پر پیچھے بیٹھی صبیحہ بیگم کی جانب رخ موڑے بیٹھی تھی...

وہ دونوں بیٹھتے ہی باتوں میں مشغول ہو گئیں......

آج ارحم کا دل عجیب لے پر دھڑک رہا تھا... گاڑی ائیر پورٹ سے نکال کر اسلام آباد ایکسپریس ہائی وے پر دوڑ رہی تھی ۔نوال کمال حسن... میری پہلی محبت ...وہ باتوں میں مگن نوال کو دیکھ کر رخ موڑ گیا..وہ آج بہت خوش تھی...بے حد خوش...بات بات پر مسکرا رہی تھی...

سوچتا ہوں...

سوچتا ہوں کہ وہ کتنے معصوم تھے

کیا سے کیا ہو گئے دیکھتے دیکھتے.

میں نے بچپن سے جنکو بنایا صنم

وہ خدا ہو گئے دیکھتے دیکھتے......

گاڑی تیزی سے حسن ولاز کی طرف بڑھ رہی تھی...

آج نوال کمال حسن تمہاری ہنسی تمہاری آنکھوں سے جھلکتی خوشی شائد میرے لیے مبارک ہو .. آج میں تم سے اظہار کروں اور تم خود کو میرا کہہ دو ... میرے جذبوں کی شدت کو محسوس کر کے تم خود کو ارحم کے نام کرنے کا وعدہ کرلو۔۔۔

نصرت فتح علی کی آواز میں چلتی موسیقی ارحم کے دل پر عجیب سا سرور طاری کر رہی تھی...

ہم سے یہ سوچ کر کوئی وعدہ کرو

ایک وعدے پے عمریں گزر جایں گی

یہ ہے دنیا یہاں کتنے عہد وفا

بیوفا ہو گئے دیکھتے دیکھتے...

آج ارحم کا دل نوال کمال حسن کا دل اپنے نام کرانا چاہتا تھا...

اسے امید تھی یقین تھا کہ نوال کا جواب ہرگز منفی نہیں ہوگا...

لیکن امید کا چراغ بجھتے ۔۔اور یقین کو بے یقینی میں بدلتے دیر ہی کتنی لگتی ہے......

انکی گاڑی حسن ولاز میں داخل ہوئی تھی.......

لان میں کھڑے مجتبیٰ کی حیرت زدہ نظروں نے انکا استقبال کیا تھا......

☆......☆......☆

خانہ بدوشوں کی بستی میں آج خوب رونق تھی... ہر طرف گہما گہمی تھی... بچوں کے جھولنے کے لیے جھولے لگے تھے... قطار میں لگی اس بستی کے سامنے ہی میٹھی نمکین چاٹ ، پکوڑے سموسوں، ٹافیوں بسکٹس کے اسٹالز لگے تھے...... یہ 3 روزہ میلہ تھا... جو یہ بستی والے اپنے کسی بزرگ کی یاد میں مناتے تھے... میلے کا پہلا روز تھا ... شدید سردی کے باوجود ان بستی والوں کے دور دراز رہنے والے رشتہ دار اس میلے میں شرکت کو آتے تھے... چھوٹی چھوٹی کالی کالی سی بچیاں لال رنگ کی لپسٹک لگائے.. نیلے پیلے رنگ کے چمچماتے کپڑے پہنے ادھر سے ادھر ہنستی کھلکھلاتی گھوم رہی تھیں.. اپنے اپنے خیموں کے باہر لکڑیاں جلائے خانہ بدوش ہاتھ سینک رہے

تھے... منہ سے نکلتے دھویں اور جلتی لکڑیوں کا دھواں فضا میں یکجا ہو کر پھیل رہا تھا...

تارا نے بھاپ اڑاتی چائے کی کیتلی جو جلتی لکڑیوں کے اوپر لٹک رہی تھی اتاری دو پیالیوں میں چائے ڈالی اور لے کر اندر اپنے خیمے میں چلا گیا...

یہ لیں عالی بی بی... گرم چائے... تارا نے پیالی سامنے بڑی سی سفید چادر میں لپٹی عورت کے سامنے رکھی...،

چادر سے بالکل سپید ہاتھ باہر نکلا تھا... پتلی پتلی لمبی انگلیاں اور بالکل سفید ہاتھ جیسے جسم میں خون کا ذرہ بھی موجود نا ہو... جزاک اللہ تارا... اللہ تمہیں دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرمائے...

کپکپاتے ہاتھوں سے پیالی پکڑتے ہوئے عالی بی بی نے دعا دی تھی... لیکن آواز میں نا عورتوں والی کھنک تھی... اور نا مردوں جیسی کڑک..

عالی بی بی ایک بات تو بتائیں... آئے ہائے... تارا نے اپنے مخصوص انداز میں تالی پیٹی تھی... اللہ جھوٹ نا بلوائے شاہ میر بابو بہت اچھا انسان ہے... لیکن وہ جو دعا کروانے آیا اس بار وہ پوری ہو گی......تارا منہ پر ہاتھ رکھ کر پوچھ رہا تھا...

تارا... پوری کرنے والی ذات تو خدا کی ہے. ہم تمہیں ایک بات بتاتے ہیں... جو اپنی ذات سے بے خبر ہو کر دوسروں کی بھلائی چاہتے ہیں نا خود تو وہ امر ہوتے ہی ہیں لیکن انکی دعاؤں میں ہم سے بھی زیادہ اثر ہوتا ہے اتنا اثر کے خود انکی زبان سے نکلنے سے پہلے ہی وہ دعا اس رب کے پاس پہنچ کر قبولیت کا شرف حاصل کر لیتی ہے ... شاہ میر بابو......ہم نے صرف سنا ہے آج تک انہیں.. رب نے کل بھی انکی سنی تھی اور ہمیں نظر آتا ہے کل رات بھی اسکی دعا قبول ہو چکی ہے... عالی بی بی مدھم لہجے میں بول رہی تھی...

لیکن عالی بی بی بابو ایسا کیوں چاہتا ہے؟؟؟ تارا بہت اداس تھا

تارا تم کو وہ عام انسان لگتا ہوگا... ہم جانتے ہیں وہ درویش ہے... وہ سچا عاشق ہے .. کل جس جزیرے کو اس نے فتح کیا تھا اتنا آسان نہیں اسے کسی اور کے حوالے کرنا بہت دل چاہیے...... بہت حوصلہ چاہیے... شاہ میر بابو ٹوٹے گا بکھرے گا فنا ہوگا... بہت تکلیف سے گزرے گا... بہت کچھ ایسا کرے گا جو اس نے کبھی سوچا بھی

نا ہوگا... لیکن اسے یہ سب کرنا ہوگا... اسکی قسمت میں ہی یہ کچھ ہے... ہم دعا کرتے ہیں تارا اللہ اسکو ہمت دے... تارا ہمارے ساتھ دعا کرو... کرو تارا...

عالی بی بی زاروقطار رو رہی تھیں.. ایک عجیب کیفیت عالی بی بی پر طاری تھی وہ کانپ رہی تھی..

تارا خاموشی سے سب دیکھ رہا تھا کیونکہ وہ ان سب کا عادی تھا...

☆......☆......☆

مجتبیٰ جو سگریٹ کے کش پہ کش لگاتے اپنی سوچوں میں مگن لان میں ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا... نوال کی گاڑی اندر آتے دیکھ کر وہ الرٹ ہوا تھا... ارحم کو ڈرائیو کرتا دیکھ کر وہ چونکا تھا نوال فرنٹ سیٹ جب کہ صبیحہ بیگم پچھلی سیٹ پر براجمان تھیں.. مجتبیٰ پہلے تو حیران ہوا پھر پریشان ہوگیا انکی یوں اچانک غیر متوقع آمد اللہ خیر ہی کرے وہ تیزی سے گاڑی کی جانب بڑھا......

بیک ڈور کھولتے ہی مجتبیٰ نے سوال کر دیا...

امی آپ کیسے آگئیں!؟؟؟

ارے نہ سلام نہ دعا... مجتبیٰ کب سدھرو گے بیٹا... صبیحہ بیگم مجتبیٰ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے گاڑی سے باہر نکلیں۔۔۔ارحم اور نوال بھی مسکراتے ہوئے باہر آئے... بھائی امی سے آپکی جدائی برداشت نہیں ہوئی سو ہم بھی آپ کے پیچھے پیچھے آگئے۔۔۔ارحم مسکراتے ہوئے شرارت سے بولا...

اچھا خالہ جانی سے تو برداشت نہیں ہوئی جدائی بات سمجھ میں آتی ہے تم کیوں ساتھ آگئے پھر ہمم... نوال بھی شوخ ہوئی تھی...

بھئی اپنی ماں کو اکیلا تو نہیں بھیج سکتا تھا نا... جہاں میری ماں وہاں میں...

ارے بس بھی کرو... کیوں میرے بچے کو الجھا رہے ہو... مجتبیٰ میری جان سالگرہ مبارک ہو بیٹا... صبیحہ بیگم نے بڑھ کر مجتبیٰ کی روشن پیشانی چوم لی... اور نوال اور ارحم کی باتوں سے بیزار ہوتا مجتبیٰ دلکشی سے مسکرایا تھا ......اور ماں کو اپنے سینے سے لگا لیا امی آپ مجھے وش کرنے ادھر آئیں... میں آج واپس آجاتا نا......مجتبیٰ نرم لہجے میں بولا...

بھائی جان صرف وش کرنے نہیں سیلیبریٹ بھی کرنے .. ارحم نے پھر ٹانگ اڑائی ۔۔۔

کیا مطلب... صبیحہ بیگم اب نجمہ بیگم سے ملتے ہوئے اندر چلی گئیں...

مطلب آپکی برتھڈے آج رات monal میں سیلیبریٹ کریں گے .. رومان بھائی اور ارحم نے سب ارینجمنٹ کر لیے... نوال نے خوشی سے بتایا تھا...

یہ کیا بچوں والی حرکت ہے تم لوگ جانتے ہو میں برتھڈے سیلیبریٹ نہیں کرتا...... پھر مجھ سے پوچھے بغیر یہ سب کیوں؟؟؟ مجتبی کو کوفت ہوئی تھی... ارحم اور نوال منہ لٹکائے اندر چلے گئے ۔۔۔

برتھڈے تو سیلیبریٹ ہو گی آج تم بھی نہیں روک سکتے... خود تو خوش رہنا نہیں تم نے اور دوسروں کو بھی خوش نا کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے... رومان اب مجتبی کے سر ہو چکا تھا اور یہ کیسے ممکن تھا کہ رومان مجتبی کو قائل نا کرتا... وہ دونوں پھر خوش گپیوں میں مصروف ہو چکے تھے...

☆......☆......☆

موسیقی کی آواز چار سو پھیلی تھی... حبا عظیم کا ماضی آج ورق ورق کھل رہا تھا... فضا میں رنگ برنگی خوشبو یکجا ہو کر ماحول کو معطر کر رہی تھی برقی قمقموں سے اسلام آباد کی یہ سوسائٹی جگمگ کر رہی تھی......سوسائٹی سے ملحق یہ اوپن ایئر شادی ہال انتہائی خوبصورتی اور نفاست سے سجایا ہوا تھا سوسائٹی کے zblock کی سٹریٹ 17 کے اینڈ تک چمچماتی گاڑیوں کی قطار لگی ہوئی تھی... دیدہ زیب لباسوں میں سجے سجائے وجود حسن و دلکشی کا منہ بولتا ثبوت تھے... لڑکیوں کا ایک ٹولا ہال میں موجود ڈانس فلور کی جانب بڑھا... آسمان پر پورا چاند آب وتاب سے چمک رہا تھا...... ہوا کچھ زیادہ تیز چل رہی تھی...

میرے رشک قمر تو نے پہلی نظر

جب نظر سے ملائی مزہ آ گیا...

ساؤنڈ سیسٹم میں سٹریٹ 17 کے آخر تک آواز گونج رہی تھی... ایک جیسا خوبصورت انداز میں دلہن کی تمام سہیلیاں ڈانس کر رہی تھیں...

میرے رشک قمر تو نے پہلی نظر

جب نظر سے ملائی مزہ آ گیا

برق سی گر گئی کام ہی کر گئی

آگ ایسی لگائی مزہ آ گیا

لڑکے کے کچھ دوست ڈھونڈتے ہوئے حال b_17 پہنچ چکے تھے...

ایک جیپ میں 6 لڑکے شامل تھے خوب شور شرابہ کرتے وہ جیپ ہال کے سامنے ہی کھڑی کر کے ہال میں داخل ہوئے......مجتبیٰ جمال آخر میں اترا تھا... ہال میں داخل ہوتے بلیک کرتا شلوار پہنے باس پرفیوم کی خوشبو میں نہایا ہوا مجتبیٰ جمال اترتے ہی اسٹیج کی سیدھ میں آتے ہوئے ٹھٹھک کے رکا تھا...

میرے رشک قمر تو نے پہلی نظر

جب نظر سے ملائی مزہ آ گیا

موسیقی کی آواز نے پورے ماحول کو اپنی قید میں لیا ہوا تھا......مجتبی کے تمام دوست ادھر ادھر ہو گئے تھے مگر مجتبی کی نظر اسٹیج پر مسکراتے وجود کو دیکھ کر رک سی گئی تھی.

برق سی گر گئی کام ہی کر گئی

آگ ایسے لگائی مزہ آ گیا

جام میں گھول کر حسن کی مستیاں

چاندنی مسکرائی مزہ آ گیا...

وائٹ نفیس سی ایمبرائیڈری والے لانگ فراک میں موجود خوبصورت سلکی بال کھولے بڑے بڑے جھمکے پہنے ہلکا سا میک اپ کیے شہد سی رنگت والی وہ دراز قد لڑکی سب لڑکیوں میں نمایاں تھی......سادگی میں اس قدر حسن بھی ہوتا ہے مجتبی جمال ششدر سا اسے دیکھ رہا تھا...

وہ مسلسل مسکرا رہی تھی... وہ ڈانس تو کم ہی کر رہی تھی شاید اپنی دوستوں کے اسرار پر اسٹیج تک آئی تھی......

اسے مبہوت سا تکتے ہوئے مجتبی تھم گیا تھا ارد گرد کا ہر طرح کا حسن جیسے اس سادگی کے آگے ماند پڑ گیا تھا...

وہ اسٹیج سے اتری۔۔۔اور اسٹیج کی سیدھ میں کارپٹ پہ چلتی باہر کی جانب بڑھ رہی تھی ......مجتبی تو جیسے

وہاں رک سا گیا تھا... وہ اپنا جھمکا ٹھیک کرتے اسی جانب بڑھ رہی تھی سرد ہوا کچھ اور تیز ہوئی تھی ...
مجتبی کے قریب پہنچتے ہی اس لڑکی کا پاؤں کارپٹ سے الجھا اور وہ زوردار قسم کی گرنے ہی والی تھی.. نا جانے مجتبی جمال کی نظر لگی تھی یا کسی اور کی بہرحال مجتبی نے فوراً سے پہلے اسے تھام لیا تھا...... پورا ہال اپنے آپ میں مگن تھا...... کسی کا بھی دھیان اس طرف نہیں تھا... مجتبی نے حبا عظیم کو گرنے سے بچا لیا تھا...
حبا نے الجھ کر مجتبی کے کندھے سے لگے اسکے چہرے کی جانب دیکھا تھا ...... ہوا تیز ہوئی تھی... حبا کے ریشمی بال ہوا سے لہرا رہے تھے...

بے حجابانہ ہی وہ سامنے آ گئے
اور جوانی جوانی سے ٹکرا گئی

مجتبی کو خود بھی معلوم نہیں تھا وہ اتنے قریب سے اتنی جلدی اس خوبصورت لڑکی کو دیکھ سکے گا... مجتبی کی گرفت حبا کی بازوں پر تھی وہ الجھی نظروں سے اسکو دیکھ رہی تھی.. اور مجتبی نے بغور اسکی آنکھوں کو دیکھا.. بڑی بڑی الجھی آنکھوں میں بلا کی معصومیت تھی .. کالی چمکدار آنکھیں... نرم نرم سے گالوں میں عجب تمازت تھی...... ناک کی نوک پر چمک تھی...

بے حجابانہ ہی وہ سامنے آ گئے
اور جوانی جوانی سے ٹکرا گئی
آنکھ انکی لڑی یوں میری آنکھ سے
دیکھ کر یہ لڑائی مزہ آ گیا...

موسیقی نے ماحول پہ ایک فسوں طاری کیا ہوا تھا... مجتبی نا جانے کس اثر کے تحت یک ٹک حبا کو دیکھ رہا تھا .. وہ پلکیں گرائے کبھی ایک طرف تو کبھی دوسری طرف دیکھ رہی تھی... پھر نظر اٹھا کر مجتبی کو دیکھا... جو مسلسل اسکے چہرے پہ نظریں جمائے ہوئے تھا... حبا نے زور سے مجتبی کی گرفت سے خود کو آزاد کروایا تھا... اور تیزی سے وہاں سے نکل گئی تھی...

آنکھ میں تھی حیا ہر ملاقات پر

سرخ آرض ہوئے وصل کی بات پر

اس نے شرما کے میرے سوالات پے

ایسے گردن جھکائی مزہ آ گیا...

مجتبی جمال واپس ہوش میں آیا تھا... وہ اپنی خود کی حرکت پے مسکرا رہا تھا... وہ ایسا تو نہیں تھا لڑکیوں پے مرنے والا... جس سوسائٹی سے اسکا تعلق تھا وہاں نت نئے فنکشن اور حسن وشباب کی محفلوں کی بہتات تھی ...... کمال حسن والی مجتبی جمال کی پرسنالٹی پر مرتی تھیں ... حسن مجتبی جمال کی دولت کے آگے بچھ بچھ جاتا تھا... ایسی شادیوں میں توان امیرزادوں کی نظریں بھری ہوتی ہیں... مگر کیا تھا اس لڑکی میں جس نے مجتبی کی نگاہ کو روک لیا تھا...

مجتبی مسکراتے ہوئے اپنے باقی دوستوں کی جانب بڑھ گیا......

☆......☆......☆

وہ b_17 میں کسی سینڈریلا کی طرح فراک دونوں ہاتھوں سے سنبھالے تیزی سے چل رہی تھی...... پوری سٹریٹ ہی جگ مگ کر رہی تھی... سردی کی شدت میں اضافہ ہوا تھا... وہ جو کچھ بھی ہوا اسے حادثہ سمجھ کر بھلا چکی تھی... b_15 میں پہنچ کر وہ ایک خوبصورت گھر میں داخل ہوئی... ابو... ابو... گھر آتے ہی اس نے عظیم صاحب کو آوازیں دینا شروع کر دیں...

ہاں گڑیا۔۔اتنی جلدی آ گئی... عظیم صاحب نے جو وہیل چیئر پر بیٹھے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے پیار سے بولے...

ہاں ابو آپکی فکر ہو رہی تھی... فنکشن تو پتہ نہیں کب ختم ہو سوچا آپکو بھوک لگی ہو گی... حبا اب دن کا بنا سالن مائکرو ویو میں گرم کر رہی تھی... اور ساتھ ہی تازہ پھلکے بنانے لگی......

ہر وقت میری فکر میں نا رہا کرو بیٹا یہی دن ہیں اپنی زندگی جیو... پہلے ہی کم بوجھ ہیں تم پے... عظیم صاحب وہیل چیئر لاؤنج سے کچن کے دروازے کے پاس لے آئے تھے...

آپ خود ہی تو کہتے ہیں حبا میرا بیٹا بھی ہے اور بیٹی بھی میں تو بس اپنے فرض نبھاتی ہوں مگر آپکی ایسی باتیں

مجھے بہت ہرٹ کرتی ہیں ابو... وہ روٹی ہاٹ پاٹ میں لپیٹ رہی تھی...

اچھا بابا آپ جیتی ہم ہارے ... شاہ میر بھی آ رہا ہے اسکے لیے بھی روٹی ڈال دو... عظیم صاحب کہہ کر لاؤنج میں چیئر گھسیٹ کے لے گئے...

وہ سمجھ گئی کے شاہ میر ابو کو نہلانے ہی آیا ہوگا... وہ کتنا ہمدرد تھا نا.. جہاں کوئی بھی انکا اپنا نہیں تھا وہاں ایک شاہ میر تھا جو باقاعدگی سے ان باپ بیٹی کی خبر رکھتا تھا... عظیم صاحب 4 سال پہلے ہی کار حادثہ میں حبا کی ماں سمیت اپنی دونوں ٹانگیں بھی گنوا بیٹھے تھے... حبا انکی اکلوتی بیٹی تھی.. اس وقت وہ میٹرک کی سٹوڈنٹ تھی... صدمہ بہت بڑا تھا... اس صدمہ سے وہ بہت مشکل سے نکل پائی تھی.. عظیم صاحب کی کروائی گئی حادثاتی انشورنس کام آ گئی تھی... 2 سال تو دونوں باپ بیٹی ایک دوسرے سے چھپ چھپ کر روتے رہے... مگر پھر دونوں کو ہی صبر آ گیا...

ایسے میں گلاب خان کے ہنسی مذاق نے دونوں کا دل بہلایا... گلاب خان انکا پڑوسی ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم صاحب کا بہت اچھا دوست بھی تھا... دونوں کا خوب یارانہ تھا... اکثر شاہ میر گلاب خان اور عظیم صاحب جب مل بیٹھتے تو شطرنج کی بازیاں لگاتے... حبا اسی میں خوش تھی کہ اس گھر میں ابھی سانسیں چلتی ہیں جاندار قہقہے سنائی دیتے ہیں......زندگی موجود ہے ......حبا عظیم اکلوتی اولاد تھی... اس نے یہ ضرور سنا تھا کہ اسکی ایک بہن بھی تھی جو اسکے ساتھ ہی پیدا ہوئی مگر وہ پیدا ہوتے ہی فوت ہو گئی تھی... اپنا اکیلا پن ماں کی وفات کے بعد حبا کو کچھ اور بھی محسوس ہونے لگا... لہذا اس نے پرائیویٹ تعلیم کے ساتھ ساتھ اکیڈمی بھی جوائن کر لی جہاں وہ بطور ٹیچر جاب کر رہی تھی... گو کہ عظیم صاحب کی سیونگ سے بھی گزارا اچھا ہو سکتا تھا مگر وہ اپنے اخراجات خود ہی اٹھانے کی کوشش کرتی تھی... عظیم صاحب تو نہیں مان رہے تھے مگر جب گلاب خان اور شاہ میر سے مشورہ کیا تو انہوں نے بھی حبا کی حمایت کی... حبا کا مصروف ہونا از حد ضروری تھا...

حبا کھانا لے آؤ ہمارا بیٹا آ گیا... عظیم صاحب کی آواز پر حبا نے جلدی جلدی کھانا ٹرے میں سجایا اور لاؤنج میں موجود ٹیبل پر لگانے لگی......

اسلام علیکم... شاہ میر اور عظیم صاحب خوش گپیوں میں مصروف تھے... حبا نے شاہ میر کو سلام کیا تھا...

وعلیکم سلام ... وہ صرف سلام کا جواب دے کر خاموش ہو گیا تھا ... ایک نظر حبا کو دیکھا ... ھمیشہ کی طرح دل میں اتر جانے والی صورت ... وہ نگاہ چرا گیا تھا......

وہ کھانا کھا رہے تھے جب حبا کا سیل فون بج اٹھا..

یار ابھی کیا کرنا ہے میں نے آ کر ... عاصمہ حبا کی دوست تھی جسکی مہندی کا فنکشن وہ چھوڑ کر آئی تھی ... عظیم صاحب نے حبا سے فون لے لیا...

بیٹا میں اسکو بھیج رہا ہوں تم فکر نا کرو... کہہ کر فون رکھ دیا...

شاہ میر بیٹا حبا کو عاصمہ کے گھر چھوڑ آؤ اکلوتی دوست کی شادی چھوڑ کر میری خاطر گھر آ گئی ہے...

جی ماموں ٹھیک ہے ... چلو حبا اور ماموں کی پریشانی مت لینا آج رات میں ادھر ہی ہوں آفس کا کچھ کام ہے ادھر سکون سے مکمل ہو جائے گا... شاہ میر کھڑا ہوا تھا...

اچھا یہ تو اور بھی بہتر ہے..اوکے ابو میں چلتی ہوں پھر...وہ مطمئن سی ہو کے کھڑی ہوئی تھی...

ہاں اور جب آنا ہوا شاہ میر کو بتا دینا وہ لے آئے گا...

جی ٹھیک ہے... چلیں؟؟ وہ شاہ میر کو دیکھ کر بولی

اوکے......

سٹریٹ 15_b سے سٹریٹ 17_b تک محض 2 گلیوں کا راستہ...

حبا عظیم تمہیں کیا معلوم یہ دل تمہارے ساتھ تا عمر چلنے کا خواہش رکھتا ہے ... مگر یہ ہو ہی نہیں سکتا ایسا ممکن ہی نہیں ......تم ایک ایسا جزیرہ ہو جس کو میں فتح کر بھی لوں تو اس پر حکومت نہیں کر سکتا ... اسکو اپنا مان نہیں سکتی .... حبا خاموشی سے اس سنگ قدم سے قدم ملا کر چل رہی تھی .. شاہ میر خاموش تھا ... وہ اس کے سامنے اکثر خاموش ہی رہتا تھا... اور وہ بھی کہاں بولتی تھی... شاہ میر کی ذات میں اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی ... ہال کے سامنے پہنچ کر وہ دونوں رک گئے تھے......

تھینک یو شاہ میر ... وہ شکریہ ادا کر رہی تھی...

حبا تمہاری میری اتنی انڈرسٹنڈنگ تو نہیں کہ کچھ سمجھا سکوں مگر اتنا ضرور کہوں گا اپنی زندگی کو انجوائے کرو...

اوکے چلتا ہوں...

وہ مسکرا کر پلٹ گیا تھا......

وہ بھی شاہ میر کی بات پر مسکرا کے اثبات میں سر ہلا کر اسے جاتا دیکھتی رہی..... پر کشش سا اسکا کزن واقعی بہت خوبصورت دل کا مالک تھا... نا جانے کیوں حبا کے سامنے وہ خاموش رہتا تھا... وہ سر جھٹک کر اندر جانے کے لیے پلٹی تو ڈر گئی... مجتبیٰ جمال ہاتھ باندھے اسکے پیچھے کھڑا تھا...

میں تو تمہیں بہت معصوم سمجھا تھا... وہ اسکو گھورتے ہوئے بولا...

کیا؟؟؟ کیا مطلب؟؟ کیا کہہ رہے ہو تم...؟؟؟ وہ اسکی بات پر چونکی تھی.......

☆......☆......☆

عشق کی منزل جو ڈھونڈنے نکلے ہیں......

کسی نے خود کو گنوا دیا

کسی نے خدا کو پالیا...

عجب ہے تماشہ میرے اردگرد

لگا ہوا

دنیا کی ہوس نے کسی کو

اجاڑ دیا

یار کی چاہ نے یار کو

سنوار دیا

عصر کی نماز کے بعد خانہ بدوشوں کی بستی میں ایک بار پھر رونق امڈ آئی تھی... کچھ بزرگ دوسری بستی سے بھی شامل ہوئے تھے جنھیں صوفی کلام پڑھنے کے لیے بلایا گیا تھا.......

چھوٹی سی ندی کنارے واقع یہ خانہ بدوشوں کی بستی کی فضا آج عجیب سی روحانی خوشبو سے معطر تھی.......

سنہری دھوپ ڈھل رہی تھی ہر شے نکھری ہوئی تھی گرم گرم پکوڑوں اور اگربتیوں کی خوشبو یکجا ہو کر ماحول میں

خوشگوار سا احساس جگا رہی تھی...

کوئی صوفی بزرگ زمین پر بچھی دری پر بیٹھے تھے... آس پاس لوگوں کا جھمگٹا لگا ہوا تھا...

قطرہ گرا سمندر میں سمندر ہو گیا

عاشق ملا جو موت سے قلندر ہو گیا

صوفی اپنی مخصوص کیفیت میں آ چکے تھے... آواز میں ایک عجیب سوز تھا لے میں ایک درد۔۔۔۔۔۔جو ہوا میں پھیلتا ہوا اپنے خیمے میں نماز عصر ادا کر کے دعا کرتی عالی بی بی کے دل سے ٹکرا گیا تھا...

قطرہ گرا سمندر میں سمندر ہو گیا

عاشق ملا جو موت سے قلندر ہو گیا

یہ دنیا فانی ہے آنی جانی ہے

عشق تو عشق ہے اللہ کی مہربانی ہے

عشق حاضر ہے سولی پے لٹک جانے کو

موت سے بڑھ کر سزا دو گے کیا دیوانے کو

قطرہ ملا سمندر سے سمندر ہو گیا

عاشق ملا جو موت سے قلندر ہو گیا

عشق تو عشق ہے تارا کیا حقیقی کیا مجازی... رستہ تو کٹھن ہے نا دونوں کا... عشق حقیقی کی منزل رب سے ملنے کی امید میں کٹ ہی جاتی ہے چاہے رستہ کتنا ہی دشوار کیوں نا ہو پھر منزل بھی اتنی خوبصورت... کوئی خسارہ نہیں... مگر عشق مجازی والے کیوں جلتے ہیں تارا... عشق مجازی کی کوئی منزل نہیں... رستہ اتنا دشوار کے روح تک رستے میں لگی آگ سے جھلس جائے... درد اتنا کے دکھائے نہ دکھے چھپائے نہ چھپے... نقصان ہی نقصان... مولا کسی کے دل کو عشق مجازی میں نا دھڑکائے تارا۔۔۔سن رہی ہو نا... عاشق کی منزل صرف موت ہے صرف موت......عالی بی بی خیمے میں موجود تارا سے کہتے ہوئے رو رہی تھی...... پورا وجود سفید چادر میں لپٹا ہوا تھا... ایک تارا تھا جس نے آج تک عالی بی بی کو دیکھا ہوا تھا... ورنہ عالی بی بی اپنے خیمے سے باہر نہیں آتی تھیں

......اللہ نے دعا میں وہ تاثیر رکھی تھی کہ فوراً سے بیشتر قبول ہوتی تھی... لوگ 2 وقت کی روٹی تارا اور عالی بی بی کو ویسے بھی دے جاتے تھے......کچھ تارا بھی کچھ نا کچھ عزت سے اکٹھا کر لیتا تھا چونکہ وہ خواجہ سرا تھا تو لوگ اسکو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے... وہ زیادہ وقت عالی بی بی کی خدمت میں گزارتا تھا...

اس وقت تارا کو عالی بی بی کے چہرے پر جو اذیت نظر آئی تھی اس نے تارا کو ہلا کر رکھ دیا تھا...

عالی بی بی خدارا خود کو اتنی تکلیف میں مت ڈالا کریں آپکا عشق تو اس رب سوہنے کے ساتھ ہے پھر آپ کیوں تکلیف میں ہیں؟؟؟ تارا نے دوپٹے کے پلو سے عالی بی بی کے آنسو صاف کیے......

تارا میں تو ہر پل روتی ہوں میرا دل ہر وقت خوف خدا سے لرزتا رہتا ہے... عشق میں آنسوؤں کی آمیزش نا ہو تو عشق کامل ہی کب ہوتا ہے......لیکن اس وقت میں واقعی عشق مجازی میں لٹنے والوں کے لیے رو رہی ہوں انکے لاحاصل سفر پر ملال ہو رہا ہے مجھے، کون ہوتے ہیں وہ لوگ جو سب جانتے ہوئے دنیا بھی داؤ پر لگا چھوڑتے ہیں اور آخرت میں بھی اس محبت کا عذاب سہتے ہیں سزا کی صورت میں......تارا بہت باہمت ہوتے ہیں یہ لوگ......بہت باکمال...... عالی بی بی بول رہی تھی اور تارا کا ذہن نا جانے کیوں عالی بی بی اور شاہ میر بابو کو سوچ رہا تھا......

☆......☆......☆

یہ سرد وادیوں کے عشق بھی
عجیب ہوتے ہیں
یہ برف پوش پہاڑوں کی
محبتیں بھی
عجب کشش رکھتی ہیں
ہوا میں بکھری موسیقی
اور یار کی موجودگی
دیکھنے کو تو منظر مکمل ہے

لیکن

میری دھڑکنوں کے شور کو

میری سانسوں کی سرگوشی کو

سنو تو سہی...

میرے آنکھوں میں اپنے عکس

دیکھو تو سہی...

شاید تمہیں احساس ہو

یہ محبت بہت عجب ہوتی ہے

اور

محبت کرنے والے بھی عجیب ہوتے ہیں

پہاڑوں کے بیچ و بیچ واقع ریسٹورنٹ جنگل میں منگل کی مثال پیش کر رہا تھا......شام 7 بجے کے قریب وہ لوگ مجتبیٰ کی برتھڈے سیلیبریٹ کرنے منتخب monal ریسٹورنٹ پہنچ چکے تھے...

مجتبیٰ رومان اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ مجتبیٰ کی پراڈو میں تھے جبکہ نوال گل بی اور اپنی کچھ فرینڈز کے ساتھ اپنی کار میں تھی اور ارحم صبیحہ بیگم اور نجمہ بیگم کو رومان کی گاڑی پر لے کر آیا تھا... اسکے علاوہ بھی کچھ مہمانوں کو ڈائریکٹ ریسٹورنٹ میں ہی مدعو کیا گیا تھا......نوال اور مجتبیٰ کی گاڑیاں ساتھ ساتھ ہی پہنچی تھیں......

نوال مجتبیٰ جمال کو گاڑی پارک کرتے بہت دلچسپی سے دیکھ رہی تھی...

مجتبیٰ کیونکہ بے دلی سے انکے ساتھ آیا تھا ناگواری کے تاثرات چہرے پر نمایاں تھے... اسکے گاڑی پارک کرنے کے بعد نوال بھی گاڑی پارک کر کے باہر نکل آئی۔۔۔۔ارحم ان سے پہلے ہی پہنچ چکا تھا... رومان بھی اپنے دوستوں کو لے کر نیچے چلا گیا مجتبیٰ نے سموکنگ کے لیے 5 منٹ لیے تھے لہذا رومان خاموشی سے انتظامات دیکھنے چلا گیا...

گل بی آپ بھی میری فرینڈز کو لے کر بھائی کے پیچھے جائیں ماما اور خالہ جان کو جوائن کریں میں آتی ہوں

... نوال نے گل بی کو کہا اور گل بی دور کھڑے مجتبیٰ کو دیکھ کر معنی خیز نظروں سے نوال کو دیکھ کر مسکرائی ... ٹھیک ہے مڑا.. چلو بچیوں ہم کے پیچھے ... نوال نے مسکراتے ہوئے گل بی کو دیکھا اور مجتبیٰ کی جانب بڑھ گئی......

سردی یہاں اسلام آباد کی نسبت تھوڑی زیادہ ہی تھی... یہ ریسٹورنٹ کچھ اس طرز سے پہاڑوں میں بنایا گیا کے پارکنگ ایریا اوپر تھوڑی بلندی پے جبکہ ریسٹورنٹ نیچے تھا ... پارکنگ ایریا کے ایک جانب سے سارا اسلام آباد نظر آ رہا تھا... رات کے اندھیرے میں یہ منظر اور بھی پرکشش لگتا ... مجتبیٰ جمال اسی جانب رخ پھیرے کھڑا تھا.. اتنی بلندی سے شہر کی لائٹس کو دیکھ کر کو بہ کو بکھرے جگنوؤں کا گماں ہو رہا تھا....... وہ اتنی بیدردی سے سگریٹ کا ایک کش لگاتا اور مسل کے پھینک دیتا......نوال کے اسکی طرف بڑھتے قدم رک گئے تھے... وہ وائٹ ڈریس شرٹ کیساتھ بلیک کوٹ پہنے ہوئے بہت بکھرا بکھرا محسوس ہو رہا تھا......بینسن کی ڈبی وہ خالی کر چکا تھا... اب وہ عجیب اضطراب سے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا...... پھر رک کر زور سے گرل پر ہاتھ دے مارا... مجتبیٰ ---- نوال نے جلدی سے آگے بڑھ کر مجتبیٰ کا ہاتھ تھام لیا... کیا کر رہے ہیں آپ ... زور سے لگ جاتی تو... وہ اپنی نازک ہتھیلیوں سے مجتبیٰ کے مردانہ ہاتھ کو سہلا رہی تھی......مجتبیٰ کی اس حرکت پر وہ تڑپ سی گئی تھی......

مجتبیٰ غور سے نوال کمال حسن کو حیرانگی سے تکنے لگا...... کتنی فکر نمایاں تھی اسکی چہرے پر...... وہ اسکے درد کو محسوس کر رہی تھی... مجتبیٰ نے حیرت انگیز طور پر کوئی مزاحمت نہیں کی تھی.. دل نوال کمال حسن میں حبا عظیم کو دیکھنا چاہ رہا تھا... وہ پتا نہیں کیا کچھ بول رہی تھی مگر مجتبیٰ بس یک ٹک اسکو دیکھ رہا تھا... بلیک ٹراوزر شرٹ میں پونی ٹیل بنائیں شمری آئیز کے ساتھ سوفٹ میک اوور میں وہ بلاشبہ بہت حسین لگ رہی تھی.. سلکی سنہرے بالوں کی ایک لٹ اسکے گالوں پر آئی تھی... مجتبیٰ کا ہاتھ جانے کس احساس کے تحت اٹھا اور وہ نوال کے چہرے سے اسکے بالوں کو ہٹانے ہی والا تھا کہ....... اچانک ہی مجتبیٰ کی آنکھوں میں کسی اور کی آنکھوں کی جھلک آئی تھی.. سیاہ شفاف چمکدار آنسوؤں سے لبالب بھری آنکھیں ......ایسی آنکھیں جنکی تاثیر کے آگے نوال کمال کی پرکشش آنکھیں مجتبیٰ کو حقیر لگیں تھیں... وہ جھٹکے سے پیچھے ہوا تھا....... اور تیزی سے اس نے نوال کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑایا تھا...

howdareyou?

what'swrongwithu?justleavemealone......

وہ اونچی آواز میں اس طرح دھاڑا کے نوال بھی ایک لمحے کو کانپ گئی... وہ فورا پیچھے ہوئی تھی......

مجتبیٰ کہہ کر رکا نہیں اور تیزی سے نیچے چلا گیا... نوال ششدر سی وہیں پر کھڑی رہ گئی.. بالکل جامد...... بالکل ساکت... ناجانے کتنے ہی لمحے وہ ساکن رہی ... عجیب ذلت کے احساس نے اسکو گھیر لیا تھا... آنکھوں سے نمی خود ہی بہہ نکلی تھی... مجتبیٰ اتنی تذلیل بھی کوئی کرتا ہے... مجتبیٰ نے جس حقارت سے اسے دھتکارا تھا وہ اسکی قطعی توقع نہیں کرتی تھی.. ...... غلطی میری ہی ہے میں کیوں آپکے پیچھے پڑی ہوں... کیوں اپنے دل کو آپکے ساتھ بندھا ہوا محسوس کرتی ہوں ..... کیوں آپ سے محبت کرتی ہوں. ...... کیوں اپنی سیلف ریسپیکٹ کو روندنے پہ تلی ہوں میں...... وہ قدرے اندھیرے میں جا کر خوب روئی...... بس اب نہیں... مجتبیٰ اب میں کچھ بھی ایسا نہیں کروں گی جس سے میں آپکے قریب ہوں... اب نہیں نوال نے رگڑ رگڑ کر گالوں میں بہتے آنسو پونچھے...

نوال نوال.. ارحم اسکو آوازیں دیتا ہوا اوپر آ رہا تھا... وہ خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرنے لگی...

☆......☆......☆

ہیلو مسٹر میرا راستہ چھوڑیئے... وہ مجتبیٰ جمال کو یوں ڈھیٹوں کی طرح سامنے کھڑا دیکھ کر تلملا اٹھی تھی......

وہ کون تھا؟ مجتبیٰ نے شاہ میر جس طرف گیا تھا اس جانب نظروں سے اشارہ کر کے پوچھا تھا......

ایکسکیوز می۔۔۔ آپ ہوتے کون ہیں یہ پوچھنے والے ...... مجتبیٰ کے اس سوال پر حبا عظیم کو غصے کے ساتھ ساتھ اسکی دماغی حالت پر بھی شبہ ہوا تھا...

مجتبیٰ نے ایک قدم مزید آگے بڑھ کر بغور اسکے ماتھے پر موجود سردی کے باوجود پسینے کی ننھی بوندوں کو دیکھا تھا۔ وہ عجیب الجھی خفگی سے پر نگاہوں سے اسکو دیکھ رہی تھی...

میں مجتبیٰ جمال حسن... اور تمہیں مسئلہ کیا ہے بتادو کہ وہ کون تھا میں تمہارے راستے سے ہٹ جاتا ہوں... وہ ہٹ دھرمی سے بولا تھا...

کزن تھا میرا اب راستہ چھوڑو...... حبا کو اسکا یوں راستہ روکنا گھبراہٹ میں مبتلا کر رہا تھا...

اوکے تمہارا نام ... وہ دلکشی سے مسکرایا تھا...

حبا عظیم جو آگے بڑھنے لگی تھی مجتبیٰ پھر اسکے سامنے تیزی سے آیا تھا...

حبا عظیم......حبا نے خوب چبا کر غصیلے انداز میں جواب دیا اور مجتبیٰ مودبانہ انداز میں سائیڈ پے ہو گیا......

حبا تیزی سے وہاں سے قدم اٹھاتی اسکی نظروں سے اوجھل ہوئی تھی ..

حبا عظیم......

innocent and lovely girl

مجتبیٰ کو عجیب اپنایت اور کشش سی محسوس ہونے لگی تھی اس لڑکی میں ... وہ جب سے فنکشن میں آیا تھا پہلی نظر جو حبا پر پڑی تو اسکے بعد نظروں میں جیسے کوئی سما ہی نہیں رہا تھا...

وہ اپنے دوست سلمان کا شکر گزار تھا جسکے انتہائی فورس کرنے پر وہ اس فنکشن پے آیا تھا... اگرچہ وہ اسلام آباد رومان کے لیے آیا تھا مگر رومان کی مصروفیت اور مزید بور نا ہونے کی وجہ سے اس نے سلمان کی پیشکش قبول کی تھی... کیونکہ شادی سلمان کے دوست کی تھی اور آج کمبائن مہندی فنکشن تھا......

☆......☆......☆

کھانے سے فارغ ہو کر وہ کافی دیر عاصمہ کے زبردستی بٹھانے پر اسٹیج پر ہی بیٹھی رہی......وہ ایک پراعتماد لڑکی تھی مگر خود کو مسلسل کسی کی نظروں کے تعاقب میں محسوس کر کے کنفیوز ہو رہی تھی ... مجتبیٰ جمال اپنے قیمتی آئی فون میں نا جانے اسکی کتنی تصویریں محفوظ کر چکا تھا...

بات سنو... وہ عاصمہ سے اجازت لے کر ابو کو فون کرنے لگی تا کہ وہ شاہ میر کو بھیج دیں فون بند ہی ہوا تو عقب سے پھر وہی آواز سن کر وہ رک گئی...

جی ... انتہائی طنزیہ جی کہا گیا

مجتبیٰ بے اختیار مسکرا اٹھا

ایکچولی ایم رئیلی سوری... معلوم نہیں تم مجھے کیا کیا سمجھ رہی ہوگی میں کوئی فلرٹ ٹائپ کا لڑکا نہیں ہوں... آئی مین میری اس طرح کسی کو تنگ کرنے کی عادت بھی نہیں ہے... لیکن تم ویسے ہی اچھی لگ گئی اور ہر اچھی چیز

کو جاننا میری عادت ہے... وہ مسکراتے ہوئے کندھے اچکا کر بولا

حبا کو وہ جھوٹا نہیں لگا تھا... حبا نے بغور دیکھا وہ بہت شاندار پرسنالٹی کا مالک جاذب نظر بندہ تھا وہ کسی اینگل سے بھی غلط نہیں لگتا تھا...

اسکی سیاہ چمکدار شفاف آنکھوں میں کھنچاؤ تھا۔۔ جب براہ راست اس نے حبا کی آنکھوں میں دیکھا.. تو وہ نظر چرا گئی تھی...

اوکے اور کچھ... وہ سختی سے بولی...

میں تمہیں صفائی نہیں دے رہا تم اچھی لگی... سو دوستی کرو گی مجھ سے؟؟؟

مجتبیٰ نے اپنا ہاتھ بڑھایا...

وہ حیران ہی تو رہ گئی بہت فری ہو رہا ہے یہ تو...

نہیں مجھے قطعی کوئی دلچسپی نہیں دوستی میں وہ بھی تم سے ......وہ جواب دے ہی رہی تھی جب اسکا سیل فون بج اٹھا شاہ میر کی کال تھی وہ باہر کھڑا ہوگا... کال کٹ کر کے جیسے ہی اپنی بات مکمل کرنے کیلئے سر اوپر کیا مجتبیٰ جمال وہاں موجود ہی نہیں تھا

اس نے طائرانہ نگاہ اردگرد ڈالی.. وہ کہیں نہیں تھا...

حبا عظیم سر جھٹک کر باہر آ گئی جہاں شاہ میر اسکا منتظر تھا..

☆......☆......☆

شاہ میر شاہ میر دروازہ کھولیں ......رات کے آخری پہر دروازہ اتنی زور سے کھٹکھٹانے والی حبا عظیم ہی تھی ...وہ ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھا...یا اللہ خیر...

جلدی سے اس نے دروازہ ان لاک کیا...

حبا کیا ہوا؟؟؟ وہ حبا کو یوں روتا دیکھ کر از حد پریشان ہوا تھا

شاہ میر.. ابو... وہ بری طرح رو رہی تھی...

اور شاہ میر حبا کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی عظیم صاحب کے کمرے کی جانب بھاگا...

ماموں جان... وہ عظیم صاحب کو بیڈ سے نیچے گرا دیکھ کر ساکت سا ہو گیا... زمین جیسے قدموں تلے سے نکل گئی... وہ انکے پاس آیا سیدھا کر کے انکی سانسیں اور نبض چیک کی... انکی سانسیں بحال تھیں مگر وہ ہوش سے بیگانہ تھے حبا گلاب خان کو فون کرو جلدی... ہمیں ماموں کو ہسپتال لے جانا ہو گا ابھی... شاہ میر نے عظیم صاحب کو اٹھا کر بیڈ پر لٹایا.. اور پھر ہوا کی سی تیزی سے شاہ میر اور گلاب خان عظیم صاحب کو لے کر ہسپتال پہنچے۔۔ حبا بھی انکے ہمراہ تھی جو مسلسل رو رہی تھی۔ جہاں ڈاکٹر نے شدید ہارٹ اٹیک کی تصدیق کر دی..

ڈاکٹر کے بتانے پر حبا کی رہی سہی ہمت بھی ختم ہو چکی تھی...

شاہ میر ادویات کے سلسلے میں جب سے آیا بھاگ دوڑ کر رہا تھا...

حبا نے دیکھا شاہ میر خاموشی سے ہال میں بنے بینچ پر بیٹھ گیا وہ لمبا چوڑا جوان جیسے بکھر سا گیا تھا... مجھ سے بھی زیادہ کوئی ابو سے پیار کرتا ہے؟؟؟ وہ خود سے پوچھ رہی تھی جسکا جواب اسکے سامنے بیٹھا وجود تھا وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے شاہ میر کے پاس آئی۔۔ شاہ میر...... شاہ میر ہنوز خاموش تھا۔

شاہ میر... حبا نے پھر پکارا تھا...

ہم...... ہاں... وہ سوالیہ نظروں سے حبا کو دیکھنے لگا...

آو بیٹھو حبا ام سوری تمہارا خیال ہی نہیں رہا کچھ چاہیے تمہیں؟

وہ واقعی شرمندہ تھا ہسپتال آئے انہیں 3 گھنٹے سے زیادہ کا وقت گزر چکا تھا مگر اسے عظیم صاحب کے علاوہ کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا...

نہیں مجھے کچھ نہیں چاہیے... ڈاکٹر کیا کہتے ابو ٹھیک ہو جائیں گے نا... وہ شاہ میر کے ساتھ بیٹھ گئی تھی...

ہاں انشااللہ ضرور ٹھیک ہو جائیں گے تم بس دعا کرو حبا... گلاب خان کدھر ہے؟

شاہ میر جانتا تھا ڈاکٹر نے کوئی خاطر خواہ امید نہیں دلائی تھی... مگر وہ حبا کو مزید پریشان نہیں کر سکتا تھا۔..

وہ نماز ادا کرنے گئے ہیں... شاہ میر ابو کے کچھ پیسے بینک میں پڑے ہیں وہ آپ آج نکلوا لیجیے گا... حبا کو ہسپتال کے اخراجات کا بخوبی اندازہ تھا... وہ سارا بوجھا کیلے شاہ میر پر نہیں ڈال سکتی تھی...

حبا تمہیں مجھ پر بھروسہ ہونا چاہیے...... اور جو پیسے ماموں جان کے اکاؤنٹ میں ہیں وہ پڑے رہنے دو

... وہ بہت دور کی سوچ رہا تھا۔ میں ماموں جان کو دیکھ کر آتا ہوں تمہارے لیے کچھ کھانے کو بھی لے آتا ہوں
... شاہ میر جانے لگا جب حبا کی آواز پر رک سا گیا

شاہ میر ابو ٹھیک ہو جایں گے نا؟ وہ رو رہی تھی.. جانے کیا شبہ تھا جو حبا عظیم کو قرار نہیں آ رہا تھا...... شاہ میر گویا بے بس ہو گیا تھا وہ کیسے بتاتا کہ اٹیک اتنا شدید ہے جسکی ریکوری ممکن نہیں ... عظیم صاحب آئی سی یو میں تھے حبا ادھر بیٹھی رو رہی تھی شاہ میر کیسے سچویشن سنبھالے گا اسے خود بھی نہیں معلوم تھا وہ بس خاموشی سے اسے دیکھ کر چلا گیا... وہ جانتا تھا حبا بہت سٹرونگ ہے اب تک کے ہونے والے تمام حادثات میں اس نے حبا کو کسی کے کندھے پے سر رکھے روتے نہیں دیکھا تھا وہ غم کو اندر ہی اندر سہنے کا کمال حوصلہ رکھتی تھی...... وہ بھی عام لڑکیوں کی طرح اپنے آنسوؤں کو روک نہیں سکتی تھی مگر ایک بات جو اس میں تھی اسے رونے کے لیے کسی کا کندھا کسی کا سینہ یا کسی کا سہارا درکار نہ تھا......

وہ اپنی والدہ کی وفات پر بھی روئی اور خوب روئی ... شاہ میر دیکھتا کبھی وہ اس کونے تو کبھی اس کونے چھپ کے رو رہی ہوتی ... اور عظیم صاحب کو ایسے حوصلہ دیتی جیسے خود بہت مضبوط ہو... ہاں جنکو اپنا غم بانٹنے کے لیے کسی کے سہارے کی ضرورت نا ہو وہ بہت مضبوط ہوتے ہیں اور حبا ان میں سے ہی ایک تھی......

☆......☆......☆

شاہ میر ڈاکٹر سے مل کر کینٹین سے حبا اور گلاب خان کے لیے ناشتے کا سامان لینے آیا... اس نے جینز کی پاکٹ سے اپنا سیل فون نکالا......

ہیلو امی...... شاہ میر نے عارفہ بی بی کو فون کیا

ہاں کدھر ہے تو شاہ میر رات گھر کیوں نہیں آیا... ؟؟؟

امی میں ماموں جان کے گھر تھا... اور ماموں......

اچھا شاباش! ماں کو تیرا ماموں پوچھتا نہیں اور تو جا جا اس کے گھر بیٹھتا ہے۔ عارفہ بی بی بری طرح چڑ گئی۔

امی ماموں جان آئی سی یو میں ہیں اس وقت ... آپ تابندہ یا مریم کو لے کر جلدی پہنچ جائیں ... حبا کو آپکی ضرورت ہے... شاہ میر نے مدعا بیان کیا

ہائے کیا ہوا عظیم کو... عارفہ بی بی چپ سی ہو گئیں...

بس آپ آجائیں.. شاہ میر نے ہسپتال کا اڈریس تابندہ کو سمجھا کر فون رکھا اور ہال کے اندر داخل ہوا جہاں کا منظر بدل چکا تھا......

☆......☆......☆

عظیم صاحب بھی حبا کو چھوڑ کر چلے گئے۔۔۔قل کروا کر عارفہ بی بی بھی بیٹیوں کو لے کر گھر چلی گئی بہانہ شاہ میر کے بیمار والد تھے...

گلاب خان کے بیوی بچوں اور خود گلاب خان نے ہی ساری دنیاداری نبھائی اور سب انتظامات شاہ میر نے کیے... عارفہ بی بی نے 2 دن بس بھائی کی یاد میں ہی گزارے حبا کے ساتھ بھی بس دکھاوے کی حد تک ہمدردی جتائی... شاہ میر کو یقین تھا وہ کچھ دن یہاں رک جائیں گی مگر نا عارفہ بی بی نے رکنا تھا نا وہ رکی یہاں تک حبا کو ساتھ چلنے کا بھی نہیں کہا......

شاہ میر کو یہ بات بری طرح محسوس ہوئی تھی...

شام ہو رہی تھی گلاب خان کی بیوی اور بیٹی گھر صاف ستھرا کر کے کچھ دیر کے لیے اپنے گھر چلے گئے۔۔۔

گلاب خان اور شاہ میر چھوٹے سے لان میں بیٹھے تھے...

مارا تمہاری والدہ کو ابھی حبا کے ساتھ ہونا چاہیے تھا حبا کو کسی اپنے کا ضرورت ہے... تم سمجھ رہا ہے نا شاہ میر... گلاب خان از حد پریشان تھا

جی میں سمجھ سکتا ہوں میں بھی اسی متعلق فکر مند ہوں گلاب خان... میں حبا کو اپنے گھر لے جانا چاہتا ہوں کچھ دن... مگر پہلے اسکا ذہن جاننا ضروری ہے... شاہ میر کو اس وقت اپنی ماں پر بہت شدید غصّہ تھا جو اس موقع پر اپنی سگی بھتیجی کو اکیلا چھوڑ گئی تھیں...

جیسے وہ چاہتا ہے ویسے ہی کر لیں گے... آخر وہ ہمارا بھی بیٹی ہے ہم اسکو اکیلا نہیں چھوڑے گا... تم بیٹھو ہم ذرا مسجد جا رہا کام سے... گلاب خان کہتا ہوا مین گیٹ سے باہر نکل گیا...

شاہ میر نے ایک نظر سیاہ ہوتے آسمان پر ڈالی... ماموں جان بہت جلدی کر دی آپ نے... بہت... وہ آہ

بھر کے رہ گیا...

☆......☆......☆

وہ ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوا تو دبی دبی سسکیوں نے اسے متوجہ کیا... آواز حبا کے کمرے سے آ رہی تھی... وہ آہستہ سے چلتے ہوئے ادھ کھلے دروازے سے دیکھنے لگا... حبا عظیم صاحب کی شال کو سینے سے لگائے زارو قطار رو رہی تھی وہ اپنی سسکیوں کو شال کے اندر دفن کرنے کی کوشش کر رہی تھی...

شاہ میر کا دل جیسے جکڑ سا گیا... وہ دروازے سے پیچھے ہٹ گیا......

یا خدا میں کیسے اس لڑکی کے غم کو کم کروں کیسے اس کے درد کو ختم کروں......وہ ہمت کر کے کمرے کے اندر چلا گیا... حبا... اس نے حبا کو پکارا تھا

حبا نے روتی آنکھوں سے شاہ میر کو دیکھا...

حبا... پلیز مت رو... مجھے نہیں سمجھ آ رہی کیسے تمہیں تسلی دوں مگر تمہیں ایسے اکیلے روتا ہوا بھی نہیں دیکھ سکتا......سو بی بریو۔۔۔ ماموں جان کو تمہارے ایصال ثواب کی ضرورت ہے......

شاہ میر کو واقعی تسلی دینا بھی نہیں آ رہا تھا۔

حبا آنسو صاف کر کے کسی بچے کی طرح اثبات میں سر ہلا رہی تھی...

گڈ گرل... چلو تمہارا سامان پیک کرتے ہیں... شاہ میر مسکراتے ہوئے کھڑا ہوا

سامان پیک؟ لیکن کیوں؟ حبا الجھی تھی...

کیوں کہ تم میرے ساتھ چل رہی ہو ہمارے گھر... شاہ میر نے صاف بات کی

لیکن شاہ میر میں یہ گھر چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی... میرے امی ابو کی یادیں ہیں یہاں... میں کہیں نہیں جاؤں گی... حبا کا انداز دو ٹوک تھا

حبا تمہاری بات ٹھیک ہے مگر میں کیسے تمہیں اکیلا چھوڑ کے جا سکتا ہوں اور یہاں میرا رہنا مناسب نہیں گھر میں امی ہیں مریم تابندہ تمہارا دل لگ جائے گا... شاہ میر پریشان تھا

دیکھیں میں شروع سے ہی اکیلی تھی.. اکیلے سب کرتی تھی بابا کا آسرا چھوٹا ہے مگر انکی نشانی یہ گھر تو ادھر ہی

ہے نا ... لہذا آپ فکر مند نا ہوں میں شام میں اکیڈمی جاوں گی دن کو گھر اور پھر گلاب خان انکی پوری فیملی ہے۔۔۔ یقین کریں میں یہاں ہی پرسکون رہ سکتی ہوں ... وہ شاہ میر کو مطمئن کر رہی تھی

ہمم جیسے ابھی اکیلے میں رو رہی تھی ایسے پرسکون رہو گی؟ شاہ میر ناراض ہوا تھا

نہیں میں سنبھل جاؤں گی اور پھر آپ بھی تو آتے جاتے رہیں گے نا ... وہ بمشکل مسکرائی تھی ...

حبا میرا دل نہیں مانتا ... تمھیں کسی اپنے کی ضرورت ہے ... شاہ میر نے سمجھانا چاہا

آپ ہیں نا جب ضرورت ہوئی آپکو آواز دوں گی .. حبا اور شاہ میر نے کبھی بھی اکیلے اتنی باتیں نہیں کیں آج حبا کا براہ راست شاہ میر سے گفتگو کرنا شاہ میر کو اچھا لگ رہا تھا۔

وعدہ کرو تمھیں جب بھی کسی بھی چیز کی ضرورت ہوگی کوئی بھی کام ہوگا مجھے کہو گی ... شاہ میر نے بات ختم کی

جی پکا وعدہ ... حبا نم آنکھوں سے مسکرائی ...

☆......☆......☆

اور پھر زندگی اپنی ڈگر پر چل پڑی ... شاہ میر کام میں مصروف ہو گیا لیکن ہر چار پانچ دن میں وہ حبا کی طرف چکر ضرور لگاتا ... حبا نے اکیڈمی جوائن کر لی گلاب خان اور گلاب خان کے گھر والے اپنوں کی طرح حبا کے ساتھ تھے ...

مگر ایک بہت بڑا خلا تھا زندگی میں جو حبا کو وحشتوں کے سمندر میں ڈبو رہا تھا...... ایسی تنہائی جو حبا کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹ رہی تھی ... وہ خود کو مطمئن اور سٹرونگ ظاہر کراتی مگر یہ وہی جانتی تھی کہ عظیم صاحب سے جدائی اس پر کتنی بھاری تھی ......

سارا دن وہ زبردستی سوئی رہی ...... آنکھ کھلی تو عصر کا وقت ہو چکا تھا وہ اٹھی وضو کر کے نماز ادا کی ...... امی ابو کو کلام پاک پڑھ کے بخشا اور اکیڈمی کیلیے تیار ہو گئی۔۔۔ وہ ساری رات ابو کی یاد میں روتی رہی سر بھاری اور آنکھیں سوجی ہوئی تھیں ... وہ سادہ سی شلوار قمیض پر دوپٹہ لیے ہینڈ بیگ تھامے اکیڈمی کیلیے نکل پڑی ...... گھر سے نکلنے کے بعد اسے غیر معمولی موسم کا احساس ہوا ... سردیوں کی اوائل شامیں تھیں بادل گھرے تھے ... آسمان پر خاموش بادل تھے ماحول بے حد اداس وہ اکیڈمی جانے کا ارادہ ترک کر کے d بلاک کے پارک میں آ بیٹھی ..

پارک کے کونے میں پڑے بینچ پر بیٹھ کر وہ ماں باپ کے سنگ گزارے سنہری دور کو یاد کرنے لگی تو درد حد سے سوا ہو گیا...

اس وقت جب حبا کی والدہ کا انتقال ہوا گو کہ عظیم صاحب کے لیے بہت بڑا دھچکا تھا وہ خود بھی معذور ہو گئے تھے مگر حبا کو تسلی دینے والے حبا پے جان نچھاور کرنے والے گھر بھر کو چلانے والے عظیم صاحب ہی تھے ... انکے دم سے گھر میں جو سکون تھا وہ اب نہیں رہا تھا ... اتنے دن گزر گئے رات کو مسلسل گلاب خان کی بیوی ہی حبا کے پاس آجاتی تھی ... دن کو اکثر کھانا بھی دے جاتی مگر پھر حبا نے منع کر دیا...

ابو آپ نے بہت جلدی کر دی اپنی بیٹی کو بالکل تنہا کر گئے آپ۔۔۔آنسو اسکی آنکھوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے ... ہوا میں خنکی بڑھ رہی تھی اور ادھر حبا عظیم کے دل کا بوجھ ... یہ سوسائٹی کا چھوٹا سا انتہائی خوبصورت پارک تھا جس کے واکنگ ٹریک پر مرد عورتیں واک کر رہے تھے بچے کھیل رہے تھے وہ ان سب سے قدرے الگ بیٹھی اب مسلسل رو رہی تھی عجیب اضطراب تھا عجیب درد تھا جو شام کے ساتھ ساتھ اسکے وجود پر بھی پھیل رہا تھا... اگرچہ وہ بالکل خاموش تھی مگر رونے میں مزید شدت آ گئی تھی وہ خود کو بہت اکیلا محسوس کر رہی تھی اسکے پاس کوئی رشتہ نا بچا تھا...

میں بہت چھوٹا تھا جب بابا نے مجھے چلنا سکھایا بولنا سکھایا دنیا میں رہنے کا طریقہ سکھایا... بہت چھوٹا سا...

حبا نے ششدر سی روتی آنکھوں سے دیکھا مجتبی جمال حبا سے تھوڑے فاصلے پر بولتے ہوئے بینچ پر بیٹھ گیا..

بابا سے اس حد تک محبت تھی جینے کا تصور بھی انکے بغیر محال تھا جیسے جیسے بڑا ہوا لگاؤ اس قدر تھا کے بابا کے سائے کی طرح انکے ساتھ رہتا تھا میں ...... ہر بڑھتے قدم میں انکی ضرورت تھی مجھے ... وہ سامنے کھیلتے بچوں پر نظریں جمائے بول رہا تھا اور حبا کی نظریں اسکے چہرے پر جمی ہوئی تھیں...

آنسو حبا کی آنکھوں میں ٹھہر سے گئے تھے...

پھر معلوم ہے کیا ہوا؟ وہ ایک لمحے کے لیے رک کر براہ راست حبا کی بھیگی آنکھوں میں دیکھنے لگا... حبا کو مجتبی جمال کی آنکھوں میں اپنا درد نظر آیا تھا... وہ یک ٹک مجتبی کو دیکھنے لگی......

ایک رات بہت تیز بہت خوفناک طوفان آیا... ہر طرف زمین سے درخت اکھڑ اکھڑ کر گرنے لگے......اور

اسی طوفان نے ہمارے سایہ دار شجر کو جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دیا... ہاں اس رات بابا کا بہت برا روڈ ایکسیڈنٹ ہوا وہ نا بچ سکے......مجتبی کی آنکھیں باوجود ضبط کے سرخ ہوگئیں آنکھوں میں نمی تیرنے لگی......وہ کچھ دیر خاموش رہا وہ دونوں ایک دوسرے سے انجان تھے مگر دونوں کے بیچ موجود خاموشی جانی پہچانی تھی....

اور پھر تمہیں معلوم ہے میں 2 دن تک گھر سے فرار رہا خود سے فرار رہا......میں اس دنیا میں نہیں رہنا چاہتا تھا جہاں میرے بابا ہی نا ہوں... میں انکے بغیر اپنی زندگی کا تصور کر ہی نہیں سکتا تھا... مگر......وہ سر جھکائے بتا رہا تھا......

مگر......؟؟؟؟ حبا عظیم نے مگر پر اس سے مگر کا مطلب جاننے کے لیے سوال کیا

مجتبی نے سر اٹھا کر حبا کو دیکھا......عاصمہ کے شوہر سے کیونکہ مجتبی کی سلام دعا ہو گئی تھی باتوں باتوں میں انھیں سے معلوم ہوا تھا عاصمہ کی بارات والے دن حبا کے ابا انتقال کر گئے وہ سب گھر والے رخصتی کے بعد افسوس کے لیے بھی آئے پھر عاصمہ ایک بولڈ لڑکی تھی مجتبی نے عاصمہ سے خود دریافت کیا اور صاف لفظوں میں بتایا کہ اسے حبا سے ہر قیمت پر دوستی کرنی ہے......عاصمہ نے بھی اسکو دیکھ بھال کر اسکی حمایت کا فیصلہ کر لیا...

وہ حبا کو دیکھے گیا......

جو دنیا جہاں سے بیگانہ ہو کر اسکا غم سن رہی تھی... وہ ہلکا سا مسکرایا تھا...

مگر مجھے جینا تھا......ہاں مجھے جینا تھا حبا......اپنی ماں کے لیے اپنے بھائی کے لیے... میرے پاس جینے کی وجہ تھی......

اور جس کے پاس کوئی وجہ ہی نا ہو وہ کیا کرے۔ حبا نے اسے ٹوک دیا... حبا جو مجتبی کی مگر سن کر اس سوچ میں تھی کہ شاید حبا کو بھی جینے کا سرا مل جائے لیکن مجتبی کے جواب سے وہ سخت مایوس ہوئی تھی......کیونکہ اسکے پاس کوئی سگا رشتہ نہیں بچا تھا... اسکی آنکھیں ایک بار پھر بھیگ چکی تھیں۔

کیا مطلب؟؟؟ مجتبی الجھا تھا

آپکا نام میں بھول گئی کیا بتایا تھا؟ حبا واقعی اسکا چہرہ پہچان گئی تھی مگر نام بھول چکی تھی۔

مجتبی۔۔۔مجتبی جمال......مجتبی اسکے پھر سے بہتے آنسو دیکھ کر ڈسٹرب ہوا تھا

مجتبیٰ جمال میرے پاس تو کوئی وجہ بھی نہیں جینے کی ...... اور پھر حبا نے نا جانے کیوں اسکے ساتھ ہونے والے حادثات کے متعلق مجتبیٰ کو بتایا...... وہ بول کر کچھ دیر خاموش رہی....

دونوں ہی چپ تھے......

وہ آنکھیں صاف کر کے ہینڈ بیگ کندھے پر ڈال کے بینچ سے اٹھ گئی...

بہت شکریہ مجتبیٰ تم سے بات کر کے میرے بوجھل دل کا بوجھ کچھ کم ہوا... تھنک یو سو مچ ......اب چلتی ہوں مغرب کا وقت ہو رہا ہے اور بارش بھی ہونے والی ہے......وہ جانے لگی جب مجتبیٰ نے اسے آواز دی

حبا تم ھمیشہ ہر پریشانی مجھ سے شیئر کر سکتی ہو......وہ سب سن کر خاموش ہو گیا تھا... حبا کا دکھ بہت زیادہ تھا مگر حبا کو کھونا اسکے لیے مشکل تھا ..

کس حق سے؟؟؟ حبا نے مڑ کر مجتبیٰ کو مصنوعی گھورا تھا۔

دوست سمجھ لو... یہ میرا وزٹنگ کارڈ رکھو جب کبھی میری ضرورت ہو مجھے یاد کر لینا... اور ہر ویک اینڈ پر میں اسلام آباد آتا ہوں ... ملنا چاہو تو بھی موسٹ ویلکم ...... حبا حیرت سے مجتبیٰ کو دیکھ رہی تھی جو بہت straightforward تھا... اوکے حبا نے وزٹنگ کارڈ پکڑ لیا

اور بات سنو......وہ جانے کے لیے پلٹی تو وہ سامنے آ گیا

اتنا مت رویا کرو تم روتی ہو تو لگتا ہے جیسے کسی خوبصورت شیشے کے جزیرے پر چھم چھم بارش برس رہی ہو... اور دل چاہتا ہے انسان اسی شیشے کے جزیرے میں خود کو مقید کر لے... وہ بول کے رکا نہیں ......تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا...

اسکے مڑتے ہی بارش شروع ہو گئی حبا جامد ساکت کتنی دیر اسکے لفظوں کے سحر میں رہی ......اور پھر گھر کی جانب چل دی کیوں کہ بارش نے آج تیز بہت تیز برسنا تھا......

☆......☆......☆

وہ خود کو زیادہ سے زیادہ مصروف رکھنے لگی ... شاہ میر کے علاوہ خاندان بھر میں کوئی اسکو پوچھنے والا نا تھا عظیم صاحب کے بینک میں موجود رقم جوں کی توں پڑی تھی... اکیڈمی سے ملنے والی تنخواہ سے اسکا گزارہ اچھا ہو

جاتا... کبھی کبھار ضرورت پڑ جاتی تو وہ بینک سے رقم نکلوا بھی لیتی اس میں سے امی ابو کے نام کی خیرات ادا کرتی...

اسے کافی وقت لگا تھا سنبھلنے میں بظاہر وہ سنبھل بھی گئی مگر اکیلے میں وہ محض 20 سالہ لڑکی خود کو کیسے سنبھالتی تھی یہ وہی جانتی تھی...

شاہ میر نے بارہا اسے خرچہ دینے کی کوشش کی مگر حبا نے صاف انکار کر دیا... اسلیے اب شاہ میر حبا کے لیے کچھ نا کچھ خرید کر لے آتا..

حبا کی زندگی میں جس شخص کا اضافہ ہوا تھا وہ تھا مجتبیٰ جمال حسن .....

اکثر وہ تنہائی سے گھبرا کر کچھ وقت مجتبیٰ سے بات ضرور کرتی تھی نا جانے مجتبیٰ کی سحر انگیز گفتگو تھی یا حبا کا اکیلا پن حبا کو اس سے پہروں گفتگو کرنا اچھا لگتا تھا...

گلاب خان کو حبا نے مجتبیٰ سے متعارف کروایا تھا گلاب خان کو بھی اعلیٰ پرسنالٹی والا مجتبیٰ بہت اچھا لگا تھا...

حبا اور مجتبیٰ میں زبردست ذہنی ہم آہنگی تھی دونوں ہم خیال تھے ہم عمر تھے دونوں میں ایک عجیب انسیت قائم ہو چکی تھی... دونوں میں اچھی خاصی دوستی ہو چکی تھی... مجتبیٰ لاہور جبکہ حبا اسلام آباد تھی دونوں فون پر ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک رہتے... انکی جان پہچان ہوئے سال گزر چکا تھا جس میں وہ 4 / 5 بار پارک میں ملے...... مجتبیٰ بہت کیئرنگ تھا اس نے حبا کو اس مشکل فیز سے نکلنے میں خوب سپورٹ کی......اور وہ خود بھی کیونکہ چھوٹی عمر میں ذمہ داریاں سنبھال رہا تھا لہذا حبا ہر طرح سے اسکو سمجھاتی .. اس پر بزنس کا بھوت ہر وقت سوار رہتا... وہ بلا کا ذہین تھا ایک جینز کی فیکٹری سے سال کے اندر اندر دو گارمنٹس کی فیکٹریاں بنا چکا تھا... وہ اپنی ماں اور بھائی سے ازحد محبت کرتا تھا...... وہ حبا سے کوئی 3 سال بڑا تھا اسٹڈیز کمپلیٹ ہوتے ہی وہ بزنس میں نام بنانے لگا...... حبا کو اسکا پیشن دیکھ کر خوشی ہوتی تھی... وہ بہت مکمل تھا ارادوں میں سوچوں میں زندگی میں وہ پرفیکٹ تھا.......

اس ایک سال میں حبا اور مجتبیٰ نے خود کو بہت اچھے سے سنبھال لیا تھا...... اگر حبا کو مجتبیٰ جمال سے لگاؤ تھا تو مجتبیٰ کیلیے بھی حبا بہت اہم تھی... وہ اسکی سادگی اسکی پاکیزگی پے مرتا تھا وہ عام لڑکیوں کی طرح مجتبیٰ کی پرسنالٹی

سے متاثر ہو کر اپنی حدود نہیں پھلانگی تھی وہ اسکے سٹیٹس سے متاثر نہیں تھی وہ اسکے لیے فکر مند ہوتی اسکو اچھے مشورے دیتی... اپنی زندگی کے اہم مشورے وہ مجتبیٰ سے ڈسکس کرتی ......دونوں کے بیچ کچھ نا ہو کر بھی بہت کچھ تھا جس سے دونوں ہی بے خبر تھے...

☆......☆......☆

وہ عصر کی نماز ادا کر کے بیٹھی تھی آج سنڈے تھا تو اکیڈمی سے بھی چھٹی تھی... فون کی بیل پر اس نے فون سکرین پر دیکھا مجتبیٰ کالنگ...........

وہ مسکرائی کیونکہ پچھلے 2 ہفتوں سے مجتبیٰ کام میں مصروف تھا اور وہ نا چاہتے ہوئے بھی اسکی کال کی منتظر تھی

ہیلو....

کدھر ہو؟؟؟ انتہائی عجلت میں پوچھا گیا

ہیں...... نا سلام نا دعا......سیدھا سوال......حبا نے حیرت سے کہا...

تمہارے پاس 15 منٹ ہیں ریڈی ہو جاؤ تم میرے ساتھ چل رہی ہو... وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بول رہا تھا...

ارے میں کدھر چل رہی ہوں تمہارے ساتھ اور کیوں؟؟؟ وہ حیران ہوئی تھی

لاہور چل رہی ہو میرے گھر....... ایڈیٹ تمہیں بھگا کر یا اغوا کر کے نہیں لے کر جانا... نا مجھے کوئی اس قسم کا شوق ہے آلریڈی میری روز کے ساتھ ڈیٹ فکس ہے...

so hurry up

اوہ... وہ تو ٹھیک ہے مگر گلاب خان کو بتا کے جانا ہے نا اسلیے پوچھا... وہ کنفیوز ہوئی تھی

حبا اسلام آباد میں گھومنے کو دل چاہ رہا تھا سوچا تمہیں ساتھ لے لوں گا تھوڑی آوٹنگ بھی ہو جائے گی تمہاری ......اور عاصمہ کو بھیج رہا ہوں تمہاری طرف وہ تمہیں لے آئے گی......وہ پکا تیاری کے ساتھ آ رہا تھا۔

اسکا بھی بہت دل چاہ رہا تھا آوٹنگ کا وہ خوش ہو گئی تھی......

ٹھیک 20 منٹ بعد وہ عاصمہ کے ساتھ مجتبیٰ کی گاڑی کے سامنے کھڑی تھی. عاصمہ جو میکے میں رہنے آئی

ہوئی تھی حبا کو خدا حافظ کہتی اور مجتبی کو مسکراتے ہوئے ویو کرتے واپس چلی گئی تھی......

شام گہری ہو رہی تھی ... کالونی کے باہر بنی خوبصورت سی پھولوں کی مارکیٹ بنی ہوئی تھی ... آسمان صاف تھا شام نکھری نکھری تھی پھولوں کی خوشبو ہر طرف بکھری ہوئی تھی ... وہ عاصمہ کو جاتا دیکھتی رہی ... پھر واپس پلٹی تو مجتبی اسکے پیچھے کھڑا شرارت سے مسکرا رہا تھا...

وہ ڈر گئی تھی......

اف ڈرا دیا تم نے ......وہ اسکو گھوری تھی...

یہ تمہارے لیے......مجتبی نے نہایت نفیس سا ہلکے گلابی پھولوں والا بکے حبا کی جانب بڑھایا تھا...

وہ ایسے تازہ خوبصورت گلاب دیکھ کر بہت خوش ہوئی...

سامنے بنی فلاور شاپ میں کوئی بھی بکے اتنا خوبصورت اور مفرد نہیں تھا......وہ پھولوں کی خوشبو لینے لگی

مجتبی نے غور سے اسے دیکھا گرمیوں کی آخری شاموں میں سے ایک خوبصورت شام... اس شام میں جیسے دنیا بھر کی سادگی... جہاں بھر کی پاکیزگی......سمٹ آئی ہو...... پھولوں کی مہک سے معطر فضا...... وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا وہ کس احساس میں ڈوب رہا تھا پھولوں کی تازگی پر یا حبا عظیم کی شفاف چمکتی سادگی پر......وہ ہلکا پیچ رنگ کا سادہ سا فراک پہنے ہوئے تھی کسی بھی قسم کے میک اپ سے عاری شفاف چہرہ... بھرے بھرے گال... اور سیاہ چمکدار آنکھیں......وہ انتہائی پرکشش لڑکی تھی کسی سجاوٹ کسی بناوٹ سے پاک...

اسکا لمبا قد بھرا بھرا سراپا اسے اور بھی نمایاں کرتا تھا

ہیلو مسٹر گرمی بہت ہے یہاں کچھ دیر مزید کھڑی ہوئی تو بے ہوش ہو جاؤں گی...

اس نے خیالوں میں گم مجتبی کے آگے ہاتھ لہرایا تھا......

ہم ہاں تم گاڑی میں بیٹھو میں آیا... مجتبی نے ہاتھ میں پکڑی ریموٹ کی سے گاڑی ان لاک کی......

حبا خاموشی سے جا کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی... گاڑی میں آتے ہی تیز ٹھنڈ اور خوشگوار مہک کا احساس ہوا تھا ...اسکے اعصاب یکدم فریش ہو گئے تھے گو کہ وہ یوں مجتبی کے ساتھ جانا مناسب نہیں سمجھ رہی تھی مگر وہ اپنی بے رنگ زندگی سے اکتا چکی تھی... ایسے میں خود کو فریش کرنے کے لیے وہ مجتبی کو انکار نہیں کر سکی......مجتبی کی خوشبو اسکی

گاڑی میں پھیلی ہوئی تھی......وہ بہت قیمتی خوشبو استعمال کرتا تھا...

مجتبیٰ آچکا تھا وہ ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان تھا...ہاتھ میں تھامے شاپنگ بیگ سے برانڈڈ کمپنی کے جوس کا کین کھول کر حبا کی طرف بڑھایا...یہ لو پیو تمہیں بہت گرمی لگ رہی ہے نا......وہ شرارت سے بولا تھا

ہاں تو گرمی کا موسم ہے گرمی ہی لگے گی نا......وہ کین پکڑ کر غٹا غٹ جوس پینے لگی...پیاس تو واقعی اسے بہت لگتی تھی پھر جوسز کولڈ ڈرنکس کی وہ شیدائی......

وہ گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا...

ایکسپریس ہائی وے پر گاڑی ڈال کر وہ اسکی جانب متوجہ ہوا تھا

حبا کی پیشانی پر پسینے کی ننھی بوندیں واضح تھیں

ارے تمھیں گرمی لگ رہی ہے حبا؟؟؟ وہ چونکا تھا گاڑی میں فل کولنگ تھی

نہیں نہیں تو...وہ گھبرا رہی تھی

اچھا تو یہ کیا ہے......اس نے حبا کے ماتھے پر اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے پسینے کی بوندوں کو صاف کر کے حبا کے سامنے ہاتھ کیا...

اور پھر اے سی کے رخ حبا کے چہرے کی جانب کر دیے...وہ مزید گھبرا گئی...

مجتبیٰ نے اسکی گھبراہٹ نوٹ کر کے گاڑی سائیڈ پر کھڑی کر دی...

حبا کیا مسئلہ ہے...؟؟؟ وہ حبا کی جانب منہ کیے پوچھ رہا تھا

مجھے گھر جانا ہے...وہ نظریں جھکائے بولی تھی

مجتبیٰ کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی

اوہ تو حبا عظیم ڈر گئی ہے ... اتنی جلدی ... ابھی تو میں تمہیں بہت دور لے کر جاؤں گا بہت دور مارگلہ کی پہاڑیوں پر...... جہاں نا کوئی انسان ہوگا نا انسانوں کا نشان......صرف حیوان......جنگلی جانور... اور میں اور تم ... سوچو گہری ہوتی رات تنہائی میں اور تم...... وہ اسکو بری طرح تنگ کرنے لگا......

مجتبیٰ پلیز......حبا عظیم اچانک ہی دونوں ہاتھوں میں منہ چھپائے دھواں دار رو پڑی تھی۔

اس اچانک افتاد پر مجتبیٰ ہکا بکا تھا...... وہ تو حبا کو مذاق میں تنگ کر رہا تھا مگر حبا کا رونا بالکل مذاق نہیں تھا... اب مجتبیٰ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔..

حبا... حبا پلیز چپ کرو یار

i was just kidding really very sory please stop crying

وہ شرمندہ ہوا تھا

مجھے گھر جانا ہے... وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی...

اوکے یار اوکے۔.. بٹ پلیز بی ریلکس

یہ لو پانی پیو... مجتبیٰ نے منرل واٹر کی بوتل کھول کر حبا کو تھمائی...

حبا نے خاموشی سے پانی پیا...

مجتبیٰ خاموشی سے حبا کو دیکھتا رہا...

بتاؤ حبا کیا insecurity ہے مجھ سے؟ ایک سال سے مجھے جانتی ہو پھر بھی ایسے behavior کی وجہ جان سکتا ہوں؟؟؟ وہ اب دوبارہ گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا

ام سوری میں یوں کبھی کسی کے ساتھ اکیلے آئی نہیں اسلیے گھبرا گئی... حبا نے سچ بولا

یہ فون پکڑو اور اس میں موجود پکس دیکھو... مجتبیٰ نے اپنا قیمتی سیل فون حبا کی گود میں پھینکا... حبا نے گیلری اوپن کی... بہت خوبصورت 2 لڑکیوں کے ساتھ مجتبیٰ جمال کی سیلفیز تھیں...... باہر اوٹنگ وغیرہ کی بہت شاندار امیجز تھیں۔... حبا ان لڑکیوں کی خوبصورتی کا دل ہی دل میں اعتراف کر رہی تھی...

یہ دونوں میری گرل فرینڈ رہ چکی ہیں اب میسیجز دیکھو فیس بک دیکھو کتنی اور کیسی کیسی لڑکیاں ویٹنگ لسٹ پر ہیں... حبا جو تم سوچ کر گھبرا رہی ہو اگر میری نیت کچھ ایسی ہوتی تو مجھے لاہور میں کمی نہیں... تم میری بہت اچھی دوست ہو میں تمہارے ساتھ بہت اچھا وقت بہت اچھے سے گزارنا چاہتا تھا... ان خرافات کے لیے میرے پاس کوئی کمی نہیں...... مگر تم ایسی بندی ہو جو ان خرافات کے لیے نہیں بنی تم سراپا سکون ہو دنیا کی تمام تر رنگینیوں پر لعنت بھیج کر تمہاری یہ پاکیزہ سی مسکان دیکھنے آیا ہوں... بس... وہ کہہ کر کچھ دیر خاموشی سے ڈرائیو کرنے لگا...

حبا شرمندہ سی اسکا سیل فون ڈیش بورڈ پر رکھ کر ونڈو سے باہر دیکھنے لگی

ڈونٹ وری نیکسٹ یوٹرن سے گاڑی واپس لے رہا ہوں... مجتبی سنجیدگی سے بولا تھا لہجے میں خفگی واضح تھی

بہت بھوک لگی ہیں کھانا نہیں کھلاؤ گے؟؟؟ مغرب کا وقت گزر چکا تھا وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی

مجتبی نے حبا کی جانب دیکھا تو دونوں ہی ہنس پڑے۔۔۔

ویسے تمہاری گرل فرینڈز بہت پیاری ہیں... حبا نے تعریف کی

ہیں نا... بس ایک کو بڑی مشکل سے ٹالا آج ملنا چاہ رہی تھی۔

ہمم حبا نے صرف ہمم پر اکتفا کیا

اب کیا ہوا؟ مجتبی نے شاندار سے ہوٹل کے سامنے گاڑی پارک کی

کچھ نہیں اور ارحم اور امی کیسی ہیں......وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی مگر دل کو کچھ برا ضرور لگا تھا. کیا؟؟ یہ اسے بھی معلوم نا تھا...

وہ گھر آ کر مسلسل اسکو سوچنے لگی تھی ... اور آنے والے کئی دنوں میں وہ اسی کو سوچتی رہی......

دل میں مجتبیٰ جمال کیلئے نئے، اور انجانے جذبات کی جو کونپلیں پھوٹ پڑی تھی وہ اب کھلنے لگی تھیں ... ہر طرف بہاراں کا سا سماں ہو رہا تھا... اسکے دل کی بنجر زمین کو زرخیز کرنے والا چپکے سے اسکے دل میں براجمان ہو گیا تھا......محبت کی نرمی اسکے اندر کے زخموں کو چپکے چپکے اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی ... یہ احساس فرحت بخش تھا ......گلابی نکھری سی شام اسکے آنگن میں اتری تھی......

بیل کی آواز پر وہ چونکی ... دروازہ کھولا تو گلاب خان کھڑا تھا۔

گلاب خان آپ آیئے نا... اس نے گلاب خان کو رستہ دیا۔

میرا بچہ کدھر غائب رہتا ہے ہاں ... تم نے تو ہمارا خبر بھی نہ لیا ام 2 دن سے بستر پر پڑا تھا ... گلاب خان نے پیار سے حبا کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا...

معافی چاہتی ہوں گلاب خان بس گھر سے نکلنے کو دل ہی نہیں کرتا مجھے معلوم ہوتا آپکی طبیعت کا تو کیوں نا آتی ... وہ مسکراتے ہوئے بولی

میرا بچہ آؤ نا آؤ تمہارا مرضی مگر ایسے ہی مسکراتی رہا کرو ... گلاب خان لان میں پڑی کرسی پر بیٹھ گئی ... حبا انکے لیے ٹھنڈا ٹھار جوس لے آئی ...

حبا تم سے ایک ضروری بات کرنا ہے آج ... گلاب خان نے جوس کا گلاس ختم کر کے قصّہ شروع کیا

جی بولیے نا......حبا متوجہ ہوئی

دیکھو حبا عظیم کے جانے کے بعد ہمارا دل کسی طرح قرار نہیں پاتا تم کی طرف سے ایک عجیب بے چینی سا لگا رہتا ہے ... کہ تم اکیلا ہوگا کیا سوچ رہا ہوگا کیا کر رہا ہوگا رو تو نہیں رہا ہوگا ... غرض دل مطمئن نہیں ہوتا ... لہذا ہم چاہتا ہے تمہارا اور شاہ میر کا جلد از جلد شادی ہو جائے ...

مسکراتی حبا کے چہرے کی مسکراہٹ یکدم ہی غائب ہوئی تھی......

گلاب خان ... کیا ہو گیا ہے آپکو ... شاہ میر سے شادی اور میں؟؟؟؟ کبھی بھی نہیں ...اس نے سختی سے

کہا تھا۔

مگر بچہ کیا خرابی ہے شاہ میر میں تم ہی بتاؤ ام کو۔.. شاہ میر جیسا اچھا انسان تمہارے لیے ہر طرح سے مناسب ہے... اس سے بھی بڑھ کر تم کا پھوپھی زاد... تمہارا باپ کی بہن کا اولاد......

. گلاب خان کو خلاف توقع جواب ملا تھا جس پر وہ ششدر سا حبا کو دیکھ رہا تھا

.. یہی تو مسئلہ ہے گلاب خان کے وہ میرا پھوپھی زاد ہے......حبا بے بسی سے بولی... خرابی شاہ میر میں نہیں مجھ میں ہے گلاب خان... پھپھو پہلے ہی مجھ سے نفرت کرتی ہیں میری ماں کو آج تک کوستی ہیں کہ انہوں نے ابو کو پھپھو سے الگ کر دیا تھا... وہ مجھے ان حالات میں آپکے سامنے اکیلا چھوڑ گئیں جب غیر بھی آپکے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں... میں انکے بیٹے سے کیسے شادی کرلوں ...... آپ خود بتائیں جنہوں نے بھائی کی مرحومہ بیوی کو آج تک نہ بخشا وہ مجھے چھوڑیں گی.. ایسا سوچ بھی نہیں سکتی میں اور آپ بھی مت سوچیں.

.. اس نے تمام حقائق ہی تو رکھے تھے گلاب خان کے سامنے... گلاب خان خاموشی سے سب سنتا رہا... ذرا توقف کے بعد بولا۔وہ بات تمہارا بجا ہے. لیکن تم صرف شاہ میر کو دیکھو... بہت اچھا انسان ہے بہت سمجھدار وہ کسی کے بہکاوے میں آنے والا نہیں لگتا ام کو... ام کہتا ہے وہ تم کو بہت خوش رکھے گا... گلاب خان آج شاہ میر کے حق میں دل سے بول رہا تھا۔

گلاب خان خدارا ایسا مت سوچیں... ایسا کبھی بھی نہیں ہوسکتا... حبا نے دونوں ہاتھ گلاب خان کے سامنے جوڑ دیے......

دونوں طرف چند لمحے ہنوز خاموشی رہی...

تمہاری کوئی پسند؟ تمکو کسی کی چاہت ہو تو مجھکو بتاؤ۔گلاب خان نے شاہ میر کے ٹوپک کو فی الحال بند کرنا ہی مناسب سمجھا......وہ کچھ اور جاننا چاہتا تھا وہ جانتا تھا اس وقت حبا کا ہم راز بس وہی ہے......حبا کی سوچ جاننا اسکے لیے ازحد ضروری تھا...

ہم ہاں گلاب خان... مجھے کسی سے محبت ہوگئی ہے... حبا نے نظریں جھکا کر مسکراتے ہوئے کہا..

اچھا وہ تمہارا وہ زبردست سا دوست مجتبیٰ جمال تو نہیں؟؟؟؟ گلاب خان یاد کرتے ہوئے بولا۔

ہاں مگر...... آپکو کیسے معلوم ہوا گلاب خان؟؟؟ وہ حیرت سے گلاب خان کو دیکھنے لگی......

ام نے بھی دھوپ میں سر تو سفید نہیں کیا بچہ.. گلاب خان مسکرایا...

پھر دونوں نے کافی ادھر ادھر کی باتیں کیں......گلاب خان حبا کے چہرے پر بکھرے مجتبی کی محبت کے رنگ بکھرے دیکھ کر حبا کی خوشیوں کیلیئے دل ہی دل میں دعا گو تھا......

☆......☆......☆

شاہ میر میرے واہموں کو درست ثابت مت کر... میرا دل ڈرتا تھا کہ وہ چالاک لڑکی تجھے اپنی زلفوں کا اسیر نا کر لے.. تو ایسا بول کر میرے ڈر میرے وہم کو سچا ثابت نا کر. عارفہ بی بی دبی دبی آواز میں چلا رہی تھی

امی بات سنیں آپکے شکوک وشبہات غلط ہیں تمام وہم فضول ہیں ایسا کچھ نہیں جیسا آپ سوچ رہی ہیں... حبا کا میری پسند میرے جذبات سے کوئی لینا دینا نہیں اسکو تو معلوم تک نہیں کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں ......شاہ میر کو اپنی ماں کی سوچ پر افسوس ہوا تھا۔

اچھا ابھی سے طرف داریاں ...... واہ بھئی مان گئی ماں بیٹی کو پہلے ماں نے ساری زندگی میرے بھائی کو اشاروں پر نچایا اب میں بیٹے کو اسکی بیٹی کے حوالے کر دوں......

امی پلیز......شاہ میر سے مزید اب نہ سنا گیا۔

دیکھو شاہ میر میں ہر گز تجھے حبا سے شادی کی اجازت نہیں دوں گی... عارفہ بی سبزی کو اور زیادہ تیزی سے کاٹنے لگی...

امی کیا برائی ہے حبا آپی میں... وہ تو بہت پیاری ہیں بھائی مجھے بہت پسند ہیں حبا آپی... چھوٹی تابندہ جو کچن میں آٹا گوندھ رہی تھی دونوں ماں بیٹے کی باتیں سن کر ادھر آ گئی...

شاہ میر اپنی چھوٹی سی بہن کو دیکھ کر پیار سے مسکرایا......

تو چپ کر.. بہت پیاری ہے...... جب یہی پیاری تیرا بھائی چھین کر لے جائے گی نہ کل پھر پوچھوں گی میں تجھ سے... جا دفع ہو ......عارفہ بی بی تابندہ کو حبا کی طرف داری کرتا دیکھ کر بری طرح برس پڑی تھی......

تابندہ کان بچا کر اندر بھاگی تھی... امی مجھے بچپن سے حبا سے شدید محبت ہے اور یہ حقیقت ہے حبا کو اس

متعلق ذرا بھی علم نہیں... میں نے ابھی اسکی مرضی نہیں پوچھی اگر وہ نا مانی تو میں ہرگز حبا سے شادی نہیں کروں گا لیکن اگر وہ بخوشی راضی ہوگئی تو کوئی مجھے اس سے شادی سے نہیں روک سکتا کوئی بھی نہیں......شاہ میر کا انداز دو ٹوک تھا...

عارفہ بی بی حق دق رہ گئی... تیزی سے سبزی کاٹتا ہاتھ رک گیا....

شاہ میر کا رخ اب ابا کے کمرے کی جانب تھا...

اسلام علیکم ابا... وہ ابا کے بستر کے پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گیا....

اپنے لمبے اونچے بیٹے کو دیکھ کر ابا کے چہرے پر مسکان بکھر بکھر گئی تھی...

وہ فالج کے مریض تھے ہر وقت بستر پر رہتے تھے... بات بھی بمشکل ہی کر پاتے... مگر شاہ میر نا صرف انکی خدمت کرتا بلکہ انکے ساتھ ہمیشہ کی طرح سب باتیں بھی شیئر کرتا مشورہ بھی کرتا... وہ ایک ہی بیٹا تھا باپ کا مان تھا وہ بہت عمدگی سے گھر کے اخراجات کے ساتھ ساتھ ابا کا بھی معقول علاج کروا رہا تھا... یہ اور بات تھی زندگی کی ڈور کھینچنے میں اسکو اپنی ہمت سے کئی گنا زیادہ محنت کرنا پڑتی......

شاہ میر......ابا نے بمشکل شاہ میر کا نام لیا تھا... وہ مسکراتی آنکھوں سے پریشان سے شاہ میر کو دیکھ رہے تھے

ابا آپکو تو معلوم ہے نا مجھے حبا سے کتنی اور کب سے محبت ہے؟؟؟ شاہ میر ابا کے دونوں ہاتھ تھام کر بولا

ابا نے مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کر کے پھر کھولیں... جواب یہ تھا کہ مجھے معلوم ہے...

ابا میں چاہتا تھا میری جاب کے بعد آپ ہماری بات کرینگے... مگر خدا کی کرنی نا آپکو موقع ملا نا ماموں جان کو...... اب جب حبا کو ہر قدم پر اپنوں کی ضرورت ہے ایسے میں کوئی اسکے پاس نہیں... کوئی ساتھ نہیں ... میں جانتا ہوں امی کے رویے کی وجہ سے وہ کبھی ادھر نہیں آئے گی... مگر آپ بتائیں میں اسے اکیلا کیسے اسلام آباد چھوڑ دوں .. بیشک وہاں وہ محفوظ ہے... وہ باشعور ہے... مگر میں بہت ڈبل مائینڈڈ ہوگیا ہوں ابا نا وہاں پہلے کی طرح آزادانہ جا سکتا ہوں ظاہر ہے مجھے بھی اچھا نہیں لگتا یوں اکیلا وہاں جانا... اور نا میرا دل اسکو اکیلا چھوڑنے پر راضی ہوتا ہے... ابا میں جانتا ہوں وہ کیسی ہے اکیلی تکلیف سہہ لے گی ہر بات خود پر برداشت کر لے گی ہمیں نہیں بتائے گی......اور میں اسکو اکیلے کسی بھی اذیت میں نہیں دیکھ سکتا......شاہ میر آج ابا کے

سامنے اپنا تمام حال دل کھول بیٹھا تھا کچھ تو وہ ابا کو کئی بار کہہ چکا تھا شروع سے ہی کہ وہ کچھ بن جائے پھر حبا سے شادی کریگا......

میں تے... ترے... سا.. ساتھ ہوں...... توشا شادی کر کے حب حبا کو لے آ...... جا ... میں تجھ سے راراضی... میرا... رب... رراراضی...... جا...۔

ابا نے آنکھوں میں نمی لیے شاہ میر کا ہاتھ گرمجوشی سے دباتے ہوئے بہت مشکل سے کہا تھا...... وہ شاہ میر کو حوصلہ دے رہے تھے... شاہ میر نے بے اختیار ہی باپ کا ہاتھ چوما اور عقیدت سے آنکھوں پر لگالیا... ابا بس آپکا ساتھ اور دعائیں چاہیے......

ابا نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا......

اور دعا کریں امی بھی راضی ہو جائیں... انکی رضامندی کے بغیر حبا کیلیئے یہاں رہنا بہت مشکل ہوگا آپ جانتے ہیں......

دونوں باپ بیٹے نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا دونوں کی آنکھوں میں ہزار خدشات تھے......

☆......☆......☆

آج اکیڈمی سے نکلتے اسے کافی دیر ہوگئی تھی وجہ بچوں کے ہونے والے ایگزامز تھے... وہ حد درجہ تھک چکی تھی...... کام زیادہ تھا اور تنخواہ کم ۔۔۔۔ پرائیویٹ اکیڈمی میں وہ ڈبل محنت کر رہی تھی... جب بھی تنخواہ بڑھانے کی بات کرتی میڈم اسکوٹر خادیتی... وہ اب اس جاب سے تنگ آچکی تھی... بچوں کے امتحانات سے فری ہوتے ہی اکیڈمی چھوڑ کر وہ کہیں اور جاب کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی... عظیم صاحب کے بعد اسکو معلوم ہوا تھا کہ گھر چلانا کتنا مشکل ہے... سال سے اوپر ہو چکا تھا بینک میں موجود آدھی سے زیادہ رقم ختم ہو چکی تھی... گھر کے بل کھانا پینا... یہ ہی پورا کرنا بہت مشکل تھا...... وہ گلاب خان اور شاہ میر کے لاکھ چاہنے کے باوجود ان سے کسی قسم کا کوئی تقاضا نہیں کرتی تھی ... اگر وہ کچھ کرنا بھی چاہتے تو حبا صاف انکار کر دیتی.. ...وہ اپنی عزت نفس اپنی خود داری کو مجروح نہیں کر سکتی تھی... اکثر شاہ میر اسکے لیے کھانے پینے کی چیزیں لے آتا کبھی کپڑے لے آتا تو حبا رکھ لیتی آیا شاہ میر کو برا نا لگے...

گلاب خان کے سب بچے مردان چلے گئے تھے صرف ایک بیوی تھی وہ بھی از حد بیمار رہنے لگی تھی گلاب خان کم ہی وقت گھر سے نکلتا مگر حبا کی خبر گیری ضرور کرتا.

اندھیرا اچھا خاصا پھیل چکا تھا نومبر کی آخری تاریخیں تھیں ... وہ لانگ سویٹر پر اچھے سے اسٹالر لپیٹے سر جھکائے تیزی سے چل رہی تھی ... ذہن عجیب بوجھل تھا ... دل اپنوں کی یاد میں سوگوار۔۔۔۔ بھوک بھی لگی تھی صرف صبح کا ناشتہ کیا تھا اس نے ... اور گھر میں اس وقت کچھ بھی نہیں تھا کھانے کو .... وہ چند لمحے رک گئی۔۔۔۔ ایک درد سا دل میں اٹھا تھا سب کچھ کھونے کا۔۔۔۔ یا اللہ میرا کوئی بھی نہیں۔۔۔۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں .... دماغ گھومنے لگا تھا۔۔۔ اس نے سویٹر کی پاکٹ میں دیکھا صرف ایک سو روپے کا نوٹ اسکا منہ چڑھا رہا تھا شاہ میر کے زور لگانے کے باوجود اس نے ابھی تک اے ٹی ایم نہیں بنوایا تھا ... وہ چاہ رہی تھی اسٹور سے کچھ کھانے کو لے لیتی مگر اب صبح ہی کچھ ہو سکتا تھا ...... اسکی آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھیں ... اتنے نازوں میں پلنے والے بھی یوں تنہا رہ جاتے ہیں ...... واقعی دنیا گول ہے دنیا کا چکر گول ہے ... ایسا چکر جس میں کئی اسٹاپ ہیں ہر اسٹاپ پر الگ الگ circumstances کا بورڈ لگا ہے ... کچھ دیر کے لیے ہمیں ایک اسٹاپ پر روک دیا جاتا ہے شاید ہر فیز سے کچھ سیکھنے کیلئے ... پھر پہیہ گھما چھوڑا جاتا ہے اور ہمیں ایک اور اسٹاپ پر رک جانا پڑتا ہے ...... میرے مولا یہ تیری شان ہے ... تیرا کرم ہے تو نے زندگی کو حرکت میں رکھا ... جامد نا کر چھوڑا ... میں تیری رضا میں راضی ہوں مگر انسان ہوں ...... تنہائی سے وحشت ہوتی ہے ... مجھ سے آپ اپنا بوجھ نہیں اٹھایا جا رہا ... میں تھک گئی ہوں ...... بہت تھک گئی ہوں ...... وہ سر جھکائے تیزی سے چلتی جا رہی تھی آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے ... وہ اپنی سٹریٹ میں ٹرن کرنے کے بجائے سیدھی چلتی جا رہی تھی.

وہ بہت پختہ حواس کی مالک لڑکی تھی ... مگر آج دل غم سے بھر چکا تھا وہ اردگرد سے بیگانہ تھی ... کاش کوئی بہن ہوتی کاش کوئی بھائی ہوتا جسکا میرا غم سانجھا ہوتا .. آنکھوں کو بے دردی سے رگڑتے ہوئے وہ تیز تیز قدم اٹھا رہی تھی ...

... سامنے سے آتی بلیک پراڈو کی وائٹ ہیڈ لائٹس اس پر پڑی تھیں ... گاڑی تیزی سے اسکے پاس سے گزری تھی .. تھوڑے فاصلے پر جا کر یکدم بریک لگی ....

اور گاڑی ریورس ہونے لگی ......

حبا سر جھکائے آنکھیں صاف کرتی چلی جا رہی تھی ......اسٹالر سے نکلی سنہری لٹیں بھی بھیگ چکی تھیں ... سٹریٹ لائٹس کی مدھم روشنی میں اسکا چہرہ واضح تھا... گاڑی کا بلیک شیشہ نیچے ہوا تھا......

حبا......مجتبی نے گاڑی کی ونڈو سے سر نکال کر حبا کو کر آواز دی تھی...

وہ نہیں رکی تھی... مجتبی نے گاڑی مزید ریورس کر کے ایسے حبا کے راستے میں روکی کے حبا کو رکنا پڑا......

حبا......کیا ہوا... وہ اب جلدی سے گاڑی سے اترا تھا...

حبا چونک کر رکی تھی بھیگی آنکھوں سے پہلے مجتبی کو اور پھر فرنٹ سیٹ پر بیٹھے خوبرو سے نوجوان کو دیکھا جو ونڈو سے ہی حیرت سے حبا عظیم کو دیکھ رہا تھا...

حبا... یہ کیا حال بنایا ہوا ہے......کیا ہوا؟؟ تم ٹھیک ہو نا......مجتبی نے حبا کے بکھرے بالوں کو پیچھے کیا تھا وہ یوں بری طرح روتی حبا کو دیکھ کر شدید پریشان ہوا تھا...

مجتبی۔۔۔وہ اتنا بول کر اور شدت سے رونے لگی تھی ......

وہ سردی سے برف جیسی ٹھنڈی ہو رہی تھی... مجتبی نے جلدی سے گاڑی کا بیک ڈور کھولا اور لیدر کی جیکٹ نکال کر حبا کو لپیٹا۔۔۔

رومان تم واک کرتے جاؤ میں آ رہا ہوں اوکے...؟؟؟

مجتبی نے سیٹ پر بیٹھے نوجوان کو کہا جو خود بھی پریشان سا ہو گیا تھا....

اوکے نو پروبلم... میں جاتا ہوں... انکو گھر چھوڑ آؤ تم... وہ کہتا ہوا پیدل چلا گیا... اس اجنبی کے لہجے میں فکر نمایاں تھی۔

حبا سر جھکائے مسلسل رو رہی تھی....

حبا چلو آو میرے ساتھ......مجتبی حبا کا بازوں تھام کر فرنٹ سیٹ پر بٹھا کر خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا......

وہ جانتا تھا اس طرح یوں روتی ہوئی حبا کے ساتھ اس مین سٹریٹ پر کھڑے رہنا مناسب نہیں... وہ گاڑی باہر روڈ پر نکال لایا تھا...

ایک ریسٹورنٹ کے آگے رک کر اس نے سوپ کا آرڈر دیا۔۔۔اور حبا کی جانب رخ موڑ کر بیٹھ گیا پانی کی بوتل حبا کو تھمائی.. یہ پیو حبا....

حبا نے خاموشی سے پانی پیا... اور پھر اپنا چہرہ صاف کرنے لگی... جو آنسوؤں سے تر تھا مجتبی نے ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر حبا کی جانب بڑھائے۔۔۔

وہ چپ کر کے ٹشو سے منہ صاف کرنے لگی...

وہ خاموشی سے حبا کو دیکھ رہا تھا...

اب بتاؤ کیا ہوا تھا؟؟؟

مجتبی نے حبا کو ریلکس ہوتا دیکھ کر سوال کیا...

کچھ نہیں مجھے گھر چھوڑو... حبا نے ہوش میں آتے ہی ٹائم دیکھا 8 بج رہے تھے...

جو پوچھا وہ بتاؤ... کیا ہوا تھا کدھر جا رہی تھی تم؟؟ حالت دیکھ رہی ہو اپنی...... مجتبی نے سختی سے کہا تھا...

مجتبی۔۔۔۔میں بہت اکیلا فیل کر رہی تھی... مجھے نہیں پتہ میں کدھر جا رہی تھی...

وہ سچ بولی..

یار تم اس کزن... وہ جو تمہاری پھوپھی کا بیٹا ہے... وہاں کیوں نہیں جاتی... پنڈی کونسا دور ہے... وہاں آیا جایا کرو دل بہل جاتا ہے... مجتبی ویٹر سے سوپ کی ڈش لے کر حبا کے سامنے رکھتے ہوئے بولا...

ہا...... ہاں وہ میری پھپھو تو کہتی رہتی ہے مگر میرا دل نہیں کرتا جانے کو وہ صاف جھوٹ بول گئی تھی...

اچھا یہ گرم گرم سوپ پیو... آرام سے پینا تمہارے ایریا میں ہی کھڑے ہیں پریشانی کی بات نہیں... وہ بھی مسکراتے ہوئے سوپ پینے لگا....

اتنا لذیذ ہاٹ اینڈ سار سوپ پی کر اسکی بھوک ختم ہو چکی تھی...

اسکے سوپ ختم کرتے ہی وہ بل پے کر کے گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا....

تھینک یو سو مچ مجتبی۔۔۔۔حبا نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا...

مجتبی نے ایکدم بریک لگائی تھی...

ارے... کیا ہوا......اچانک بیچ راستے پر بریک... وہ ڈر گئی تھی...

ایک بار پھر مسکرانا......وہ دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا...

اور حبا ہنسی... اور پھر ہنستی گئی... کوئی حال نہیں مجتبی .....

ہاں تمہارا واقعی کوئی حال نہیں لڑکی... وہ مطمئن سا پھر گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا...

ویسے تم نے ہیرو کی طرح انٹری دی... لاہور سے ادھر کیسے.؟؟؟؟

حبا حیرت سے پوچھ رہی تھی......

اب تمہیں گھر چھوڑ کر رومان کے ساتھ دوست کے گھر جانا ہے... رومان سے ملنے آیا تھا اس نے آنا تھا ادھر تو میں نے سوچا میں بھی ایک چاند کا دیدار کرلوں گا مگر مجھے کیا علم تھا چاند روتا دھوتا ملے گا......وہ ہنستے ہوئے بول رہا تھا......

یہ لو تمہاری سٹریٹ آ گئی... سیدھا گھر جاؤ... میں ابھی جلدی میں ہوں ورنہ تمہیں کمپنی دیتا... وہ بہت تیز ڈرائیو کر کے آیا تھا شاید واقعی جلدی میں تھا...

او کے بہت شکریہ.. وہ مسکراتے ہوئے گاڑی سے اتر گئی...

جانے کے لیے گلی میں مڑنے لگی... جب مجتبی کی آواز پر تھم گئی...

حبا یہ تمہارے لیے... کچھ سویٹس ہیں...

مجتبی نے بیک سیٹ سے گولڈن شو پر حبا کو دیا...

لیکن اسکی کیا......وہ بول ہی رہی تھی جب وہ زناٹے سے گاڑی لے اڑا....

اور حبا مسکراتے ہوئے کندھے اچکا کر گھر کی جانب مڑ گئی...

آج میرا دل چاہ رہا تھا مجتبی وقت تھم جائے... میری زندگی کا چلتا پہیہ تم پر رک جائے... ایسا ہوگا کیا.

وہ مسکراتے ہوئے گھر داخل ہوئی تھی......

☆......☆......☆

گھر آئے اسے کچھ منٹ ہی گزرے تھے وہ خود کو فریش کرنے کے لیے شاور لینے کے بعد ٹی وی لاؤنج میں

ہی بیٹھ گئی... اب اسکا ارادہ نماز پڑھنے کا تھا... پورے گھر کی لائٹس آف تھیں صرف ٹی وی لاؤنج کی مدھم روشنی میں ہلکے گیلے بالوں کو کھولے بیٹھی تھی ...... اسے عجیب سی ٹھنڈک کا احساس ہو رہا تھا... اٹھی اور اپنے کمرے سے شال لے کر اپنے شانوں پر پھیلا لی ...... وہ خود کو آئینے میں دیکھنے لگی سوجی سوجی سرخ آنکھیں اسکے رونے کی خبر دے رہی تھیں...

حبا بیٹا تم لاکھ چھپا لو تمہاری یہ آنکھیں سب بتا دیتی ہیں...

ابو کی آواز کانوں میں گونجی تھی... وہ جب بھی چھپ کر روتی عظیم صاحب کو نا جانے کیسے معلوم ہو جاتا آج حبا کو پہلی بار اپنی آنکھیں پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا...... ابو صحیح کہتے تھے آپ... آنکھیں سب بتا دیتیں ہیں ...... وہ خود کو دیکھ ہی رہی تھی کہ ڈور بیل پر چونکی...

گھڑی کی جانب دیکھا 9 بج رہے تھے... گلاب خان ہوگا... وہ چادر اچھی طرح لپیٹ کر باہر آئی۔۔۔

کون؟؟؟ احتیاطاً اس نے پوچھنا مناسب سمجھا...

حبا دروازہ کھولو...... شاہ میر دوسری جانب سے بولا

اوہ شاہ میر... اتنے دن بعد شاہ میر کی آواز سن کے حبا خوش ہوئی تھی... جو بھی تھا ایک وہی تو اسکا اپنا تھا...

اس نے جلدی سے دروازہ کھولا۔

بھیگے بھیگے بال کھولے وہ بھیگی بھیگی آنکھوں والی وہ لڑکی اسکے سامنے کھڑی تھی شاہ میر کو دیکھتے ہی اسکی آنکھوں میں ڈھیروں خفگی اتر آئی تھی...

شاہ میر کو حبا کی جانب دیکھتے ہی ایک پرسکوں سا احساس ہوا تھا وہ دروازہ کھول کر اندر جا چکی تھی.. شاہ میر سمجھ گیا کہ وہ اسکے اتنے دن نا آنے کی وجہ سے ناراض ہے... وہ مسکراتا ہوا اسکے پیچھے آیا تھا...

وہ منہ پھلائے گود میں کشن رکھے ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی تھی....

شاہ میر نے اسکے کپے جیسے منہ کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے سلام کیا

وہ صوفے پر بیٹھا تو وہ اٹھ کے کھڑی ہوگئی...

آ گئی یاد آپکو...؟؟؟ اس کا غصّہ عروج پر تھا۔

وہ ہنوز مسکرار ہا تھا......حبا کے پھولے پھولے گال دیکھ کر اسکی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی تھی....

اب ہنس کیوں رہے ہیں؟؟؟ آپ ہی نے کہا تھا نا میں تمہارا اپنا ہوں میں خیال رکھوں گا میں آیا کروں گا 2 ہفتے سے آپ آئے؟؟؟ آپکو کچھ خبر بھی تھی میری......

کہنا بہت آسان ہوتا ہے نبھانا بہت مشکل ...... مجھے اس بات کا بہت اچھے سے احساس ہو گیا کہ میں اکیلی ہوں اور اکیلی ہی رہوں گی... کوئی سگا نہیں بچا میرا......وہ بری طرح پھٹ پڑی تھی .. شاہ میر کا نہ آنا اسے اتنا برا لگے گا یہ تو خود شاہ میر کو بھی نہیں معلوم تھا... وہ خوشگوار حیرت سے سرخ ہوتی ناک والی حبا کو دیکھ رہا تھا... جو اب سامنے رکھے ون سیٹر صوفے پر ٹک گئی تھی... حبا کی خفگی جائز تھی... اسکا یہ اپنا اپنا سا انداز شاہ میر کو بھا رہا تھا ...وہ کچھ دیر مزید ڈھیٹ بن کر حبا کا غصّہ دیکھنا چاہتا تھا مگر حبا کی سوں سوں اور خوبصورت سیاہ آنکھوں سے بہتے آنسوؤں نے شاہ میر کو متوجہ کیا۔۔۔

حبا تم رو رہی ہو... وہ حبا کے قریب آیا تھا... وہ سر جھکائے واقعی رو رہی تھی......شاہ میر کے واقعی ہاتھ پاؤں پھول گئے..

حبا.. حبا... شاہ میر نے حبا کے گیلے بالوں کو پیچھے کیا اور اسکا چہرہ اوپر کیا... سو سوری حبا رئیلی سوری۔۔۔ میں جانتا ہوں مجھ سے کوتاہی ہوئی آنے میں مجھے معاف کر دو.. میں کچھ کاموں میں بری طرح مصروف تھا ... لیکن میرا وعدہ ہے آیندہ ایسا نہیں ہوگا......

وہ شاہ میر کو دیکھ رہی تھی مگر آنسو تھے کے رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے...

میں جانتی ہوں آپ مصروف ہوں گے تبھی نہیں آئے... وہ اپنے آنسو صاف کرنے لگی... شاہ میر پیچھے ہو گیا... شاہ میر میں بہت اکیلی ہو گئی ہوں ابو کے بغیر یہ گھر گھر نہیں لگتا... مجھے وحشت ہوتی ہے اکیلے... میں اس دنیا میں اکیلی ہو گئی ہوں .. وہ قدرے سنبھل کے دھیمے لہجے میں بول رہی تھی...

وہ بری طرح بکھری ہوئی تھی وہ آج اپنا آپ عیاں کر رہی تھی... وہ نظریں جھکائے بول رہی تھی آنکھوں کی نمی سے سیاہ پلکیں بھیگ چکی تھی گیلی جھکی پلکیں شاہ میر کے چین و قرار کو منتشر کر چکی تھیں... وہ اسکو مزید الجھا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا... اسکی آنکھیں نا جانے کیوں سوجی سوجی تھیں... وہ خاموشی سے چند لمحے اسے دیکھتا رہا...

ادھر آؤ حبا میرے ساتھ ... وہ حبا کا ہاتھ تھامے اسے باہر لان میں لے آیا...

حبا خاموشی سے اسکے ساتھ چل کر لان تک آئی تھی ... کے اچانک لائٹ چلی گئی ہر طرف گہرا اندھیرا تھا... افق پر چاند روشن تھا...

میں جنریٹر آن کر کے آئی ۔۔۔وہ جانے کیلیے مڑی جب اسکی کلائی پر شاہ میر کی گرفت کچھ اور مضبوط ہوئی ... حبا نے حیرت سے مڑ کر پہلے شاہ میر کو اور پھر اپنی کلائی کو دیکھا جو اس وقت شاہ میر کی گرفت میں تھی ... چاندنی ہر سو بکھری ہوئی تھی ... خاموش سرد چاندنی میں بھیگی رات ... شاہ میر حبا کے چاند نما چہرے کو ہی تک رہا تھا...

سرد رات کی چمکتی

چاندنی میں

اپنے اس چہرے کی چمک

ان گالوں کی نرمی

اپنی آنکھوں کی سیاہی

اور

ان سانسوں کی سرگم کو

میرے دل کی اس

زمین کے حوالے کر دو

ہاں اس بنجر سی زمین کو

اپنی ان شوخ اداؤں سے

زرخیز کر دو...

ہاں خود کو میں

اور مجھ کو

تم کر دو...

http://sohnidigest.com

حبا مجھ سے شادی کرو گی......؟؟؟ میں تمہیں ہرگز یوں اکیلا نہیں دیکھنا چاہتا... میں اس چاندنی رات کی چاندنی کی قسم کھا کر کہتا ہوں مجھے تم سے محبت ہے... نہیں معلوم کب سے اور کتنی مگر حبا میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا... میں تمہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں باقاعدہ اصولوں کے تحت تمہیں اپنی زندگی میں لانا چاہتا ہوں... تمہارے دکھ درد تکلیف سب ختم کرنا چاہتا ہوں تمہیں اپنی نظروں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں... ایسے کے تم کبھی میری نظروں سے اوجھل نا ہونے پاؤ۔۔۔ ایسے کے تمہارا نام میرے نام کے بغیر ادھورا ہو... ایسے کے تمہاری سوچیں مجھ سے شروع اور مجھ پر ختم ہوں... وہ ایک لمحے کیلئے رکا... حبا کی جانب دیکھا جو ششدر سی شاہ میر کو دیکھ رہی تھی... وہ حبا کے قریب ہوا تھا...

ایسے کہ شاہ میر کی سانس سانس پر حبا عظیم کا حق ہو اور شاہ میر اپنا آپ حبا کی خاطر فنا کر دے......وہ یوں حبا کی آنکھوں میں جھانک کے بولا کہ حبا بھی ایک لمحے کو ڈگمگا گئی... شاہ میر کی آنکھیں زور وشور سے اسکی سچائی کی گواہی دے رہی تھیں... وہ حیران تو تھی ہی مگر اسے یوں شاہ میر کا اظہار محبت کرنا سخت ناگوار گزرا تھا...

اس نے آرام سے شاہ میر کی گرفت سے اپنی کلائی آزاد کروائی اور چند قدم پیچھے ہو گئی...

یہ سب جو آپ نے کہا یہ آپ چاہتے ہیں شاہ میر... وہ سنجیدگی سے بولی...

شاہ میر ہاتھ باندھے اسے ہی دیکھ رہا تھا... لائٹ آ چکی تھی وہ دونوں سردی کے باوجود لان میں ہی کھڑے تھے...

جو کچھ آپ نے کہا یہ سب آپکا مسئلہ تھا اب میری ایک بات غور سے سن لیں... نا مجھے آپ سے محبت ہے نا مجھے آپکی محبت چاہیے نا میں آپ سے شادی کر سکتی ہوں... یہ جو شروع سے آپ ہم سے ہمدردی جتاتی آئیں ہیں نا اب بس.. آپکو مجھ سے محبت نہیں صرف ہمدردی ہے اور آپ کیا چاہتے ہیں میں آپکی ہمدردی کے چکر میں آ جاؤں اور ساری زندگی پھپھو کے طعنے سنوں ایسا ہی ہے؟؟؟؟ وہ انتہائی تلخی سے بولی...

شاہ میر اس غیر متوقع سچویئشن کیلئے ہرگز تیار نا تھا اسکو دھچکا سا لگا۔۔۔

حبا تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو... امی کے رویے پر شروع سے ہی شرمسار ہوں لیکن میرا یقین کرو میں...... وہ بول ہی رہا تھا جب حبا نے اسکی بات کاٹی....

یہی نا مجھ سے محبت کرتے ہیں... مجھے ایسی محبت نہیں چاہیے... جس کی بنیادوں میں ہی جدی پشتی کا بیر ہو... اسلیے میں کبھی بھی آپ سے شادی نہیں کروں گی... چاہے شاہ میر دنیا کا آخری مرد ہی کیوں نا ہو پھر بھی نہیں کروں گی سمجھے آپ......وہ سخت لہجے میں بول رہی تھی اور شاہ میر کے مارے ضبط آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں.

وہ ششدر سا پھٹی پھٹی نگاھوں سے حبا کو دیکھتا ہوا واپس مڑا... اس میں کچھ بولنے کی سکت باقی نہیں رہی تھی جسکا ڈر تھا وہی ہوا... عارفہ بی بی کے بیر نے شاہ میر کی محبت کو اس سے جدا کر ہی دیا... وہ اپنی اولین محبت کے ہاتھوں بری طرح نامراد ٹھہرا تھا... وہ ٹھکرایا جا چکا تھا ضرب اسکی انا پر نہیں اسکے دل میں چھپی حبا عظیم کی محبت پر لگی تھی... وہ مزید کچھ سن نہیں سکتا تھا...... وہ بوجھل قدموں سے گیٹ کی جانب بڑھنے لگا......

اور پلیز آیندہ یہاں آنے کی ضرورت نہیں... آپ صرف ہمدرد نہیں مفاد پرست بھی نکلے... میں دوبارہ نہیں دیکھنا چاہتی آپکو کبھی بھی نہیں......وہ تلخ ترین لہجے میں بولی......

شاہ میر سختی سے مٹھیاں بھینچے باہر نکل گیا تھا... حبا دروازہ لاک کر کے اندر چلی گئی......وہ انتہائی غصے کے باوجود پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی... یہ محبت بہت بری چیز ہے شاہ میر... یہ انسان کو خود غرض بنا دیتی ہے میری محبت مجتبیٰ جمال ہے... ہاں مجتبیٰ جمال... اپنی محبت کی خاطر مجھے آپکی محبت کو ٹھکرانا ہی تھا پلیز مجھے معاف کیجیے گا...... آج کے بعد آپ حبا سے محبت نہیں نفرت کریں گے...

وہ بری طرح رو رہی تھی...

☆......☆......☆

اور پھر واقعی شاہ میر کتنے دن نا آیا... حبا کو پہلے پہل تو اپنے رویے پر دکھ ہوتا رہا مگر پھر مجتبیٰ کے خیالوں میں وہ سب بھولتی گئی... ایک رشتہ دار تھا شاہ میر اس نے بھی آنا چھوڑ دیا تھا... گلاب خان ایک واحد تھا جو حبا کی خبر گیری تو کرتا ہی تھا ساتھ ساتھ حبا کا راز داں بھی تھا... وہ حبا کے دل کی سنتا اور خاموش رہتا... اسے حبا کے مجتبیٰ کیلیئے جذبات کی بہت اچھے سے خبر تھی... شاہ میر کے ساتھ جو کچھ اس نے کیا وہ سب وہ گلاب خان کو بتا چکی تھی... جس پر گلاب خان بھی حبا سے سخت ناراض ہوا اور حبا کو صاف لفظوں میں کہا کہ اسکی ماں کے رویے کی سزا شاہ میر کو دینا سراسر غلط ہے اور جب ایک دن حبا نے بتا دیا کے اس نے یہ سب جان بوجھ کر شاہ میر کے دل میں نفرت

پیدا کرنے کیلئے کیا تو گلاب خان عجیب سے انداز میں مسکرایا تھا...

حبا بچہ ایک بات یاد رکھنا ہماری... یہ جو محبت ہے نا ایک ایسا بیج ہے جس کو ایک بار بو کر لاکھ جڑ سے اکھاڑ نے کا کوشش کیا جائے اسکی جڑیں نہیں نکل سکتیں... اسکی جڑیں دل کی زمین پر کچھ ایسے جال بچھا چکی ہوتی ہیں جنکو چاہ کر بھی اکھاڑا نہیں جا سکتا... نا جانے گلاب خان کہاں کھو گیا تھا....

گلاب خان ایسا ہی میرے ساتھ بھی ہے میں مجتبی جمال پر مرتی ہوں... مجھے اس سے شدید محبت ہے... میں کیا کروں؟؟؟ محبت کسی سے کروں اور شادی کسی سے... شاہ میر کو ہاں کہہ کر اسکو دھوکا نہیں دے سکتی میں... اور نا ہی مجتبی کی محبت کو دل سے نکال سکتی ہوں... وہ تلخ ہوئی تھی...

اور مجتبی ۔۔۔تم کو کیا لگتا ہے وہ بھی تم سے محبت کرتا ہے؟ گلاب خان استفسار کر رہا تھا۔

گلاب خان وہ میری اتنی فکر کیوں کرتا ہے.. کیوں مجھے روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا کیوں لاہور سے اسلام آباد ساڑھے تین، چار سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے مجھ سے ملنے آتا ہے کیوں اپنی سوسائٹی کی خوبصورت ترین اس پر جان دینے والی لڑکیوں کو چھوڑ کر مجھ سے وقت مانگتا ہے... کیا یہ محبت نہیں... معلوم نہیں وہ خود کو مطمئن کر رہی تھی یا گلاب خان کو...

ام کو لگتا ہے تم دونوں کو اس موضوع پر بات کرنا چاہیے... گلاب خان پر سوچ انداز میں بولا اور حبا اسے دیکھنے لگی......

☆......☆......☆

اور پھر ایک رات حبا نے مجتبی سے بات کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔۔۔ ہفتے کی رات کو مجتبی حبا سے ملنے سرد ٹھٹھرتی رات تقریباً 8 بجے اسکے بلاک کے باہر مین اسٹریٹ میں کھڑا تھا... بلیو جینز پر بلیک لیدر کی جیکٹ پہنے وہ بہت جاذب نظر لگ رہا تھا... حبا لانگ کوٹ پہنے کوٹ کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالے تیز تیز چلتی مجتبی کی جانب بڑھ رہی تھی۔۔۔ حیرت انگیز طور پر حبا بھی بلیک لانگ کوٹ پہنے ہوئے تھی......سر پر اسکارف تھا جن میں سے اسکے قدرتی سنہری بال کوٹ کی پشت پر بکھرے ہوئے تھے... سٹریٹ لائٹس کی روشنیاں آج کچھ زیادہ ہی حسین لگ رہی تھیں. سردی بھی حد سے سوا... ان دونوں کے منہ سے ہی دھواں نکل رہا تھا... مجتبی اسے دیکھتا ہوا

گاڑی سے نکل کر گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگا کر دونوں ہاتھ باندھ کر دلچسپی سے حبا کو دیکھنے لگا تھا... شاید اسلیے بھی وہ خوش گوار حیرت میں مبتلا تھا کے حبا پہلی بار مسکراتے ہوئے آرہی تھی......

وہ اسکے قریب آ کر ہلکا سا مسکرائی تھی ... آنکھوں میں گویا جگنو چمک رہے تھے ... نا جانے لمحوں کی کیا سازش تھی دونوں کچھ ساعتوں کیلیئے ایک دوسرے کی نگاہیں پڑھنے لگے تھے......سرد ہوا تیز تھی... انکے ملنے پر گویا موسم جھوم اٹھا ہو حبا کے منہ سے نکلتا دھواں اور سرخ ہوتی ناک نے مجتبی کے حواسوں کو بحال کیا چلو آؤ گاڑی میں بیٹھو باہر بہت ٹھنڈ ہے... وہ ارد گرد دیکھتا ہاتھ رگڑتے ہوئے بولا...

نا.. ہم واک کریں گے آج آجاؤ میرے پیچھے... وہ مسکراتی ہوئی کہہ کر مڑ گئی اور تیز تیز بائیں جانب کو نیچے کی جانب جاتی سڑک پر چلنے لگی...

مجتبی نے جلدی سے گاڑی لاک کی اور تیز تیز قدم اٹھاتا حبا کے پیچھے چلنے لگا... وہ دیکھ رہا تھا آج حبا بہت خوش تھی اور یہ تو حبا ہی جانتی تھی کے اسکا معصوم سا دل آج کس لے پر دھڑک رہا تھا...

وہ حبا کے پیچھے تیز تیز چلتا جا رہا تھا سردی کی شدت سے ہر جانب خاموشی تھی کوئی اکا دکا بندے آ جا رہے تھے

سنو تمہیں سردی نہیں لگتی... وہ دونوں ہاتھ ملتا ہوا اس کے پیچھے چل رہا تھا...

لگتی ہے... وہ مسکراتے ہوے اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی ..

تو تمہیں کہا بھی تھا کہ گاڑی میں بیٹھ کر بات کر لیا کرو... مگر تمہیں ہی اتنی سردی میں مٹر گشت کرنے کا شوق ہے... وہ چڑ کر بولا تھا.

مجھے تمہارے ساتھ چلنا اچھا لگتا ہے... وہ مسکرا کر پھر چلنے لگی تھی...

اچھا... کیوں اچھا لگتا ہے... وہ بھی اسکے سامنے آ کھڑا ہوا تھا.. اب وہ اسے کرید رہا تھا...

اسلیئے کہ جب میں نہیں ہوں گی تو یہ سردی... یہ رات ... یہ ہوا... یہ رستے تمہیں میری یاد دلائیں گے... تم جب بھی سرد راتوں میں یہاں سے گزرو گے تو مجھے یاد کرو گے ... وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی بول رہی تھی...

مجتبی اسکو مبہوت سا دیکھ رہا تھا... کتنی چمک تھی اسکی آنکھوں میں...

حبا تم کہاں لے کر جا رہی ہو یہ تو بتاؤ... وہ بمشکل اپنا دھیان حبا کی آنکھوں سے ہٹا پایا تھا...

وہ دیکھو......غیر معمولی روشنیاں انکے سامنے تھیں...

حبا نے شہادت کی انگلی سے سامنے بنے بہت خوبصورت شادی ہال کی جانب اشارہ کیا تھا... جس میں اندر شائد کچھ فنکشنز جاری تھے... مگر اس پورے سیکٹر کے بالکل مرکز میں نیچے چڑھائی اتر کر یہ بہت دیدہ زیب عمارت تھی... بہت دلکش لائٹنگ اور اس سے بھی خوبصورت اس شادی ہال کا ویو... یہ کوئی ہال کم کوئی مغلیہ دور کا محل زیادہ لگتا تھا...

مجتبیٰ نے بہت بہت خوبصورت عمارتیں، لائٹنگ اینڈ ہائیلی ڈیکور ہالز دیکھ رکھے تھے مگر اس جگہ پر یہ خوبصورت ویو اسے بھی بہت بھلا لگا تھا...

اچھا ہے نا... وہ مجتبیٰ کو یوں دلچسپی سے دیکھتے ہوئے بولی۔

yeah its amazing

مجھے افسوس ہے میں پہلے نہیں دیکھ سکا... وہ بھی مسکرایا تھا

چلو یہاں چلتے ہیں وہ دونوں اسی روڈ پر چلنے لگے...

مجتبیٰ ایک بات پوچھوں... جگ مگ کرتی سڑک پر دونوں چہل قدمی کر رہے تھے...

ہاں پوچھو... وہ اپنے قیمتی فون پر شاید کوئی میسج ٹائپ کر رہا تھا...

تمہیں کبھی محبت ہوئی؟؟؟ حبا چلتے چلتے اسے دیکھ رہی تھی اور وہ اپنے سیل فون کو...

ہاں محبت کس قسم کی محبت... وہ چیٹنگ میں ہی مصروف تھا اور مصروف انداز میں ہی بولا..

وہی محبت جو زندگی میں ایک بار کسی ایک شخص سے ہوتی ہے... حبا کو اسکا یہ انداز پسند نا آیا تھا مگر اسے کچھ نا کچھ تو پوچھنا ہی تھا آج...

اوہ۔۔۔ وہ سیل فون سے دھیان ہٹا کر چلتے چلتے رک گیا تھا اب وہ براہ راست حبا کو دیکھنے لگا تھا

محبت ایک بار ہوتی ہے؟؟؟؟ میرے خیال میں تو یہ ہر روز ہوتی ہے ہر لمحہ ہوتی ہے ہر پل ہوتی ہے... وہ عجیب انداز میں مسکرایا تھا...

حبا کو اسکے چہرے پر کہیں بھی خالص محبت کے رنگ نظر نہیں آئے تھے... وہ لب بھینچے اسکو تک رہی تھی۔

اور میری زندگی میں ایسی کئی محبتیں ہیں حبا... تم تو جانتی ہی ہو گی... وہ کندھے اچکا کر بولا

مجتبیٰ بیک وقت اتنے لوگوں سے محبت نہیں ہو سکتی اسے وقت گزاری کہتے ہیں.. وہ آرام سے بولی تھی..

میں جو تمہارے ساتھ کر رہا ہوں اسے بھی وقت گزاری کہو گی؟؟؟ وہ بغور اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا

اسے محبت بھی نہیں کہوں گی... وہ سنجیدہ تھی...

کیوں مجھے تم سے محبت نہیں ہو سکتی...؟؟؟ پھر سوال آیا تھا

تو کیا تمہیں ہے؟ وہ ہنوز سنجیدگی سے بولی

ہاں ہے... وہ اعتراف کر رہا تھا...

کتنوں سے ہے ایسی محبت... وہ طنزیہ مسکرائی تھی...

حبا... ہر انسان کی اپنی جگہ ہوتی ہے ہر انسان سے خاص لگاؤ ہوتا ہے... خاص محبت ہوتی ہے... وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کچھ...

تم سمجھے نہیں چلو تمہاری آسانی کیلئے تھوڑا اور آسان سوال پوچھتی ہوں کتنی لڑکیوں سے تمہیں محبت ہے...؟

لہجہ کی تلخی اور سنجیدگی کا امتزاج مجتبیٰ کو عجیب لگا تھا..

کچھ لمحے تو اس سے کوئی جواب نا بن پڑا... بہت ہیں ...وہ مختصر جواب دے کر چلنے لگا...

اور تم سے کتنی لڑکیوں کو محبت ہے؟ وہ بھی ساتھ ساتھ چلنے لگی تھی

شاید کسی کو بھی نہیں... سب کو میرے سٹیٹس میرے پیسے سے محبت رہی آج تک... وہ کھل رہا تھا۔

اور تم نے کس بنیاد پر محبت کی...

میرا بھی obviously کوئی مفاد ہو گا... وہ سچ بولا تھا

محبت بغیر کسی مفاد کے کی جاتی ہے مجتبیٰ جمال۔۔۔اپنی اپنی مفاد پرستی کو محبت نہیں کہتے... وہ بول رہی تھی اور وہ الجھ کر اسے دیکھنے لگا...

خیر ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ تمھیں محبت ہوئی ہی نہیں... اب وہ کھل کر مسکرائی تھی......

اچھا... کیا واقعی...؟ اگر ایسا ہے تو میں بہت lucky ہوں نا... وہ بھی مسکرایا تھا

حبا کا دھیان اسے دیکھتے دیکھتے سامنے لڑکی کی جانب گیا جو مسلسل رو رہی تھی اور دو لڑکے کار پر اسکے پیچھے پیچھے تھے...

وہ دیکھو مجتبی ... ہمیں ادھر جانا چاہیے ... مجتبی کا دھیان بھی اسی جانب تھا... تم پاگل ہو ہم روز ایسے ڈرامے دیکھتے ہیں ... یہ لڑکی جو رو رہی ہے نا کچھ ہی دیر میں انکے ساتھ بیٹھ کے یہ جا وہ جا ہو جائے گی اور تمہارے جیسی بیوقوف لڑکیاں ہونقوں کی طرح دیکھتی رہ جاتی ہیں سو چلو...

وہ مڑا تھا حبا نے دیکھا وہ لڑکی واقعی ہنستے مسکراتے ان لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر جا چکی تھی...

گاڑی میں لاوڈ میوزک آن تھا وہ زناٹے سے گاڑی لے اڑے تھے...

وہ واقعی ہکا بکا انہیں دیکھ رہی تھی... اور مجتبی کی ہنسی نکل گئی...

دیکھ لیا مس حبا... وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

ہم لیکن مجھے میری نیت کا اجر تو مل گیا ہوگا... میری نیت اس لڑکی کی مدد کرنے کی تھی. وہ معصومیت سے بولی

مائی گاڈ حبا... نیت......ثواب...... مدد...... یہ ان سب کا دور نہیں... برف کی طرح chill رہنا سیکھو مدد کرنے کرانے کے زمانے گئے اب۔۔۔چلو واپس مجھے اسلام آباد کیلئے نکلنا ہے۔ وہ اکتایا ہوا تھا اور واپس چلنے لگا تھا۔

سنو...

وہ چونک کر پلٹا تھا۔سوالیہ نظریں حبا کے چہرے پر ٹھہر سی گئی تھیں

برف کتنی ہی سخت کیوں نا ہو اسے پگھلنا ہوتا ہے مجتبی جمال..

پگھلا پانی پھر برف بن سکتا ہے بیوقوف لڑکی... وہ طنزیہ مسکرایا تھا..

اور جو برف پگھل کر بہہ جائے۔۔۔اس کے بارے میں کیا کہو گے؟

وہ چپ سا ہو گیا تھا..

میں بتاتی ہوں...... جب برف کے مقدر میں پگھلنا لکھا ہے تو برف کسی مقصد میں استعمال ہو سکتی ہے .. بجائے اسکے وہ پگھل پگھل کر ضائع ہو جائے۔۔۔زندگی بھی برف جیسی ہے ختم تو ہونی ہی ہے تو کیوں نا کسی

مقصد کے تحت گزاری جائے کسی کے کام آیا جائے......وہ مسکرائی تھی۔

اسکی مسکراہٹ اتنی دلنشیں تھی چہرے پر اتنی شفافیت تھی کہ مجتبی جمال کے لیے نظریں ہٹانا مشکل ہو گیا تھا...

وہ نظریں چرا گیا تھا... وہ دونوں تیزی سے چلنے لگے تھے...

مجتبی محبت کے اصول تو دور تم تو زندگی کے اصولوں کو بھی فراموش کر چکے ہو... پہلے تمہیں زندگی کا بنانا ہے اور پھر کسی ایک کا......مجتبی جا چکا تھا اور وہ اپنے گھر آ چکی تھی...

☆......☆......☆

وہ اک شخص جو میری
زندگی کا محور ہے
جو میرے تمام راستوں
میں موجود ہے لیکن
میری منزل نہیں...
جو میرے بہت قریب ہو کر بھی
مجھ سے صدیوں کے فاصلے پر ہے
ایسے فاصلے جنکے
ختم ہونے کی
کوئی امید باقی نہیں...
وہ شخص جو کہنے کو تو اپنا ہی ہے
لیکن حقیقتاً
اک وہ میرا نہیں......
رات ایسی سرد بے کیف سی
چھا چکی ہے اب

چاندستارے اب ادھر نکلتے نہیں

روٹھنے منانے کا وقت تو

کبھی ملا کے نا ملا

عجب تعلق رہا اس سے

اسکو ہی کچھ خبر نہیں...

قصور اسکا کچھ نہیں سب لکھا

نصیب کا تھا

کچھ بندشیں تھیں حالات کی

کچھ بکھرے میرے نصیب رہے...

شاہ میر کا دوبارہ حبا کے سامنے جانے کا حوصلہ نا ہوا... وہ ایسا بری طرح ٹوٹا تھا کہ کسی کو اپنی اس نا قابل فراموش شکست کا بتا نہیں سکتا ہے وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنی ماں کے رویے کے جرم کی پاداش میں یہ سزا کاٹ رہا ہے... اس بات سے قطعی لاعلم کہ حبا نے ایسا کیوں کیا...... وہ حبا کو ابھی بھی حق پر سمجھ رہا تھا... آفس سے واپسی پر کئی بار قدم اس دشمن جان کے گھر کی طرف بڑھتے ۔۔۔ مگر پھر حبا کا تلخ جواب اسکے وجود کو جامد کر دیتا... اور وہ لاکھ چاہنے کے باوجود حبا کیلئے فکرمند ہونے کے باوجود ادھر کا رخ نہیں کرتا تھا... دل میں ایک گلہ تھا اور وہ یہ کہ حبا اسکے ماں کے رویے کی سزا شاہ میر اور شاہ میر کی محبت کو کیوں دے گی ... وہ ایسا کیسے کر سکتی ہے... اچانک حبا کو کیوں غصّہ آ گیا... وہ پچھلے کئی دنوں سے اسی کشمکش کا شکار تھا... دوسری طرف حبا کی تنہائی اور اکیلے پن کا احساس اسے چین نہیں لینے دیتا... وہ کرے تو کیا کرے... حبا کے واضح انکار کا اس نے فی الحال کسی کو بھی نہیں بتایا تھا. اور اسے تعجب ہوتا تھا اپنی ماں پر وہ کیسی پھوپھی تھیں جنھیں اپنی جوان اکلوتی بھتیجی کی رتی بھر فکر نہ تھی.

ایک رات عارفہ بی بی نے پوچھ ہی لیا۔.. دیکھ رہی ہوں کافی دن سے تو خاموش ہے شاہ میر کیا کوئی پریشانی ہے؟

نہیں کوئی پریشانی نہیں... وہ خاموشی سے کھانا کھاتا رہا..

مریم کیلئے بہت اچھا رشتہ آیا ہے شاہ میر تو کہے تو لڑکے والوں کو گھر بلوا لیں۔عارفہ بی بی اصّل مدعے پر آئی تھی۔

اتنی بھی کیا جلدی ہے جب تک میں شادی کی تمام تیاری مکمل نا کر لوں تب تک کسی کو گھر بلانے کی ضرورت نہیں... شاہ میر کا انداز دوٹوک تھا...

لیکن رشتہ دیکھنے میں کیا حرج ابھی سے دیکھیں گے تو بات بنے گی نا پھر اچھے رشتے ڈھونڈنے میں وقت بھی تو لگتا ہے بیٹا... عارفہ بی بی نے جواز دیا۔

امی جب تیاری ہو جائے گی تو رشتے بھی مل جائیں گے... ابھی کونسا انکی عمر ہے شادی کی... وہ کھانا ختم کرتے ہوئے دونوں بہنوں کی جانب دیکھ کر بولا... مریم کے تاثرات تو عجیب ہی تھے البتہ تابندہ اپنے بھائی کو دیکھ کر پیار سے مسکرائی تھی...

عارفہ بی بی سخت بدمزہ ہوئی تھیں... کیونکہ شاہ میر اس گھر کا کفیل تھا حتمی فیصلہ بھی وہی سناتا تھا..

وہ اٹھ کر جانے لگا جب عارفہ بی بی بولی.. سنورات جلدی آ جایا کرو.. اس گھنی سے ملنے تو نہیں جاتے... عارفہ بی بی نے ہدایت کے ساتھ ساتھ تلخی سے پوچھا۔

امی ایک بات تو بتائیں کیا عظیم ماموں آپکے سگے بھائی تھے؟، بچپن سے آج تک انکے چھن جانے کا رونا روتی آئی ہیں آپ... آج اسی بھائی کی اکلوتی اولاد بالکل تنہا ہے اکیلی ہے اسے اپنوں کی آپکی ضرورت ہے اور آپ نے اسے کسی اچھوت کی مانند خود سے دور کیا ہوا ہے... کیسی پھوپھی ہیں آپ؟ کبھی یہ سوچ نہیں آئی کے بنا ماں باپ کے اس لڑکی پر کیا گزر رہی ہوگی... لیکن سچ مجھے آپ سے بڑا بے حس نہیں دکھا آج تک... وہ بری طرح پھٹ پڑا تھا اور کہہ کر وہ رکا نہیں تھا....

عارفہ بی بی نے نفرت سے گردن گھمائی... ہونہہ۔۔۔بے حس...

حبا تجھے تو میں چھوڑوں گی نہیں تو میرے اکلوتے بیٹے کو نہیں چھین سکتی مجھ سے... عارفہ بی بی نفرت آمیز لہجے میں بولی...

ارے ام کا بچہ آج کیسے آ گیا......گلاب خان مین گیٹ سے اندر داخل ہوتی حبا کو دیکھ کر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔۔۔۔

اسلام علیکم۔۔۔حبا نے مسکراتے ہو گلاب خان اور لان میں موجود کرسی پر بیٹھی گلاب خان کی بیوی کو سلام کیا

۔۔۔

وعلیکم اسلام ۔۔۔گلاب خان حبا کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے چھوٹے سے لان میں لے آیا کیوں کہ سوسائٹی کا یہ سیکٹر 5 مرلہ گھروں پر محیط تھا لہذا حبا اور گلاب خان کا گھر ایک جیسا ہی تھا۔۔۔

وعلیکم سلام ماڑا۔۔۔شکر ہے آج تم بھی رستہ بھول گیا۔۔۔

گلاب خان کی بیوی نے جو کرسی پر ہی بیٹھی تھی حبا کے آگے ہونے پر حبا کا ماتھا چومتے ہوئے بولی۔۔۔

نہیں تو بی جی......میں کبھی بھی اس گھر کا رستہ نہیں بھول سکتی بس کچھ تنہا پسند ہو گئی تھی۔۔۔حبا مسکرائی تھی

پھر کیسا لگا یہ تنہائی؟؟؟بی جی نے سوال کیا

کسی ایسے سانپ کی طرح جس میں زہر نا ہو مگر اسکا خوف مسلسل ہو۔۔۔وہ کھوئے ہوئے انداز میں بولی

تم لوگ باتیں کرو ام کچھ کھانے پینے کو لے کر آتا۔۔۔آج ام کا بچہ کھانا کھائے بغیر نہیں جائے گا ۔۔۔گلاب خان کی خوشی دیدنی تھی وہ باہر نکل گیا۔

بی جی طبیعت کیسی ہے اب؟؟؟حبا کی نظر بی جی کے پیروں پر پڑی جو بہت سوجے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔۔اور لٹکا کے بیٹھنے کے بجائے انہوں نے دوسری کرسی پر رکھے ہوئے تھے۔۔۔

ارے بچے اب ہماری عمر ڈھلنے کا وقت ہے جوں جوں ختم ہی ہونا ہے۔۔۔تم بتاؤ تم ٹھیک ہے نا۔۔۔وہ پھوپھی کا لڑکا آتا ہے کہ نہیں۔۔۔اللہ قسم بہت نیک فطرت بچہ ہے۔۔۔

حبا شاہ میر کے ذکر پر پہلو بدل کے رہ گئی۔۔۔

دیکھیں آپکے پاؤں پے کتنی سوزش ہے ڈاکٹر کیا کہتا ہے؟؟؟حبا کو واقعی تشویش ہوئی تھی

ماڑا ایک تو ہیپاٹائٹس۔۔۔دوسرا جسم میں پانی بھر گیا ہے۔۔۔علاج کروا رہا انشا اللہ بہتر ہو گا۔۔۔

اب بی جی ساتھ والی کرسی سے چادر اٹھا کر بہت پیار سے تہہ کرنے لگی ......وہ بہت محبت سے گلاب خان کی چادر کو گود میں رکھ کر پیار سے ہاتھ پھیر رہی تھی ......۔

بی جی بہت محبت ہے نا آپکو گلاب خان سے......حبا نے شرارت سے پوچھا

بالکل ہے......اور تم کو پتہ ہے زیادہ بڑی بات یہ ہے کہ گلاب خان کو ام سے محبت ہے۔۔۔بی جی کے سفید چہرے پے خاصی چمک سرشاری تھی۔۔۔

ایک بات پوچھوں بی جی۔۔۔آپ دونوں کی محبت کی شادی ہے۔۔۔حبا آج خوش گوار موڈ میں تھی۔۔۔

نہیں ماڑا۔۔۔ام کو تو کسی اور سے محبت ہوا تھا۔۔۔بی جی نے صاف گوئی سے بتایا۔۔۔

کیا واقعی......پھر شادی گلاب خان سے؟ حبا کی دلچسپی مزید بڑھ گئی تھی۔۔۔

گلاب خان کی محبت ام کی محبت پر بازی لے گئی۔۔۔گلاب خان ہمارا چچازاد تھا۔۔اور وہ ام کی سہیلی کا بھائی ......وہ صرف وقت گزاری کو پیار سمجھتا تھا۔۔۔جبکہ گلاب خان نے ام کو سمجھایا کے دکھ سکھ میں ساتھ دینا اصّل محبت ہے......بی جی محبت سے پر لہجے میں بولی۔۔۔

مگر محبت کسی اور سے شادی کسی اور سے۔۔۔کیا یہ عجیب نہیں بی جی۔۔۔حبا کو عجیب ہی لگا تھا

بچہ محبت جب ایسے بندے سے ہوتا ہے جو اس قابل نا ہو اور وقت پر اس بات کا ادراک بھی ہو جائے تو اس انسان کا ہاتھ تھام لینا چاہیے جو آپکو چاہتا ہو۔۔۔چلو ام بھی کن باتوں میں لگ پڑا گلاب خان آتا ہی ہوگا ۔۔۔ام کو اندر لے کر چلو۔۔۔آج ام اپنی بچی کی پسند کا کھانا بنائے گا۔۔۔

اور حبا جو نا جانے کہاں کھو گئی تھی سر جھٹک کر بی جی کو سہارا دے کر اندر لے گئی۔۔۔

☆......☆......☆

اوائل گرمیوں کی رخصت ہوتی شام تھی مغرب سے کچھ لمحے پہلے ہی گلاب خان کی بیل بجی۔۔۔حبا اور بی جی کھانا بنانے میں مصروف تھیں۔۔۔

گلاب خان نے ہی گیٹ کھولا۔۔۔

ارے شاہ میر برخوردار۔۔۔آو ماڑا اندر آو۔۔۔

سلام کر کے وہ دونوں بغلگیر ہوئے۔۔۔شاہ میر اور وہ دونوں لان میں بیٹھ گئے۔۔۔

گلاب خان حبا کدھر ہے گھر پر لاک ہے۔۔۔شاہ میر فکر مند تھا۔۔۔

ارے آج بھولے سے ام کی طرف آئی ہوئی ہے گڑیا۔۔۔ام نے روک لیا کہ رات کا کھانا کھا کے جائے۔

ہم اچھا کیا۔۔۔گلاب خان بہت مہربانی۔۔۔آپ جس طرح سے اسکا خیال رکھتے ہیں سچ میں میں آپکا احسان مند ہوں۔۔۔شاہ میر حبا کی یہاں موجودگی کا سن کر پر سکوں ہوا تھا......

ارے ام کسی پر احسان نہیں کرتا۔۔۔ام کے مرحوم دوست کا نشانی ہے جہاں ام کی اپنی بیٹی وہی حبا۔۔۔تم بیٹھو ہم کچھ کھانے پینے کو لاتا ہے۔۔۔گلاب خان اٹھنے لگا جب شاہ میر کھڑا ہو گیا۔۔۔

نا نہیں گلاب خان ابھی میں چلتا ہوں۔۔۔

ارے حبا سے تو ملتا جاؤ۔۔۔گلاب خان فکر مند ہوا

نہیں ویسے بھی آپ سے خیریت معلوم کرنے آیا تھا اسکی۔۔۔بس اسے بتا دیجیے گا اسکے اکاؤنٹ میں کچھ پیسے ڈپازٹ کروائیں ہیں۔۔۔جب بھی ضرورت پڑے نکلوا لے۔۔۔میں چلتا ہوں خدا حافظ۔۔۔وہ کہہ کر یہ جا وہ جا ہو گیا۔۔۔

گلاب خان اسے روک بھی نہیں سکا تھا......وہ خاموشی سے کھڑا تھا جب حبا باہر آ گئی۔۔۔لان میں آتے ہی اسے احساس ہوا جیسے شاہ میر اسکے ارد گرد موجود ہو۔۔۔اسکی موجودگی اسے متوجہ کر رہی ہو وہ چند پل کیلئے تھم سی گئی......اور پھر اپنا وہم سمجھ کر گلاب خان کے پاس آئی جو دروازے کے پاس گہری چپ میں کھڑا تھا۔۔۔

کون تھا گلاب خان......وہ ادھ کھلے دروازے کو دیکھ کر پوچھ رہی تھی۔۔۔

ہاں۔۔۔ہاں کون۔۔۔گلاب خان گڑبڑا گیا۔۔۔

اوہ۔۔۔وہ اپنا بچہ تھا شاہ میر۔۔۔گلاب خان مسکرایا۔۔۔

شاہ میر......تو حبا کا وہم درست تھا۔۔۔شاہ میر سے بظاہر کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا پھر اسکی موجودگی کا احساس کیسے ہو گیا......وہ صرف اسکا نام لے سکی۔۔۔

کہاں گئے؟؟؟؟ وہ صرف اتنا پوچھ سکی

چلا گیا۔۔۔تم کی خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔۔۔

گلاب خان کہہ کر نماز مغرب کے لیے مسجد چلا گیا۔۔۔

اور حبا وہیں لان میں بیٹھ گئی ۔۔۔شاہ میر آپ بھی ہو گئے نا ناراض مجھ سے ۔۔۔ مجھے ملے بغیر چلے گئے۔۔۔ میرے کہے پر گھر آنا چھوڑ دیا۔۔۔4 ماہ گزر گئے میرے سامنے تک نہیں آئے۔۔۔ مانا کہ میں بہت بری ہوں مگر آپ تو بہت اچھے ہو میرے اپنے ہو آپ تو کیسے مجھ سے لاپرواہ ہو گئے۔۔۔شاہ میر......میرے ابو بہت محبت کرتے تھے آپ سے۔۔۔ میں نے یقیناً آپکا دل دکھا کر ابو کو ناراض کیا۔۔۔تب ہی تو جس دن سے آپکو خفا کیا ابو نے خواب میں آنا ہی چھوڑ دیا۔۔۔وہ بہتے آنسو پونچھ کر بی جی کے پاس چلی آئی رات گھر آ کر وہ کافی اداس رہی تھی......

☆......☆......☆

اسلام آباد کی انتہائی خوبصورت لوکیشن پر واقع ایک سیون سٹار ریسٹورنٹ میں وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔۔۔اندر کا ماحول باہر کے ماحول کی نسبت بہت زیادہ پر سکون تھا۔۔۔ایئر کنڈیشنڈ ریسٹورنٹ ۔۔۔ہلکی موسیقی ۔۔۔ جا بجا بکھری قیمتی خوشبوئیں ۔۔۔ خوبصورت مرد عورتیں ۔۔۔حبا ہر شے کا بغور جائزہ لے رہی تھی ......ٹی وی پر آنے والی اداکاروں کو خوبصورتی میں پیچھے چھوڑتی ماڈل نما مغرور لڑکیاں حبا کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھیں۔۔۔مجتبی کھانا آرڈر کرنے کے بعد حبا کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔۔۔

کیا دیکھ رہی ہو ۔۔۔مجتبی حبا کو دیکھ کر مسکرایا جو بلیک سمپل سا فراک پہنے ہوئے تھی ۔۔۔ گولڈن بال بکھرے ہوئے تھے۔۔۔میک اپ کے نام پر صرف لپ گلاس لگا ہوا تھا۔کانوں میں جھمکے نما ایر رنگز تھے۔۔۔ اسکی اجلی سنہری رنگت میں حیا کی لالیاں شامل تھیں۔۔۔

یہ ریسٹورنٹ دیکھ رہی ہوں پہلی بار آئی ہوں اور سچی امپریس ہو رہی ہوں۔۔۔ یہاں ہر شے حد سے زیادہ نفیس اور قیمتی ہے۔۔۔وہ حیران ہوتے ہوئے بول رہی تھی۔۔۔

ہاں اور یہاں کی لڑکیوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔۔۔وہ شرارت سے مسکرایا تھا۔۔۔

بہت حسین ۔۔۔انہوں نے تو ماڈلز کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔۔۔وہ دور بیٹھی ایک دراز قد لڑکی کو دیکھ کر بولی

۔۔۔جو میک اپ سے سجے چہرے پر غرور لیے اپنی صراحی دار گردن کبھی ادھر گھماتی کبھی ادھر۔۔۔

مجتبیٰ نے حبا کی نگاہ کی سیدھ میں دیکھا اور پھر حبا کی جانب دیکھا۔۔۔

چھوڑو تم کیا ہونقوں کی طرح دیکھ رہی ہو۔۔۔کچھ بھی خاص نہیں ان میں۔۔۔وہ بیزاری سے بولا۔۔

اچھا تو خاص کیا ہے۔۔۔حبا نے پوچھا۔۔

یہ خاص ہے ویٹر کھانا سرو کرنے لگا مجتبیٰ نے چکن اسٹیک کی جانب اشارہ کر کے کہا۔۔اور حبا مسکرا دی۔۔

یہاں بہت کچھ خاص ہے اور یہ اعتراف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔۔۔وہ مسکراتے ہوئے کھانے کی جانب متوجہ ہوئی۔۔۔

ہوگا مگر مجھے تم سے زیادہ خاص یہاں کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا۔۔۔مجتبیٰ واقعی سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔۔۔

حبا کا دل عجیب سی لے پر دھڑکا تھا۔۔۔

مجتبیٰ کھانے میں مصروف تھا۔۔بلیو جینز پر وائٹ ٹی شرٹ میں وہ بہت جاذب نظر لگ رہا تھا۔۔۔گھنی بھنویں جو تقریباً ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں اور شفاف چوڑی پیشانی اسکی شخصیت میں عجیب وقار سا پیدا کر رہی تھی۔۔۔

حبا اسکو بغور دیکھ رہی تھی۔۔۔

کیا ہوا کھاؤ نا۔۔۔وہ حبا کو یوں کھویا ہوا دیکھ کر اسٹیک کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔۔۔

ہاں۔۔۔ہاں کھا رہی ہوں۔۔۔وہ بھی کھانے میں مصروف ہوگئی۔۔

سو کیسا لگا لنچ۔۔۔؟؟؟وہ دونوں لنچ کے بعد ریسٹورنٹ سے ملحقہ گارڈن میں چلنے لگے۔۔۔

جہاں ہر سو بکھرے رنگ رنگ کے پھولوں اُفق پر چھائے گہرے بادلوں اور ہلکی ہلکی ہوا نے ماحول کو مکمل طور پر خوشگوار کیا ہوا تھا۔۔۔گرمی کا اثر قدرے کم ہوگیا تھا۔۔۔

وہ چلتے چلتے حبا سے پوچھ رہا تھا

بہت اچھا۔۔۔حبا دلچسپی سے پھولوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔

حبا ایک بات پوچھوں۔۔۔مجتبیٰ ایک درخت کے قریب ہی کھڑا ہوگیا۔

ہم پوچھو۔۔۔حبا نے مجتبی کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔۔

دیکھو مجھ سے کوئی بھی بات گھما پھرا کر کوئی تمہید باندھ کر نہیں کی جاتی سو میں ڈائریکٹلی پوچھوں گا۔۔۔

do u love me

......وہ صاف گوئی سے بولا۔۔۔

اور حبا اس غیر متوقع سوال پر ہڑ بڑا سی گئی۔۔۔وہ بیشک مجتبی سے محبت کرتی تھی مگر مجتبی کے منہ سے یوں محبت کا سن کر وہ جھینپ سی گئی تھی۔۔۔

گھر چلیں دیر ہو رہی ہے۔۔۔وہ مجتبی کی مسکراتی سوالیہ نظروں کو خود پر مرکوز دیکھ کر گھبرا کے پلٹی تھی جب مجتبی نے اسکا بازو پکڑ کر کھینچ کر اسے درخت کے ساتھ لگایا تھا۔۔۔اور خود اسکے سامنے کھڑا ہوا تھا۔۔

حبا عظیم مجھ سے محبت کی ڈھیروں لڑکیاں دعویدار ہیں۔۔۔نا جانے کتنی لڑکیاں اظہار محبت کر چکی ہیں۔۔۔کتنی لڑکیوں کی نظریں میں با آسانی پڑھ لیتا ہوں۔۔۔مگر 2 سال ہونے کو آئے تمہاری نظریں پڑھنے سے قاصر ہوں۔۔۔تمہاری آنکھیں کبھی محبت کی وہ داستانیں سناتی ہیں کہ لگتا ہے مجتبی جمال ان میں فنا ہو جائے گا اور کبھی یہ ہی نظریں مجھ سے ایسی بے اعتنائی برتتی ہیں جیسے یہ مجھ سے نا آشنا ہوں۔۔۔حبا عظیم تم کہو تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟؟؟ کہو۔۔کیوں نہیں کہتی تم۔۔۔کیوں نہیں بولتی......

وہ حبا کو دونوں کندھوں سے تھامے بول رہا تھا۔۔۔

چھوڑو مجھے۔۔۔حبا نے زور سے اپنا آپ چھڑایا تھا۔۔۔

مجتبی جمال تم کیا سننا چاہتے ہو کہ مجھے تم سے محبت ہے؟۔۔۔محبت ہے کہ نہیں تمہیں اس بات سے قطعی فرق نہیں پڑتا ہاں فرق پڑتا ہے تو اس بات سے کہ میں کب تم سے اظہار محبت کرنے والی لڑکیوں کی لسٹ میں شامل ہوں گی۔۔۔وہ اس سے چند قدم پیچھے ہٹی تھی۔۔۔شکر تھا گارڈن کا یہ حصہ سنسان تھا۔۔۔اکا دکا بندے گزر کر جا رہے تھے بس۔۔۔

محبت۔۔۔تم نہیں جانتے محبت ہوتی کیا ہے۔۔۔یہ جو تمہیں غرور ہے نا لڑکیاں تم پر مرتی ہیں۔۔۔یہ بالکل فضول ہے۔۔۔یہ جو تم آئے روز اپنی گرل فرینڈز کے ساتھ ڈیٹ پے جاتے ہو...... جو کچھ بھی کرتے ہو

۔۔۔وہ سب......۔۔

وہ سب ٹائم پاس ہے۔۔۔اور کچھ بھی نہیں۔۔۔مجتبیٰ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔۔

واہ واہ۔۔۔مان گئی مجتبیٰ جمال ۔۔۔تم امیرزادوں کے ٹائم پاس کرنے کے طریقے بھی بہت گھٹیا ہوتے ہیں۔۔

حبا۔۔۔

mindyourlanguage

مجتبیٰ کو حبا کو یوں بولنا بہت برا لگا تھا۔۔۔

ہاں تو اور کیا کہوں۔۔۔تم ایک لڑکی کے ساتھ ہر طرح کے relation کو ٹائم پاس کہتے ہو۔۔۔حبا غصّے اور گرمی کی حدت سے لال سرخ ہو رہی تھی۔۔۔

حبا یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے تمہارے ساتھ تو آج تک کچھ ایسا نہیں کیا یہاں تک سوچا بھی نہیں۔۔۔پھر تم کیسے یہ سب کہہ سکتی ہو۔۔۔میں کسی کے ساتھ زور زبردستی نہیں کرتا۔۔۔جو بھی کرتا ہوں ان میں سب کی خوشی ہوتی ہے......وہ صفائی دے رہا تھا۔۔۔

خوشی ہوتی ہے......تم جسے خوشی کہتے ہو وہ گناہ ہے کبیرہ گناہ۔۔۔مجتبیٰ تم مجھ سے سننا چاہتے ہو نا کہ مجھے تم سے محبت ہے کہ نہیں......

وہ چند قدم اسکے قریب ہوئی تھی۔۔۔وہ دونوں دراز قد تھے۔۔۔سنہری بال ہوا سے بکھر رہے تھے۔۔۔گالوں پر قدرتی سرخیاں تھیں۔۔۔پسینے کی ننھی بوندیں اسکے ماتھے پے نمودار ہوئی تھیں۔۔۔سیاہ آنکھوں میں جیسے موسم کی بارش ٹھہری سی گئی ہو۔۔۔مجتبیٰ جمال کیلئے شاید پہلی بار اپنے قدموں پے کھڑا رہنا محال ہو گیا تھا۔

ہاں مجھے تم سے محبت ہے۔۔۔اتنی شدت سے محبت ہے کہ میں چاہتی ہوں مجتبیٰ جمال صرف میرا رہے۔۔

اچانک ہی کالی گھٹائیں آسمان پر چھا گئیں بادلوں کی گرج تیز ہوئی۔۔۔

مگر حبا اور مجتبیٰ کی نگاہیں ایک دوسرے پر ہی مرکوز تھیں۔۔۔

میں چاہتی ہوں مجتبیٰ بھی مجھ سے میری طرح محبت کرے۔۔۔مجھے میری طرح سوچے۔۔۔مجھے

دعاؤں میں مانگے۔۔۔ مجھے میرے رب سے مانگے۔۔۔ وہ خود کو کسی پاک لباس کی مانند اجلا رکھے۔۔۔ کوئی داغ بھی اپنے کردار پر نا لگنے دے ۔۔ میرے کردار کی گواہی میں دیتی ہوں کیا تم اپنے کردار کی گواہی دو گے ۔۔ کیا تم یہ وعدہ کرو گے بغیر شرعی حق کے تم کسی لڑکی سے کوئی تعلق نہیں رکھو گے۔۔۔ مجتبی محبت یہ نہیں یہ تو ایک قلبی تعلق ہے جسکا تعلق دل سے ہے ۔۔ یہ تو سفید گلاب کی مانند ایک پاک جذبہ ہے ۔۔ اور ایسی ہی محبت مجھے تم سے ہے بتاؤ تمہیں ہو سکتی ہے ایسی محبت۔۔۔؟؟؟ حبا نے اسکی آنکھوں میں جھانکا۔۔

وہ خاموش تھا۔۔۔ الجھا ہوا تھا۔۔۔

جب تمہیں محبت کا مطلب سمجھ آئے تو مجھ سے بات کرنا۔۔۔

خدا حافظ۔۔۔

وہ کہہ کر رکی نہیں۔۔۔ تیز تیز قدم اٹھاتی وہ روڈ کی جانب بڑھ رہی تھی ......سورج کے آگے سے بدلی ہٹ گئی تھی۔۔۔ حبا کو یوں محسوس ہوا جیسے اسکی زندگی سے چھاؤں ہٹ گئی ہو۔۔۔ جو فرحت بخش احساس مجتبی کے ساتھ کی خوشی میں جاگتا تھا وہ ختم ہو گیا ہو۔۔۔ اور موسموں کی تپتی دھوپ نے اسکے چھت پر بسیرا کر لیا ہو ۔۔ وہ جانتی تھی مجتبی نہیں بدل سکتا۔۔۔ تیز دھوپ اسکے چہرے پر پڑ رہی تھی اس نے ایک نگاہ سورج کی جانب کی اور پھر سختی سے گالوں پر بہتے آنسو کو رگڑ ڈالا۔۔۔ کاش مجتبی جمال تمہیں بھی مجھ سے محبت ہو اور یہ دھوپ فقط عارضی ہو ۔۔۔ اس نے ٹیکسی روکی اور بغیر پیچھے دیکھے وہاں سے چلی گئی۔۔۔

☆......☆......☆

تو تمہیں مجھ سے نفرت ہو گئی حبا عظیم ۔۔۔ وہ اکیڈمی سے واپسی پر مخصوص پارک میں بینچ پر بیٹھی تھی۔۔۔ جب مجتبی کا میسج آیا۔۔۔

نفرت کیسی؟ اور کیوں؟ اس نے جواب لکھا

کیونکہ میں بہت برا انسان ہوں۔۔۔ شاید تمہاری نفرت کے قابل۔۔۔ مجتبی کے جواب نے اسے پریشان کر دیا تھا۔۔۔

اس نے جواب لکھنے کے بجائے مجتبی کو کال ملائی۔۔۔

کیسے ہو مجتبیٰ۔۔۔فون تو اٹینڈ ہو گیا تھا مگر دوسری جانب ہنوز خاموشی تھی۔۔۔

حبا نے گہری سانس لی اور پوچھا۔۔۔

بہت برا۔۔۔بہت خاموش سا جواب تھا

وہ تو میں جانتی ہوں۔۔۔حبا نے ہلکے پھلکے لہجے میں جواب دیا

تو پھر کیوں فون کیا۔۔۔وہ خفگی سے پوچھ رہا تھا۔۔

تمہیں لگتا ہے مجھے تم سے نفرت ہے؟ حبا اصّل مدعے پہ آئی تھی

نہیں مجھے تو لگتا ہے میں تمہاری نفرت کے بھی قابل نہیں۔۔۔مجتبیٰ سنجیدہ تھا۔۔

تو اسکا فیصلہ بھی آپ کریں گے مجتبیٰ جمال۔۔۔حبا سوچ کر رہ گئی۔۔

چپ کیوں ہو گئی۔۔۔اسکی خاموشی پر مجتبیٰ بے چین ہوا تھا

تم ایک ماہ سے اسلام آباد نہیں آئے۔۔۔وہ بات گھما گئی تھی۔۔۔

3 بار آیا تھا۔۔۔

مجھے بتایا بھی نہیں۔حبا کو حیرت ہوئی تھی۔۔۔

ہم۔۔۔ہمت نہیں ہوئی۔۔۔

بہت جلد ہمت جواب دے گئی۔۔۔حبا طنزیہ ہنسی تھی۔۔

ہاں کبھی نا کبھی کہیں نا کہیں انسان کسی ایک شخص سے شکست کھا ہی جاتا ہے یہ وہ مرحلہ ہوتا ہے جہاں تمام تر ہمت جواب دے جاتی ہے اور میں بھی اسی مرحلے سے گزر رہا ہوں۔۔۔وہ سچ ہی کہہ رہا تھا۔۔۔

اور میں ایک بات تمہیں واضح کر دوں مجتبیٰ۔۔۔محبت یا نفرت کوئی چاند سورج نہیں کے ایک غروب ہو گا تو دوسرا طلوع ہو جائے گا......محبت اور نفرت دونوں ہی آسانی سے نا ہوتیں ہیں اور نا ہی ختم ہوتیں ہیں۔۔۔محبت کرنے اور نفرت کرنے میں بہت سی منزلیں طے کرنا پڑتی ہیں بہت سی مسافتیں کاٹنی پڑتی ہیں اور پھر تم تو اس محبت کی بات کر رہے ہو جسکا ادراک ہوئے تمہیں ایک ماہ بھی نہیں ہوا اور تم نے اس محبت کو نفرت میں بدل دیا۔۔۔تمہارا یہ تخمینے لگانا مضحکہ خیز ہے۔۔۔وہ شدید غصّے میں آ گئی تھی۔۔۔دوسری طرف صرف چپ تھی۔۔۔حبا

نے فون بند کر دیا۔۔۔

مجتبی جمال میں خود اس حد تک اکیلی ہو چکی ہوں بکھر چکی ہوں میں چاہتی ہوں تم مجھے سنبھالو۔۔۔مگر تم تو خود ڈگمگائے ہوئے ہو۔۔۔تم خود کچھ سمجھنے کو تیار نہیں ۔۔۔میں کیا کروں مجتبی دل ہے کہ تمہارے علاوہ کسی کو بھی سوچنے کو تیار نہیں اور ایک تم ہو جو میرے وجود میں کبھی نا سلجھنے والی گرہیں لگائی جا رہے ہو۔۔۔کاش۔۔۔

کاش تم وہ سب چھوڑ دو جو غلط ہے۔۔۔کاش تم ایک بار آ کر کہو تمہیں صرف مجھ سے محبت ہے۔۔۔میں بھی تمہارے لیے اتنی ہی اہم ہوں جتنے کے تم میرے لیے۔۔۔کاش۔۔۔وہ اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر گھر کی جانب روانہ ہوئی ۔

محبت درد کا منظر

محبت خواب کا دیپک

محبت ایک نغمہ ھے

جو دل کے سازوں پر

نے سے سر سجاتا ھے

محبت آس کا پنچھی

جو بہت ہی دور پیڑوں پر

ٹوٹے گھر بناتا ھے

محبت ایسا ساحل ھے

کبھی جو مل نہیں پاتا

محبت کونج کی ھے ہوک

محبت۔پپیہے کی ھے ایسی کوک

کہ جس میں درد پنہاں ہے

کہ جس میں عشق جاناں ہے

محبت توڑ دیتی ہے

کبھی سنسان راستوں پر

اکیلا چھوڑ دیتی ہے

جدائی کا یہ دریا ہے

نہیں جس کا کنارہ ہے

مگر اکثر یہ لگتا ہے

خزاں کے زرد موسم میں

کسی سوکھی ٹہنی پر

ہری سی ایک کونپل ہے

یہ ہی تو بس محبت ہے

یہ ہی تو بس محبت ہے۔

☆......☆......☆

وہ گھر پہنچی تو دروازے کے باہر تابندہ اور عارفہ بی بی کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔۔۔پھوپھو......وہ منہ ہی منہ میں بس یہی بول پائی اور تیز قدموں سے چل کر ان تک آئی۔۔۔

اسلام علیکم پھوپھو آپ۔۔۔وہ تابندہ سے ہاتھ ملا کر پھوپھو کے گلے لگی۔۔۔ایک طرح سے زبردستی ہی گلے لگی۔۔۔نا جانے کیوں پھوپھو کے وجود سے باپ کے وجود کی مہک محسوس کرنا چاہتی تھی وہ۔۔۔

ہاں بی بی 20 منٹ سے کھڑے ہیں۔۔۔گرمی سے میرا تو بی پی لو ہو گیا۔۔۔

حبا نے جلدی سے لاک کھولا اور وہ تینوں اندر آ گئیں۔۔۔

تابندہ بہت خوش تھی حبا سے مل کر۔۔۔حبا انہیں لاؤنج میں بٹھا کر کچن میں چلی گئی۔۔۔۔

دیکھا کیسی آوارہ ہو گئی ہے ۔۔رات کے ساڑھے آٹھ بج رہے اور یہ گھر میں ہی نہیں۔۔۔کونسا ماں باپ ہیں سر پے جو روک ٹوک کریں گے۔۔۔کیسے آزادانہ گھوم پھر رہی ہے۔۔۔عارفہ بی بی دیدے گھما گھما کر بول

رہی تھیں۔۔۔

امی آہستہ بولیں حبا آپی سن لیں گی تو کیا سوچیں گی۔۔۔آپ بھی آتے ہی شروع ہوگئیں۔۔۔تابندہ کو اپنی ماں کا یوں بولنا سخت برا لگا تھا

تو سن لے میں ڈرتی ہوں۔۔۔اور تم آنکھوں دیکھا بھی جھٹلا رہی ہو۔۔۔دیکھا نہیں تم نے۔۔اگر اتنی ہی معصوم اور شریف ہوتی تو اس وقت گھر پر ملتی۔۔۔عارفہ بی بی کو غصّہ آیا تھا

امی آپ جانتی بھی ہیں وہ اکیڈمی میں جاب کرتی ہیں۔۔۔پھر بھی آپ۔۔۔تابندہ ہلکی آواز میں بول ہی رہی تھی کہ حبا اسٹرابیری شیک کے خوبصورت بڑے گلاس ٹرے میں سجائے لے آئی۔۔۔

تھینک یو حبا آپی۔۔۔تابندہ نے گلاس پکڑتے ہوئے خوبصورت نین نقش والی اپنی پیاری سی کزن کو دیکھا ۔۔۔خوبصورت شفاف شہد سی رنگت اور سنہری سلکی بالوں والی حبا پر اسے بہت پیار آیا تھا۔۔۔کوئی بات تھی کوئی ،حزن تھا جو تابندہ کو حبا کے چہرے پے نظر آیا تھا۔۔۔اسکی آنکھیں ہلکی سوجی ہوئی تھیں۔۔۔حبا تابندہ کو دیکھ کر پیار سے مسکرائی تھی۔۔۔اور تابندہ کو لگا جیسے اس نے کسی دنیا کی حسین ترین چیز کو دیکھ لیا ہو۔۔۔

بھائی آپکی پسند لاجواب ہے۔۔۔یا اللہ حبا آپی ہی میری بھابھی بنیں میرے شاہ میر بھیا کی دلہن بن کر ہمارے گھر آجائیں۔۔۔تابندہ نے دل سے دعا کی تھی

تم روز اس وقت آتی ہو گھر۔۔۔عارفہ بی بی نے ٹھنڈا ٹھار شیک ختم کیا۔۔۔

جی ایوننگ کلاسز لیتی ہوں نا اس لیے 7،8 بج جاتے ہیں۔۔۔حبا نے تسلی سے جواب دیا۔۔

ویسے یہ کوئی ٹائم تو نہیں تن تنہا لڑکی کے یوں باہر پھرنے کا۔۔۔عارفہ بی بی نے نخوت سے کہا

مجھے عادت ہے۔۔۔تنہا رہنے اور تنہا سب کرنے کی پھوپھو۔۔۔حبا نے سادگی سے جواب دیا

عارفہ بی بی نے تابندہ کو اشارا کیا۔۔۔جیسے کہہ رہی ہو دیکھ لیا تم نے......

اچھا ہماری مریم کیلیئے ایک بہت اچھا رشتہ آیا ہے۔۔لڑکے والے یہیں قریبی سوسائٹی میں رہتے ہیں۔۔۔ ہم ایک دو دن تمہاری طرف رہیں گے اگر تمہیں اعتراض نا ہو تو۔۔۔ پنڈی سے یہاں آتے آتے گھنٹہ لگ جاتا ہے۔۔۔اسلیے سوچا ایک دن ہم لڑکے والوں کی طرف چلے جائیں گے ایک دن انکو یہاں بلا لیں گے۔۔۔

ویسے بھی 5 منٹ کا تو راستہ ہے ادھر سے۔۔۔پھر میرے بھائی کا گھر ہے میں چاہتی ہوں میری مریم کے نصیب اسکے ماموں کے گھر سے ہی اٹھیں ۔۔۔

جی یہ تو بہت خوشی کی بات ہے جیسے آپکو بہتر لگے۔۔۔حبا کو خوشی ہوئی تھی

اور تابندہ سوچ رہی تھی کہ اپنا مطلب نکلوانا شاید اسی کو کہتے ہیں ۔۔ورنہ بھائی یا بھائی کے گھر سے محبت تو عارفہ بی بی کو برائے نام ہی تھی ۔۔۔بھائی کو جب پتہ چلے گا تو وہ کیا سوچیں گے ۔۔تابندہ کی سوچ شاہ میر میں ہی تھی۔

☆......☆......☆

کیا۔۔۔امی حبا کے گھر گئی ہیں۔۔۔خیریت سے؟؟؟ شاہ میر شام کو آفس سے گھر لوٹا تو سن کے حیران رہ گیا۔

جی وہ میرے رشتے کے سلسلے میں۔۔۔مریم کھانا کھاتے ہوئے لاپرواہی سے بولی۔۔۔

تمہارے رشتے کے سلسلے میں حبا کے گھر کیا کام ہے انکا۔۔۔شاہ میر کھانا چھوڑ چکا تھا۔۔۔

بھائی میرا ممکنہ سسرال اسکے گھر کے پاس ہے امی 2 دن ادھر ہی رہیں گی اور کہہ کر گئیں تھیں کہ تمہیں بھی کہہ دوں تم بھی ادھر چلے جانا صبح۔۔۔مریم بلا جھجک بولی تھی۔۔۔

واہ۔۔ویسے کبھی ادھر کا رخ تک نہیں کیا آج اپنا کام پڑا تو بغیر بتائے وہاں چلی گئیں واہ امی۔۔۔شاہ میر کو سخت برا لگا تھا اور لگتا بھی کیوں نا جب وہ کہتا رہا حبا کی خبر گیری کرنے کو تو عارفہ بی بی نے قطعی پرواہ نہیں کی آج اپنی غرض تھی تو......وہ سوچ کر رہ گیا۔

اوہ ہو کیا ہو گیا ہے تمہیں بھائی۔۔۔تمہیں کیوں برا لگ رہا ہے اگر میری ماں چلی ہی گئی ہے تو۔۔۔تم بھی چلے جانا تمہارا جانا بھی ضروری ہے۔۔۔آخر تم ہی ہمارے سرپرست ہو۔۔۔مریم نے چالاکی سے بھائی کو اموشنل کیا تھا جو کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔۔۔

☆......☆......☆

وہ صبح صبح ہی حبا کے گھر کے باہر موجود تھا۔۔۔مسلسل بجتی ڈوربیل سے حبا کی آنکھ کھلی۔۔۔اسکی نظر وال

کلاک پر پڑی تو صبح کے 6 بج رہے تھے۔۔۔وہ رات عظیم صاحب کے کمرے میں سوئی تھی اور عارفہ بی بی اور تابندہ کو اپنے کمرے میں سلایا تھا۔۔۔

اس وقت کون ہو سکتا ہے۔۔۔وہ ریشمی بال سمیٹتے ہوئے بیڈ سے اٹھ گئی ۔۔باہر لاؤنج میں آ کر اپنے کمرے کی جانب دیکھا دروازہ بند تھا وہ دونوں سو رہے تھے ابھی حبا لاؤنج کا لاک کھول کر باہر آئی۔۔۔گرمیوں کے 6 بجے بھی اچھی خاصی روشنی ہوتی ہے۔۔۔سورج طلوع ہو چکا تھا مگر فضا میں صبح کی خاص خنکی موجود تھی۔

حبا کے دو بار پوچھنے پر بھی کوئی جواب نا آیا تو اس نے دروازہ کھول دیا۔۔۔

آپ۔۔۔وہ شاہ میر کو دیکھ کر حیران ہوئی۔۔۔

جی میں۔۔۔وہ دلکشی سے مسکرایا تھا۔۔۔

آجایئے۔۔۔۔وہ اتنا کہہ کر مڑ گئی تھی۔۔۔

شاہ میر بکھرے بالوں اور سوجی آنکھوں والی حبا کی خفگی بھانپ کر آہ بھر کے رہ گیا۔۔۔

حبا۔۔۔اس نے حبا کو عقب سے آواز دی۔۔

حبا لاؤنج کے دروازے کے پاس رک گئی تھی۔۔۔

خفا ہو ابھی تک۔۔۔شاہ میر اسکے سامنے آ کر بولا تھا

حبا چہرہ نیچے جھکائے ہوئے تھی۔۔۔

بولو حبا۔۔۔شاہ میر بے چین ہوا تھا

نہیں شرمندہ ہوں اپنے رویے پر ایم سوری۔۔۔۔حبا واقعی شرمندہ تھی۔۔۔

تم نے ایسا کچھ نہیں کیا جو تم شرمندہ ہو۔۔۔شاہ میر نے اسکی جھکی نگاھوں کو بغور دیکھا تھا۔۔۔

اس لیے میرے ایک بار کہنے پر آپ نے اپنے ماموں کے گھر آنا ہی چھوڑ دیا۔۔۔حبا نے نظریں اٹھا کر گلہ کیا تھا۔

اب تو آ گیا ہوں نا۔۔۔شاہ میر اسکے گلے پر پیار سے مسکرایا تھا

پھوپھو کی وجہ سے آئیں ہیں۔۔۔وہ دونوں لاؤنج میں آ گئے

نہیں تمہاری وجہ سے۔۔۔شاہ میر بے دھیانی میں بول گیا۔۔۔

میری وجہ سے۔۔۔کچن میں جاتی حبا یکدم مڑی تھی۔۔

ہاں۔۔۔آئی مین۔۔۔۔میں نے سوچا امی لوگ گئے ہیں سامان وغیرہ باہر سے کون لا کر دے گا تمہیں ۔۔۔سو اسلیے آج آفس سے بھی آف لوں گا۔۔۔شاہ میر نے اپنی ہڑبڑاہٹ پر قابو پالیا تھا۔۔

اچھا۔۔۔حبا کچن میں چلی گئی ۔۔۔اور کچھ ہی دیر میں گرما گرم ناشتہ شاہ میر کے سامنے تھا۔۔۔

انڈا پراٹھا کھاتے ہوئے اسے ماموں کی شدید یاد آئی۔۔۔

حبا یاد ہے کیسے ماموں اور میں مل کر تم سے فرمائشی ناشتہ بنواتے تھے۔۔۔شاہ میر نے گم سم بیٹھی حبا کو کہا۔۔۔

ہمم۔۔۔اور مجھے کچن میں ناشتہ بناتے ہوئے ابو کی زندگی سے بھرپور گفتگو سن کر دلی سکون ملتا تھا۔۔۔آپ اور ابو جب ہنستے تھے تو گھر میں زندگی محسوس ہوتی تھی۔۔۔جب وہ اپنی وہیل چیئر گھسیٹ کر میرے پاس کچن میں آتے اور کہتے دیکھو میرا شاہ میر آنے والا ہے اسکے لیے بھی روٹی ڈالو......تو انکے چہرے پے خاص چمک ہوتی تھی۔۔۔حبا بول رہی تھی اور شاہ میر سر جھکائے سن رہا تھا دل عظیم صاحب کی یاد سے بھر گیا تھا۔۔۔

اور کھانے کے دوران وہ ایک ایک نوالے کے بعد تمہاری تعریف کرتے۔۔۔اور ایک بات بتاؤں آج حبا ۔۔۔اس رات جب تم دوست کی شادی پر تھی۔۔۔جو رات اس گھر میں ماموں کی آخری رات تھی۔۔۔وہ بار بار مجھے تمہارا خیال رکھنے کی تلقین کر رہے تھے۔۔۔نا جانے کون سے وہم انہیں ستا رہے تھے۔۔۔بار بار تمہیں دعا دیتے۔۔۔ تمہارا خیال رکھنے کو کہتے۔۔۔۔۔۔ہاں۔۔۔یاد آیا انکے وہ بھورے رنگ کی ڈائری۔۔۔وہ تمہارے آنے سے پہلے کافی دیر تک اس پے کچھ لکھتے رہے۔۔۔وہ ڈائری کدھر ہے حبا۔۔۔شاہ میر بول رہا تھا اور حبا آبدیدہ سی سن رہی تھی۔۔۔کتنے وقت بعد تو عظیم صاحب کو کھل کے ان دونوں نے یاد کیا تھا۔۔۔

ڈائری۔۔۔میرے علم میں تو ایسی کوئی ڈائری نہیں۔۔۔حبا نے آنسو صاف کرتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

چلو چھوڑو۔۔اتنے ٹائم بعد تمہارے ہاتھ کا پراٹھا کھا کر بہت مزہ آیا۔۔۔یہ امی اور تابی ابھی سو رہے ہیں ۔۔۔شاہ میر نے بات گھمائی تھی۔۔۔۔

جی۔۔۔حبا برتن اٹھا کے کچن میں رکھ آئی۔۔۔۔

چلو تم جا کر سو جاؤ۔۔۔صبح صبح تمہاری نیند بھی خراب کر دی۔۔۔

اور آپ۔۔۔وہ اس طرح اسے اکیلے چھوڑ کر کمرے میں جانا مناسب نہیں سمجھ رہی تھی۔۔۔میں ادھر لاؤنج میں ہی ٹی وی دیکھوں گا تم آرام کرو پلیز۔۔۔شاہ میر لاؤنج میں لگی ایل سی ڈی آن کر کے ہلکی آواز میں نیوز دیکھنے لگا۔۔۔

اور وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں آ گئی۔۔۔

سیل فون اٹھا کر دیکھا مجتبی کی تین مس کالز تھیں ۔۔

اس وقت۔۔۔یا اللہ خیر۔۔۔حبا نے پریشانی میں کال بیک کی تھی۔۔

ہیلو۔۔۔دوسری طرف مجتبی کی بالکل فریش آواز تھی۔۔۔

تم نے کالز کی تھیں۔۔۔حبا نے پوچھا تھا۔۔

ہاں۔۔۔سوچا صبح صبح تمہیں اٹھاتا ہوں۔۔۔

اچھا کیوں۔؟؟؟ سب ٹھیک ہے نا۔۔۔حبا جانتی تھی مجتبی پچھلے کچھ دن سے ڈسٹرب ہے اسلیے وہ پریشان ہو گئی۔۔۔

میں 2 ہفتوں کے لیے دبئ جا رہا ہوں۔۔۔ایئر پورٹ ہوں سوچا تمہیں بتا دوں۔۔۔وہ مطمئن سا بول رہا تھا۔۔

دبئ۔۔۔کس سلسلے میں۔۔۔حبا جانتی تھی وہ کام کے سلسلے میں جاتا رہتا ہے۔۔۔

بس ایسے ہی۔۔۔

i need a break۔i am fed upfrom all this rubbish work......

وہ جھنجلایا ہوا تھا۔۔۔

حبا میں تھک گیا ہوں یہ زندگی جی جی کر......میں بھی ان گناہوں سے نکلنا چاہتا ہوں۔۔۔مگر مجھے کوئی نکلنے نہیں دیتا۔۔۔میں گناہ سے دور رہنے کی اس دن سے کوشش میں ہوں جب سے تم نے مجھے احساس دلایا۔۔۔مگر۔۔۔حبا گناہ چل کر میرے سامنے آتا ہے تو میں بے بس ہو جاتا ہوں۔۔۔ہاں میں گنہگار ہوں۔۔۔میں

اعتراف کرتا ہوں۔۔۔وہ بے بسی سے بولا۔۔

مجتبی۔۔۔مجتبی۔۔۔حبا نے بہت پیار سے اسکو پکارا تھا...... بولتا ہوا مجتبی یکدم خاموش ہو گیا تھا۔۔۔

آج تمہیں احساس ہوا نا کل کو تم سے یہ گناہ بھی چھوٹ جائیں گے پریشان کیوں ہوتے ہو۔۔۔حبا نے بہت تسلی سے کہا تھا۔۔۔

حبا میں بہت گنہگار ہوں۔۔۔میں نے تمہارے سمجھانے پر بہت غور کیا بہت سے لوگوں سے پوچھا۔۔۔مگر میں بہت برا ہوں۔۔۔بہت زیادہ۔۔۔بہت زیادہ۔۔۔میرے گناہ بہت بڑے ہیں۔۔۔میں قابل نفرت ہوں۔۔۔

حبا اچھے سے جانتی تھی وہ کن گناہوں کی بات کر رہا ہے۔۔۔

مجتبی گنہگار کبھی بھی قابل نفرت نہیں ہوتا ہاں اسکا گناہ نفرت کے قابل ہوتا ہے۔۔۔تمہیں اللہ نے بہت پیارا دل دیا اور تمہیں سمجھانے کی اصّل وجہ بھی یہی ہے کہ تمہارا دل محفوظ رہے۔۔۔کیونکہ مسلسل گناہ کبیرہ میں پڑے رہنے والوں کے قلوب بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔۔۔محض دنیاوی لذّت اور چند ساعتوں کے لیے میں تمہیں برباد ہوتا نہیں دیکھ سکتی تھی۔۔۔وہ لڑکیاں جو تم سے محبت کی دعویدار ہیں محض تمہاری دولت کی خاطر اپنے ساتھ ساتھ تمہیں بھی گناہوں کے دلدل میں دھکیل رہی ہیں۔۔۔ محبت حرام نہیں محبت میں محسوس ہونے والے جذبے حرام نہیں۔۔۔مگر محبت کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔۔۔ورنہ ہم سب ہی نا مکمل ہیں مکمل تو کوئی بھی نہیں۔۔۔ہم سب خامیوں سے پر ہیں لیکن اپنے پیاروں کو گناہوں کے دلدل سے نکالنا بھی ہمارا کام ہے۔۔۔حبا نے دیکھا لوہا گرم ہے اور اس نے ضرب لگانا ضروری سمجھا مجتبی کو یہ باتیں سمجھانا فی الوقت بہت ضروری تھا۔۔۔

اور کافی حد تک مجتبی مطمئن تھا۔۔۔

وہ دونوں کافی دیر باتیں کرتے رہے۔۔۔اور فون بند کیا تو 8 بج چکے تھے۔۔۔حبا فون سائیڈ پر رکھ کے لیٹ گئی۔۔۔

میسج کی بیپ پر فون دیکھا تو مجتبی کا خوبصورت سا میسج کسی ستارے کی مانند جگمگا رہا تھا

hiba i really love you ---

حبا مسکرا کر رہ گئی۔۔۔دل کی دنیا میں جیسے بہار کا ساساں ہو۔۔۔وہ موبائل سینے سے لگائے آنکھیں موند

گئی۔۔۔

مجتبیٰ مجھے تم سے بھی کئی گنا زیادہ تم سے محبت ہے۔۔۔وہ سچ ہی کہہ رہی تھی۔۔۔مگر اس بات سے بے خبر کے زیادہ محبت کرنے والے ہی محبتوں کے عذاب جھیلتے ہیں۔۔۔

☆......☆......☆

اسکی آنکھ دس بجے کے قریب کھلی تو باہر غیر معمولی چہل پہل کے احساس سے وہ گھبرا کے فوراً بیڈ سے اٹھی۔۔۔مائی گاڈ پھوپھو لوگوں کو ناشتہ بھی دینا تھا۔۔۔وہ گھبرا کر واش روم بھاگی فریش ہو کر لاؤنج میں آئی تو عارفہ بی بی اور تابندہ بیٹھ کر ناشتہ کر رہے تھے اور شاہ میر ساتھ ہی بیٹھا تھا۔۔۔

اسلام علیکم پھوپھو......حبا حیران سی انکے پاس آئی تھی۔۔۔

وعلیکم سلام آپی آئیں ناشتہ کریں۔۔۔تابندہ نے مسکرا کر کہا۔۔۔

پاس بیٹھا شاہ میر بھی مسکرایا تھا اسے یہ منظر بہت مکمل لگا تھا۔۔۔

حبا کو صبح صبح یہ خوشگوار سا ماحول انسانوں کے وجود کی رونق بہت بھلی معلوم ہوئی تھی۔۔۔وہ خوشگوار حیرت سے مسکرائی تھی۔۔۔

بہت لاپرواہ لڑکی ہو تم۔۔۔معلوم بھی تھا گھر اتنے عرصے بعد پھوپھی آئی ہے اٹھ کر اسے چائے ناشتے کا بھی پوچھنا ہے پھر بھی مزے سے سوتی رہی۔۔۔یہ تو بھلا ہو شاہ میر کا باہر سے حلوہ پوری لے آیا۔۔۔مگر ان سوسائٹیوں میں حلوہ پوری کسی کام کی نہیں ہوتی......عارفہ بی بی نے کھری کھری سنا دی تھیں۔۔۔

مسکراتی حبا کے نقوش یکدم بدلے تھے۔۔۔وہ فوراً ہی مرجھا گئی تھی کچھ دیر پہلے محسوس ہونے والی خوشی محض خوش خیالی ثابت ہوئی تھی۔۔۔

پھوپھو میں پراٹھا بنا دیتی ہوں ابھی۔۔۔حبا کچن کی جانب بڑھنے لگی جب عارفہ بی بی بول پڑیں۔۔۔

رہنے دو بی بی۔۔۔زہر مار کر چکی ہوں اب۔۔۔عارفہ بی بی حلوے کی پلیٹ چٹ کرتے ہوئے بولی۔۔۔

حبا آپی ۔۔۔آئیں آپ ناشتہ کریں۔۔۔تابندہ شرمندہ سی بولی تھی۔۔۔

نہیں تابی۔۔۔میں حلوہ پوری نہیں کھاتی تم کھاؤ۔۔۔وہ پیار سے کہتے ہوئے تابندہ کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

چلو بتاؤ تم کیا کھاتی ہو۔۔۔آج تمہاری پسند کا ناشتہ کرواتے ہیں تمہیں۔کیوں تابی ۔۔شاہ میر خوش گوار موڈ میں بولا اور عارفہ بی بی پہلو بدل کے رہ گئیں ۔۔

میں ناشتہ کرتی ہی نہیں۔۔۔حبا عارفہ بی بی کی جانب دیکھ کر بہت سنبھل کر بولی۔۔۔

تابی فریج میں جوس بھی رکھے ہیں وہ لے آؤ۔۔۔تابندہ فوراً اٹھ کے کچن میں گئی تھی۔۔۔

یہ شکر تھا عارفہ بی بی باہر لان میں جا چکی تھی۔۔

یہ سب آپ کیوں لائے۔۔۔وہ میرے مہمان ہیں یہ سب کرنا میرا فرض ہے۔۔۔آپ کیوں یہ سب سامان اٹھا لائے۔۔۔حبا کچن میں پڑے بسکٹس ،بریڈ دودھ انڈوں کے شاپر دیکھ چکی تھی۔۔۔جو شاہ میر سب کے اٹھنے سے پہلے ہی جا کر لے آیا تھا۔۔۔

یہ سب تم ہی لائی ہو۔۔۔کسی کے سامنے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔۔۔شاہ میر قدرے آرام سے بولا تھا۔

حبا سمجھی نا سمجھی کے عالم میں اسے دیکھنے لگی۔۔۔تابندہ جوس لے کر آ گئی تھی۔۔۔وہ دونوں باتوں میں مشغول ہو چکی تھیں۔۔۔

شاہ میر اٹھ کر دوبارہ نیوز لگا چکا تھا۔۔۔

بچوں تم لوگ تیار ہو جاؤ۔۔۔ دن کا کھانا انکی طرف ہے ابھی کال آئی۔۔۔

عارفہ بی بی بہت خوشی خوشی اندر آئی تھی۔۔۔

کون کون جا رہا ہے۔۔۔شاہ میر نے ٹی وی دیکھتے ہوئے پوچھا

میں تو اور تابندہ جائیں گے۔۔۔عارفہ بی بی نے صوفے پر نیم دراز ہوتے ہوئے جواب دیا

حبا بھی ساتھ جائے گی۔۔۔شاہ میر کا انداز کچھ جتانے والا تھا۔

لے بھلا۔۔۔اتنے بندے پہلی باری میں ہی جاتے اچھے لگیں گے۔۔۔عارفہ بی بی نے بات بنائی۔۔۔

اچھا تو پھر تابی بھی حبا کے پاس ہی رکے گی آپ اور میں چلیں گے۔۔۔حبا اٹھ کر کچن میں کام کرنے لگی تھی مگر۔۔۔عارفہ بی بی کچھ بولنے ہی والی تھیں۔۔۔

اگر مگر کچھ نہیں۔۔۔امی میں پہلے ہی بہت مشکل سے آپکے ساتھ جانے پر رضا مند ہوا ہوں۔۔۔آپ

جانتی ہیں میں ابھی بہنوں کی شادی کے حق میں نہیں ......مگر آپکی ضد کی وجہ سے یہاں آیا ہوں ۔۔۔اگر کوئی بھی بات غیر مناسب ہوئی تو میری طرف سے واضح انکار ہوگا ۔۔۔شاہ میر نے صاف صاف بات کی تھی ۔۔۔

عارفہ بی بی منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی کمرے میں چلی گئیں ۔۔۔اے تابی اسے کہہ کے گھر آئی پھوپھی کو چائے ہی پلا دے ۔۔۔ہائے ہر شے یہاں تو خود مانگ کے لو ۔۔۔عارفہ بی بی نے کمرے سے زوردار آواز لگائی کچن میں کام کرتی حبا کے ہاتھ سے پلیٹ فرش پر گر کر کرچی کرچی ہوگئی ۔۔۔وہ گھبراہٹ میں چائے کا پانی چڑھا کر ہاتھوں سے ہی ٹوٹی پلیٹ اٹھانے لگی ۔۔۔جب دو مزید ہاتھ اسکے ساتھ مل کر ٹوٹی پلیٹ کے ٹکڑے چننے لگے ۔۔۔

اس نے جھکا سر اٹھا کر دیکھا تو شاہ میر تھا ۔۔۔

شاہ میر نے بھی نظر اٹھا کر دیکھا دونوں کی نظر ملی تھی ۔۔۔

میرے پاگل صنم دیوانے سے
تیرے دور دور جانے سے
میں تھکنے لگا ہوں سنبھال لے
تنہائیوں سے تو نکال دے
یہ عکس تیری ان آنکھوں کے
کالی گھنگھور گھٹاؤں سے
یہ نم ہنسی یہ نمکین اشک
واری تیری سبھی اداؤں سے
یہ لمس تیرے ان ہاتھوں کے۔
قصے تیری ان کہی باتوں کے
میں یوں سنبھالے بیٹھا ہوں
دل کے مہکتے مزار پر

تیری اک اک یاد کے چراغ کو
برسوں سے جلائے بیٹھا ہوں
سونی سونی وادی میں
اس ٹوٹی ہوئی وادی میں۔
تو شہزادی میں غیر کوئی
تیرے دل کا مجھ سے بیر کوئی
تو بکھری ہوا سی جگہ جگہ
میں تجھکو ڈھونڈوں جگہ جگہ
میری سانسوں کو تو سن چاہے
میری آنکھوں کو تو پڑھ چاہے
تیرے نام کی مالا جپتی ہیں
تیرے عشق کی آگ میں جلتی ہیں
یہ مفروضے یہ اندازے
تو چھوڑ دے سب تکراریں
اک بار تو کہہ دے میری ہے
کردوں میں غلط سب افواہیں۔۔
میری محبتوں کو وصال بخش
تو میری تڑپ تو میری طلب
تو آ اب میری زیست میں
فراق کو ہار مجھے تو جیت بخش

حبا پلیٹ کے ٹوٹے حصّے چن کر پھینک چکی تھی مگر شاہ میر جیسے اسکی نظروں میں مقید تھا۔۔۔

حبا کو اسکا یوں کھو جانا سخت نا گوار گزر ا تھا وہ کچن سے نکل گئی تھی۔۔۔

اور شاہ میر کو اپنے آپ پر شدید غصّہ آیا۔۔۔وہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔۔۔

☆......☆......☆

وہ شام کو واپس آئے تو عارفہ بی بی بہت مطمئن تھی۔۔۔وہ تابندہ کو کمرے میں لے جا کر وہاں کے قصے سنا رہی تھی حبا کو کچھ بتانا ویسے بھی مناسب نہیں سمجھا تھا۔۔۔حبا نے رات کے کھانے پر اچھا اہتمام کیا آیا پھوپھی حضور کو کوئی شکوہ نہ رہے۔۔۔

وہ بریانی کو دم دے کر کباب تلنے لگی۔۔۔ساتھ سلاد اور رائتہ بنایا۔۔۔تابندہ ڈائننگ ٹیبل پر برتن لگانے لگی۔۔۔حبا نے میٹھے میں کھیر بنا کر فریزر میں رکھ دی تھی ساتھ بکرے کا سالن بنا لیا تھا۔۔۔اسے یاد تھا عظیم صاحب نے ایک بار پھوپھو کی دعوت پر ایسے ہی اہتمام کروایا تھا۔۔۔

شاہ میر اتنا اہتمام دیکھ کر حبا کو دیکھنے لگا۔۔۔کیا ضرورت تھی اس اہتمام کی حبا۔۔۔اسے احساس تھا کہ حبا نے کتنا خرچہ کر دیا ہو گا وہ اس پر کوئی بھی بوجھ نہیں ڈالنا چاہ رہا تھا

بس پھوپھو کی پسند کا کھانا بنایا ہے۔۔۔حبا نے بہت خوشی خوشی اس دعوت کا انتظام کیا تھا۔۔۔اسے اتنے دن بعد کسی کے لیے کام کرنا اچھا لگ رہا تھا اسکے لیے تو یہی کافی تھا کے گھر میں کوئی ہنسنے بولنے والے اسکے اپنے موجود ہیں۔

عارفہ بی بی کو شاہ میر کا فکر کرنا سخت کھل رہا تھا مگر مریم کا رشتہ پکا ہونے تک وہ خاموش ہی رہنا چاہتی تھی۔

عارفہ بی بی کھانا کھانے میں بری طرح غرق تھی مگر ایک بھی تعریفی جملہ انکی زبان سے ادا نا ہوا۔۔۔

ہائے میرا بھائی ہوتا تو میرے لیے کھیر بھی بنواتا۔۔۔شاہ میر تجھے یاد ہے نا جب میں آتی میرے لیے کھیر بنواتا تھا۔۔۔عارفہ بی بی کا یوں بولنا تابی کو سراسر ڈرامہ لگ رہا تھا۔۔۔اسکی ہنسی نکل گئی......

شاہ میر اور حبا دونوں نے نظریں جھکا لیں۔۔۔کیونکہ اب عارفہ بی بی کی گھوریاں شروع ہو چکی تھیں

پھوپھو آپکے لیے کھیر تیار ہے۔حبا نے پیار سے ٹھنڈی ٹھار کھیر کا سجا سجایا باول ٹیبل پر رکھا۔۔۔

عارفہ بی بی کی رال ٹپکنے لگی۔۔۔

اچھا میں تو ویسے ہی کہہ رہی تھی تم نے خوامخواہ ہی تکلف کیا۔۔۔اب مروتاً انہیں ایسا کہنا ہی پڑا۔۔۔

حبا مسکرا کر کانچ کے نفیس پیالی میں کھیر نکالنے لگی۔۔۔تابندہ اور شاہ میر کو بھی ڈال کر دی۔۔۔شاہ میر پر سوچ نظروں سے حبا کو ہی تکی جا رہا تھا۔۔۔اسکی نظروں سے حبا جس الجھن میں گرفتار تھی اس بات کا اسے بخوبی اندازہ تھا۔۔۔

پاگل لڑکی میں صرف تمہارے لیے فکر مند ہوں اور کچھ نہیں۔۔۔شاہ میر کی خاموشی نے شاہ میر کی ساتھ والی کرسی پر بیٹھی حبا سے کہا تھا۔۔۔

فکر۔۔۔مجھے آپکی فکر کی ضرورت نہیں۔۔۔حبا کی خاموشی اپنی ہی انا میں بولی۔۔۔

اپنوں سے کیسی انا۔۔۔شاہ میر کی خاموشی نے استفسار کیا۔۔۔

اپنے تب تھے جب آپ محبت کو بیچ نہیں لائے تھے۔۔۔حبا کی خاموشی بھی بولی

محبت کیا اتنی بری شے ہے۔۔۔دوسری جانب خاموشی حیران تھی ۔۔

نہیں تو......خاموشی نے تڑپ کر کہا

پھر۔۔۔خاموشی کچھ جاننے پر بضد تھی

پھر......پھر۔۔۔حبا کی خاموشی گھبرا گئی۔۔۔

کل ان لوگوں کا اچھا سا انتظام کرنا ہے شام کی چائے پر۔۔۔کر لوگی نا تم۔۔۔یہ تابی تو بالکل اناڑی ہے۔۔۔لیکن تمہاری مدد ضرور کروائے گی۔۔۔۔عارفہ بی بی نے گم سم بیٹھی حبا کو قدرے محبت سے حکم صادر کیا تھا۔

جج جی۔۔۔بالکل۔۔۔حبا کی خاموشی شاہ میر کی خاموشی سے دامن چھڑا کر چھپ سی گئی۔۔۔

جی پھوپھو کر لوں گی آپ بیفکر رہیں۔۔۔حبا نے محبت سے کہا تھا

جیتی رہو۔۔عارفہ بی بی کا چہرہ کھل سا گیا تھا۔۔۔وہ اٹھ کر کمرے کی جانب گئی۔۔

حبا آپی کیا بنائیں گی۔۔۔تابی فکر مند تھی۔۔۔

صرف چاہ بنا لینا تم لوگ۔۔۔باقی سارے کھانے کے ایٹم میں لے آؤں گا۔۔۔شاہ میر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔۔۔

ارے واہ بھائی یہ تو سپرب ہو گیا......تابی خوش ہو گئی نا جانے کیوں اسے بھی حبا کا یوں اتنی گرمی میں کام کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔۔شاید وہ تھی ہی اتنی پیاری۔۔۔اور ویسے بھی آج سارا دن سودا سلف لانے سے پکانے تک سارا دن وہ مشین کی طرح لگی رہی......

نہیں ہم گھر میں بنا لیں گے۔۔۔حبا ڈائننگ ٹیبل سے برتن سمیٹنے لگی۔

تابی بھی برتن کچن میں رکھنے لگی۔۔۔

نہیں سب میں لے آؤں گا۔۔۔تم مجھے بتا دینا جو بھی ضروری لگے امی سے بھی میں پوچھ لوں گا۔۔۔شاہ میر اسکے جواب کیلئے کھڑا رہا مگر وہ چپ تھی۔۔

مارکیٹ تک جا رہا ہوں۔۔۔آ جاؤ ساتھ ناشتہ وغیرہ لے آتے ہیں۔۔۔

نہیں میں نہیں جا رہی اور سب کچھ گھر موجود ہے۔۔۔وہ کہہ کر کچن میں چلی گئی۔۔۔اور شاہ میر گھر سے باہر نکل گیا رخ گلاب خان کے گھر کی جانب تھا۔۔۔

☆......☆......☆

وہ بہت تھک چکی تھی۔۔۔روم میں آ کر اے سی آن کیا اور بیڈ پر نیم دراز ہو گئی۔۔۔مجتبیٰ کا خیال تھا جو دل دماغ پر حاوی تھا۔۔۔فون دیکھا تو بالکل خاموش تھا۔۔۔

وہ اٹھی۔۔۔وضو کر کے نماز پڑھی تو دل دماغ جیسے فریش ہو گئے۔۔۔

تابی اور عارفہ بی بی بھی کمرے میں جا چکے تھے شاہ میر ابھی تک نہیں آیا تھا وہ جاتے ہوئے گھر کی کیز لے گیا تھا اس لیے حبا بے فکر ہو کر تمام لائٹس آف کر کے واپس کمرے میں آ گئی۔۔۔

کمرے میں موبائل کی جلتی بجھتی سکرین لائٹ دیکھتے ہی وہ موبائل کی جانب لپکی اور فوراً سے بیشتر نمبر دیکھے بغیر فون ریسیو کیا

ہیلو حبا۔۔۔دشمن جان کی آواز سماعتوں سے ٹکرائی تو جان میں جان آئی۔۔۔

وہ مسکرا کر رہ گئی۔۔۔دل عجیب سرور کی کیفیت میں تھا۔۔۔

حبا۔۔۔

can you heae me---

دوسری جانب تشویش ہوئی تھی---

yesican---

وہ مسکراتے ہوئے بولی---

تو بول کیوں نہیں رہی---

تمہیں سن رہی تھی---وہ مطمئن سا بولی تھی

ہم---اور میں بھی تو سننا چاہتا ہوں ---وہ مسکرایا تھا---

کھری کھری سنا دوں---وہ شرارت سے مسکرائی تھی

سنا دو---سن لوں گا--- بہت تھک گیا ہوں اس وقت جو بھی سناؤ گی وہ میرے کانوں میں امرت ہی گھولے گا---وہ واقعی آواز سے تھکا تھکا سا لگ رہا تھا-

اچھا تو یہ بات ہے---موصوف تھکے ہوئے کیوں ہیں---تم تو غالباً بریک لینے گئے تھے نا---

ہاں تھا تو کچھ ایسا بٹ ایک پارٹی سے میٹنگ کرنا پڑی---رومان کے کچھ دوست ہمارے شیئرز خریدنا چاھتے ہیں---سو بہت سا فائدہ ہو سکتا ہے ہمیں بس اسلیے مس نہیں کر سکا---وہ تفصیل بتا رہا تھا---

اوہ---یہ تو خوشی کی خبر ہے---کانگریٹس--حبا خوش ہوئی تھی---

تھینک یو سو مچ حبا---تم جب سے لائف میں آئی ہو سب بہت اچھا ہو رہا ہے---وہ بہت اکسایئٹڈ تھا-

یہ سب صرف اور صرف تمہاری محنت ہے---حبا خوشی سے بولی-

سارا دن انتظار کرتا رہا واٹس اپ ہی کر دیتی اس نے گلہ کیا

میرے پاس نمبر نہیں تھا---

تمہیں معلوم ہے میرا یہی نمبر آن ہوتا ہے جہاں بھی جاؤں---وہ بولا

ہاں اصّل میں پھوپھو آئی ہوئی ہیں مصروف بھی تھی---

ہمم خیر تو ہے---اتنے سالوں میں پہلی بار سن رہا ہوں کہ پھوپھو آئی ہیں---وہ واقعی حیران تھا

ہاں انکی بیٹی کے رشتے کے سلسلے میں۔۔۔حبا نے مختصر جواب دیا

اچھا مطلب سے ہی آئی ہیں۔۔۔وہ ہنسا تھا

نہیں اب ایسی بھی بات نہیں۔۔۔تم کب آرہے ہو واپس۔۔۔وہ بات ٹال گئی۔۔۔

کیوں مجھے یاد کررہی ہو۔۔۔وہ شرارت سے بولا

بہت خوش فہمی ہے تمہیں۔۔۔وہ مسکرائی تھی

خوش فہمی تو اچھی بات ہے شکر ہے غلط فہمی نہیں کہا۔۔۔وہ مسلسل اسے تنگ کررہا تھا۔۔۔

اف بہت باتیں بناتے ہو تم مجتبیٰ۔۔۔

رات بہت ہوگئی ہے میں سونے لگی ہوں صبح بات کروں گی۔۔۔وہ فون رکھ کر گہری نیند میں ڈوب گئی۔۔

☆......☆......☆

بلیک ہونڈا سوک انکے گھر کے آگے رکی دو ادھیڑ عمر خواتین کار سے باہر نکلی اور ساتھ ایک خوبرو سا سوٹڈ بوٹڈ نوجوان۔۔۔

شاہ میر ہی انہیں لاؤنج تک لایا......

عارفہ بی بی تو خوشی سے پھولے نہیں سمارہی تھیں۔۔۔

وہ سب لاؤنج میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے حبا نے انکے آتے ہی آم کا شیک بنا کر لاؤنج میں بھجوایا شاہ میر سامان لینے چلا گیا......تابندہ اور عارفہ بی بی مہمانوں کے پاس بیٹھی تھیں نا انہوں نے حبا کو ملنے کے لیے بلوایا اور نا حبا نے ملنا مناسب سمجھا۔۔۔

حبا چائے کا پانی رکھ کر پچھلے دروازے سے ہی باہر لان کے ایک طرف آکر بیٹھ گئی۔۔۔موسم باہر خوبصورت ہو رہا تھا۔۔۔کالی بدلیاں آسمان پر چھارہی تھیں ہوا بھی ٹھنڈی تھی مگر اندر شدید حبس تھا۔۔۔

ہیلو ہیلو۔۔۔ہاں بولو۔۔۔وہ اپنے دھیان میں ہی بیٹھی تھی جب مہمانوں کے ساتھ آیا لڑکا فون سنتے سنتے باہر آگیا......وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو دیکھ کر چونک گئے تھے۔۔۔

آپ کون۔۔۔وہ لڑکا اسے دیکھ کر مسکرایا تھا۔۔۔

میں حبا۔۔۔شاہ میر کی کزن۔۔۔عارفہ پھوپھو کی بھتیجی۔۔۔حبا نے اپنا تعارف کروانا ضروری سمجھا آخر وہ ممکنہ جیجو بھی تو ہوسکتا تھا۔۔۔

اوہ۔۔تو آپ کا گھر ہے یہ۔۔۔آپ کیوں نہیں آئیں کل انکے ساتھ۔۔۔وہ لڑکا اچھے اخلاق کا مالک تھا

وہ۔۔۔وہ۔۔میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔۔۔حبا پچھتا رہی تھی کہ ادھر کیوں بیٹھی۔۔۔

اچھا۔۔۔آپ کرتی کیا ہیں۔۔۔؟؟ وہ باقاعدہ انٹرویو لینے لگا تھا

کچھ نہیں۔۔۔وہ اندر جانے لگی۔۔۔

ایکسکیوزمی۔۔۔ڈونٹ مائنڈ پلیز۔۔۔آپ کمیٹڈ ہیں۔۔۔؟؟؟

جی؟؟؟ حبا اسکے سوال پر حیرت سے پلٹی تھی۔۔

ارے بیٹا تم ادھر ہو گرمی میں اندر آؤ نا۔۔۔

عارفہ بی بی نے ان دونوں کو باتیں کرتے دیکھ لیا تھا وہ حبا کو آنکھیں نکالتے اور اس نوجوان کو محبت سے بول رہی تھی۔۔۔

نہیں آنٹی موسم بہت حسین ہے۔۔۔وہ لڑکا حبا کو دیکھتے ہوئے بولا۔۔۔حبا گھبرا کر پچھلے راستے ہی اندر چلی گئی۔۔۔۔

☆......☆......☆

شاہ میر سیدھا کچن میں سامان لایا تھا۔۔فریش پیزا، چکن رولز، رشین سلاد، پیٹیز، ڈونٹس، اور مختلف قسم کے بسکٹس تھے۔۔۔حبا نے گھر میں وائٹ ساس پاستا بھی تیار کرلیا تھا۔۔۔

آپ تابی کو کہیں سامان سب تیار ہے یہ ڈائننگ ٹیبل پر رکھ دے۔۔۔حبا سلیقے سے سب سامان خوبصورت ڈشز میں نکال رہی تھی۔۔۔

وہ تو ٹھیک ہے مگر تم مہمانوں سے نہیں ملی؟؟؟

نہیں۔۔حبا نے سرسری سا جواب دیا

تم کوئی ملازمہ نہیں اس گھر کی مالک اور میرے ماموں کی اکلوتی اولاد ہو۔۔۔تم چھوڑو یہ سب جا کر

مہمانوں میں بیٹھو تابی لگا لے گی سب ۔۔۔وہ حیران ہوا تھا کسی نے اسے متعارف نہیں کروایا تھا۔۔۔

مگر ۔۔وہ بولنا چاہتی تھی ۔۔۔

جب شاہ میر نے اسکا رخ اپنی جانب موڑا ۔۔۔اگر مگر کچھ نہیں چلو شاباش ۔۔

شاہ میر نے اسکا دوپٹہ اچھے سے سر پر کیا اور اسکے ماتھے پر آئی پسینے کی ننھی بوندوں کو اسکے دوپٹے کے پلو سے ہی صاف کرنے لگا ۔۔۔حبا سانس روکے یک ٹک اسے دیکھے گئی ۔۔۔نا جانے کیوں اسے عظیم صاحب کی یاد آ گئی ۔۔۔گھر میں جب بھی کوئی آتا تو وہ ایسے ہی گھنٹوں کچن میں گزار دیتی اور عظیم صاحب بہت پیار سے اسے باہر لے کر آتے تھے ۔۔۔

ابو درست کہتے تھے شاہ میر ابو کی طرح ہے ۔۔۔کچھ لمحوں کی سازش بہت خطرناک ہوتی ہے کچھ لمحے اپنے اندر مقابل کو مقید کرنے کی بھرپور طاقت رکھتے ہیں ۔۔۔وہ دونوں چند لمحوں کی قید میں جیسے مقید ہو رہے تھے ۔۔۔جیسے صدیوں کے فاصلے ختم ہونے والے تھے ۔۔۔چائے کے ابلنے پر حبا فٹ سے پیچھے ہوئی اور چولہا بند کر کے دوسری جانب ہی رخ کیے کھڑے رہی......

آپ جائیں میں آ رہی ہوں ۔۔۔وہ اپنے دماغ کو جھٹک رہی تھی خود کو سرزنش کر رہی تھی ۔۔۔کیا وہ اتنی بے بس تھی کے شاہ میر کی محبت کی لو میں پگھل جائے کیا وہ اتنی کمزور تھی کہ مجتبیٰ کی محبت سے مکر جائے ۔۔۔نہیں ۔۔۔میرے دل دماغ میں صرف مجتبیٰ ہے ۔۔۔

اور شاہ میر......خاموشی نے سر اٹھایا ۔۔۔

پتہ نہیں ۔۔۔وہ سر جھٹک گئی ۔۔۔

شاہ میر جا چکا تھا تابندہ اور اس نے ٹرالی سجائی اور دونوں سامان لے کر ڈائننگ ٹیبل پے رکھنے لگیں حبا نے لاؤنج میں بیٹھے سب لوگوں کو سلام کیا

حبا کے آتے ہی لڑکے نے عورتوں کے کان میں کچھ کہا اور وہ مسکرا کر حبا کو دیکھنے لگیں ۔۔۔

اچھا یہ آپکی بھتیجی ہے ۔۔۔ماشاءاللہ ماشاءاللہ ادھر آؤ پیارے بچے ۔۔۔ایک سو برس بھاری وجود کی نک سک سی تیار ہوئی عورت نے حبا کو بلایا ۔۔۔

حبا تذبذب کا شکار ہو گئی......ایک نظر عارفہ بی بی کو دیکھا جو نا جانے کیوں اسے گھور رہی تھی۔۔۔

جی یہ عظیم ماموں کی بیٹی ہیں یہ گھر انکا ہی ہے۔۔۔شاہ میر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ماشااللہ بہت پیاری بچی ہے۔۔۔کیا نام ہے بیٹا۔۔۔دوسری عورت نے دلچسپی سے حبا کے خوبصورت سراپے کو دیکھا۔۔۔

حبا عظیم۔۔۔حبا نے صرف اتنا ہی کہا تھا

چلیں آئیں چائے ٹھنڈی ہو جائے گی۔۔۔عارفہ بی بی نے نقلی مسکان سجائے کہا تھا

چائے بہت خوشگوار ماحول میں پی گئی۔۔۔حبا اور تابندہ انہیں سب سرو کرتی رہیں۔۔۔ان خواتین کی باتوں سے ہی لگ رہا تھا وہ بہت اچھے خاندان سے تعلق رکھتیں ہیں۔۔۔

اس نوجوان کی مسکراتی نگاہیں بار بار حبا پر اٹھ رہی تھیں اور حبا اس کی عجیب نظروں کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھیں۔۔۔یہ لو بیٹا۔۔۔ایک خاتون نے 5 ہزار تابی کے ہاتھ میں اور 5 ہزار کا نوٹ حبا کی جانب بڑھایا۔۔۔

ارے لے لو چندا پہلی بار آئے ہیں۔۔۔وہ عورت مسکراتے ہوئے زبردستی اسکو نوٹ تھما چکی تھی۔۔۔

☆......☆......☆

تابندہ اور حبا کو اندر بھیج دیا گیا تھا۔۔۔اسکے بعد آدھا گھنٹہ نا جانے کیا باتیں ہوتی رہیں۔۔۔وہ لوگ جا چکے تھے اور چند لمحے تو لاؤنج میں عجیب سی خاموشی رہی۔۔۔

ایسی خاموشی جو کسی مصیبت کا پیش خیمہ محسوس ہو رہی تھی۔۔۔کچن میں برتن دھوتی حبا کا دل نا جانے کیوں اضطراب کا شکار ہو رہا تھا کیوں دل میں وہم پے وہم پل رہا تھا۔۔۔

میں حبا سے بات کروں گا ایک بار۔۔۔

شاہ میر کی آواز حبا کے کانوں سے ٹکرائی۔۔۔

کیا۔۔۔کیا بات کرے گا تو اس سے۔۔۔عارفہ بی بی اونچی آواز میں دھاڑی

امی پلیز۔۔۔یہ اوورری ایکٹ مت کریں۔

تو کیا کروں بتا تو ہی بتا......عارفہ بی بی کا لہجہ ازحد کرخت تھا

امی حبا بھی جوان ہے اسکا فرض بھی ہم نے ہی ادا کرنا ہے اگر وہ اس رشتے پر راضی ہوتی ہے تو میرے خیال میں یہ رشتہ اسکے لیے ہر لحاظ سے مناسب رہے گا۔۔۔ہمیں جذباتی ہو کر اتنا اچھا رشتہ ہاتھ سے یوں نہیں گنوانا چاہیے۔۔۔

شاہ میر بول رہا تھا اور کچن میں کھڑی حبا کے پیروں تلے جیسے زمین سرک رہی تھی ...... کل تک جو اس سے محبت کا دعوے دار تھا وہ آج اسکے رشتے کی بات کر رہا تھا۔۔۔

شاباش ہے تجھ پے۔۔۔شاباش ہے۔۔۔اپنی بہن کی تجھے کوئی پرواہ نہیں وہ جو گھر میں آس لگائے بیٹھی ہے اسکی فکر نہیں تجھے اس کے فرض کی پڑی ہے ...... ہائے اس منحوس کی وجہ سے میری بچی کا رشتہ خراب ہو رہا اور تو کہہ رہا جذبات میں نا آؤ۔۔۔عارفہ بی بی اونچا اونچا رونے لگی اور حبا کا دل جیسے ڈوبنے لگا۔۔۔

حبا کا اس میں کوئی قصور نہیں۔۔۔جو ہونا تھا ہو گیا۔۔۔بہتر ہے کوئی واویلا مت کریں آپ بھی ......شاہ میر سخت اکتاہٹ سے بولا۔

کوئی قصور نہیں۔۔۔؟ سب ٹھیک تھا انہیں مریم بھی پسند تھی۔۔۔اچانک یہاں آتے ہی لڑکے کی نیت بدل گئی۔۔۔بلا اس معصومہ کو اور پوچھ اس سے وہ اس لڑکے سے لان میں کھڑے ہو کر کیا گپیں لگا رہی تھی۔۔ہائے ایسے کان بھرے کے پل بھر میں کایا پلٹ دی۔۔۔عارفہ بی بی سینے پر دو ہتھڑ مار کر رونے لگی ......

حبا دکھ اور غم کی کیفیت میں گرتے گرتے بچی ......یا اللہ یہ کیا الزام ہے۔۔۔یہ کس گناہ کی سزا مجھے مل رہی ہے ۔۔۔یہ کیا ہونے جا رہا ہے میرے ساتھ ......یا اللہ۔۔۔

وہ کچن میں ہی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھتی چلی گئی

آپکو غلط فہمی ہوئی ہو گی۔۔۔اور پھر کوئی منگنی یا نکاح نہیں ٹوٹا امی جو آپ اتنا سوگ منا رہی ہیں۔۔۔جو ہوا بھول جائیں۔۔۔لڑکی والوں کو ایسے بہت سے فیز فیس کرنے ہوتے ہیں۔اب وہ آرام سے ماں کو سمجھانے لگا۔۔۔کافی دیر سمجھانے بجھانے کے بعد عارفہ بی بی بولیں۔۔۔

ٹھیک ہے تو وعدہ کر تو حبا کے رشتے کی بات بھی وہاں نہیں چلائے گا۔۔۔کر وعدہ۔۔۔

عارفہ بی بی کا تماشہ بند کرنے کیلیے اس نے وعدہ بھی کر لیا۔۔۔تابندہ نے ماں کو پانی پلایا۔۔۔

مجھے گھر جانا ہے۔۔۔عارفہ بی بی بالکل بچی بنی ہوئی تھیں۔۔۔

او کے میں ادھر سے ٹیکسی پے بٹھا آتا ہوں آپکو میری گاڑی ورکشاپ ہے۔۔۔وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ حبا پر اپنا غصّہ نکالے بغیر وہ یہاں سے چلی جائیں۔۔۔

تو ٹیکسی لے آ۔۔۔میری ٹانگوں میں درد ہے سر بھی چکرا رہا ہے اب ہمت نہیں مجھ میں چلنے کی۔۔۔

شاہ میر ٹیکسی لینے چلا گیا۔۔۔

حبا۔۔۔حبا۔۔۔کچن میں گم سم بیٹھی حبا کے کانوں سے آواز ٹکرائی تو وہ بجلی کی سی تیزی سے حاضر ہوئی تھی۔

جی پھپھو۔۔۔وہ عقیدت سے بولی تھی۔۔

پھپھو۔۔۔منحوس لڑکی۔۔۔پھوپھی کی خوشیاں، ملیامیٹ کر کے تو خوش ہے۔۔۔عارفہ بی بی کی زبان پر وہ ہکا بکا تھی۔

بول اس لڑکے کو پہلے سے جانتی تھی نا پہلے سے ہی چکر تھا نا تیرا۔۔۔عارفہ بی بی زہر اگل رہی تھی اور حبا سن رہی تھی۔۔۔

تیری ماں بھی تیری طرح گھنی تھی۔۔۔ایک بات کان کھول کر سن لے۔۔۔یہاں تو میں تیرا رشتہ ہونے نہیں دوں گی۔۔۔اور رہی بات شاہ میر کی۔۔۔تو اسے جس طرح تو نے بس میں کیا ہوا ہے نا یہ بھوت بھی بہت جلد اسکے سر سے اتر جائے گا۔۔۔

عارفہ بی بی کی بات پر آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے اس نے عارفہ بی بی کو دیکھا۔۔۔دل کیا چیخ چیخ کر بولے کے آپکا بیٹا مجھ سے محبت کا دم بھرتا ہے میں نہیں مگر اسکا دماغ ماوف ہو چکا تھا۔۔۔

وہ جس ناکردہ گناہ کی سزا بھگت رہی تھی اس کی پاداش میں اسکی روح چھلنی ہو رہی تھی۔۔۔

مجھے تجھ سے اتنی ہی نفرت ہے جتنی تیری ماں سے تھی۔۔۔تیری ماں بھی منحوس تھی اور تو بھی۔۔۔

بس پھوپھو۔۔۔بس امی کے متعلق ایک لفظ اور نہیں سنوں گی میں۔۔۔حبا بھی پھٹ پڑی تھی۔۔۔

تو زبان چلائے گی اب۔۔۔عارفہ بی بی اس پر ہاتھ اٹھانے لگی جب اندر آتے گلاب خان نے عارفہ بی بی کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔

بس باجی بس۔۔۔تم کو کچھ خوف خدا ہے کہ نہیں حد کر دیا تم نے تو ظالم۔۔۔گلاب خان نے عارفہ بی بی کا ہاتھ جھٹک کر حبا کو گلے لگالیا۔۔وہ باہر کا دروازہ کھلے ہونے کی وجہ سے اندر آیا تھا۔۔اور عارفہ بی بی کی باتیں سن چکا تھا۔۔۔

اونہہ۔۔۔باہر ٹیکسی کے ہارن پر عارفہ بی بی تابندہ کا ہاتھ تھامے نکل گئی ۔۔

دیکھا گلاب خان۔۔۔دیکھانا۔۔۔میں کہتی تھی نا۔۔۔میں کہتی تھی نا پھوپھو کو میری ماں اور مجھ سے نفرت ہے۔۔۔میں کہتی تھی نا گلاب خان۔۔۔حبا زاروقطار رونے لگی تھی۔۔۔وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی اور گلاب خان سر تھامے صوفے پر ڈھے گیا۔۔۔

گلاب خان دیکھا نا کیسے میں داغدار ہوئی ہوں۔۔۔اس لڑکے کو تو میں جانتی تک نہیں۔۔۔اور شاہ میر ۔۔۔بولو نا گلاب خان۔۔۔شاہ میر کو کب میں نے محبت کے جال میں پھنسایا کب میں نے چاہا کے وہ مجھ سے محبت کرے ......تم کہتے ہو یہ میرے اپنے ہیں۔۔۔گلاب خان اپنے ایسے ہوتے ہیں۔۔۔بولو۔۔۔وہ دیوانہ وار چلا رہی تھی۔۔۔گلاب خان اسے چپ کروا رہا تھا وہ بس رو رہی تھی۔۔۔

ابوامی کیوں چلے گئے گلاب خان دونوں کو بہت جلدی تھی جانے کی۔۔۔مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔۔۔مجھے کیوں چھوڑ گئے۔۔۔وہ اتنا شدید رو رہی تھی کہ گلاب خان کی آنکھیں بھی اشکبار ہوگئیں۔۔۔

حبا کی تنہائی کا غم صرف وہی جانتا تھا۔۔۔

شاہ میر اپنے دھیان میں اندر آیا تھا۔۔۔وہ سب منظر دیکھ کر گھبرا سا گیا گلاب خان کے گھٹنے کے ساتھ شدید روتی حبا۔۔آنسو صاف کرتا گلاب خان۔۔۔وہ چکرا سا گیا۔۔۔جو وہ نہیں چاہتا تھا وہ ہوگیا۔۔۔

حبا۔۔۔حبا۔۔۔سر جھکائے حبا کے شانے پر ہاتھ رکھا جسے حبا نے سختی سے جھٹکا تھا۔۔۔

آپ۔۔۔وہ کھڑی ہوئی۔۔۔اسکی آنکھیں لال سرخ تھیں۔۔۔

آپ نے میری زندگی تباہ کر کے رکھی ہوئی ہے۔۔۔کس ملک کے شہزادے ہیں آپ جو آپکی ماں کو بہت غرور ہے آپ پر۔۔۔آپ میری محبت کیا نفرت کے قابل بھی نہیں۔۔۔مجھے آپکی اس شکل سے نفرت ہے۔۔

حبا بچہ۔۔گلاب خان حبا کو سنبھالنے کے لیے آگے بڑھا۔۔۔

چھوڑیں گلاب خان۔۔۔ یہ بندہ بہت مہان بنتا ہے کبھی مجھ سے محبت کے دعوے کرتا ہے کبھی خود میرے رشتے کرواتا پھرتا ہے۔۔۔وہ گلاب خان کو دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔

اور آپ۔۔۔اس نے براہ راست شاہ میر کی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔وہ ششدر سا حبا کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

آپ نکلیں......وہ شاہ میر کا ہاتھ پکڑ کر گیٹ تک لے آئی۔۔۔گلاب خان آگے بڑھنے لگا جب شاہ میر نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔۔۔جیسے کہہ رہا ہو کے اسکو سب جائز، ہے یہ جو کرتی ہے اسے کرنے دیں۔۔۔

نکل جائیں یہاں سے اور آج سے آپ میرے لیے اور میں آپکے لیے مر گئی بہتر ہو گا اب آپ تمام عمر یہاں کا رخ نا کریں۔۔۔حبا نے اسے باہر نکالا۔۔۔گلاب خان بھی شاہ میر کے پیچھے نکلا۔۔۔

حبا نے زور سے دروازہ بند کر کے لاک لگایا۔۔۔

شاہ میر دروازہ بجانے لگا۔۔۔حبا۔۔۔حبا۔۔۔پلیز میری بات سنو۔۔۔صرف ایک بار۔۔۔

جب گلاب خان نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔۔اسے اکیلا چھوڑ دو۔۔تم چلو۔۔۔

گلاب خان وہ رو رہی ہے۔۔۔شاہ میر کو اپنی نہیں اسکی پرواہ تھی ۔۔

ام کہہ رہا ہینا تم چلو ام کے ساتھ۔۔۔گلاب خان اسے زبردستی پکڑ کر اپنے ساتھ لے گیا وہ جانتا تھا شاہ میر بھی تو حبا کی طرح بے قصور ہے۔۔۔

شاہ میر کو گھر سے نکالنے کے بعد وہ بمشکل اپنا وجود گھسیٹتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔۔ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا وہ زمین پر ڈھے گئی تھی۔۔۔

حبا عظیم تم نے اپنوں اور اپنوں نے تمہارے ساتھ کیا کر دیا۔۔کہیں سے آواز آئی تھی۔۔۔

اپنے اپنے اپنے۔۔۔کوئی اپنا نہیں میرا۔۔کوئی نہیں۔۔۔وہ دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر چلا اُٹھی تھی۔۔

اچھا شاہ میر بھی نہیں۔۔۔کہیں سے بازگشت سنائی دی۔۔۔

نہیں بالکل نیں۔۔۔

تم نے غلط کیا حبا۔۔اُسے لگا جیسے عظیم بولے ہیں وہ چونکی۔۔۔بھیگی آنکھوں سے اردگرد دیکھا۔۔۔

ابو۔۔ابو۔۔وہ دیوانہ وار اردگرد دیکھنے لگی۔۔۔

ہاں بیٹی تم نے شاہ میر کے ساتھ غلط کیا۔۔۔آواز پھر آئی تھی اُسے ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے آواز عظیم صاحب کی تھی وہ یہ سمجھنے سے فی الوقت قاصر تھی کہ یہ آواز اسکے اپنے ضمیر کی تھی۔۔۔

نہیں ابو نہیں۔۔۔اب نہیں۔۔غلط میں نہیں غلط شاہ میر اور اسکی امی ہیں۔۔وہ غلط ہیں۔۔۔بُری تو پہلے ہی تھی اب بدکردار بھی بنا چھوڑا انہوں نے۔۔۔وہ غلط ہیں۔۔۔ ہیں ناں ابو۔۔ بولتے کیوں نہیں آپ۔۔۔امی۔۔۔امی۔۔۔کاش میرا کوئی بھائی کوئی بہن ہوتی۔۔۔جسکا میرا درد سانجھا ہوتا۔۔۔جو میری تنہائی میرے دُکھوں کا برابر کا شریک ہوتا۔۔۔وہ خوب روئی اور روتی چلی گئی نہ جانے کب وہ ہوش سے بیگانہ ہوگئی۔۔۔

☆......☆......☆

نہ جانے کتنے دن وہ گھر میں بند پڑی رہی۔۔۔گلاب خان دوتین بار اُسے دیکھنے آیا مگر اس نے دروازے سے ہی تسلی دے کر انہیں واپس بھیج دیا۔۔۔گلاب خان اچھے سے جانتا تھا وہ اپنے آپ سے ہی جنگ میں مصروف ہے۔۔۔لہذا وہ خاموش ہی رہا۔۔۔

مجتبیٰ کے صبح سے فون آ رہے تھے مگر وہ اٹینڈ نہیں کر رہی تھی پچھلے ایک ہفتے سے اس نے مجتبیٰ کے کسی میسیج کسی کال کا جواب نہیں دیا تھا۔۔۔ نہ جانے وہ ڈر گئی تھی یا جان بوجھ کر مجتبیٰ جمال کو نگلیکٹ کر کے خود کو آزما رہی تھی۔۔۔ وہ مسلسل بجتے فون کو صوفے پر پھینک کر باہر لان میں آ گئی۔۔۔ ساون کا مہینہ شروع ہو چکا تھا ہر دوسرے دن ہی بارشیں ہو جاتیں تھیں مگر حبس حد سے زیادہ تھی۔۔۔ شام 4 بجے کا وقت تھا آسمان بالکل خاموش گھرے بادلوں کی لپیٹ میں تھا دو دن سے بارش نہیں برسی تو موسم ازحد گرم ہو گیا تھا آج ہوا بالکل بھی نہیں تھی آسمان پر موجود بادلوں کی خاموشی صبا کو معنی خیز سی محسوس ہوئی۔۔۔ اُسے لگ رہا تھا آج بادل برسیں گے اور بہت زور سے برسیں گے۔۔۔ یہ حبس ختم ہو جائے گا۔۔۔ کاش زندگی کے یہ حبس زدہ دن بھی یونہی ختم ہو سکتے۔۔۔ یہ گھر پھر سے آباد ہو سکتا امی ابو۔۔۔ واپس لوٹ آتے۔۔۔۔

جو چلا جائے وہ واپس کب آیا ہے۔۔۔ پاگل ہو تم۔۔۔ حبا کی خاموشی نے خاموشی سے سر اُٹھایا۔۔۔

ہاں پاگل ہی تو ہوں۔۔۔ اور کس کے دَم سے یہ زندگی آباد ہو سکتی ہے؟ حبا نے سفید گلابوں کے گملوں کو اداسی سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

بالکل آباد ہو سکتی ہے اگر تم چاہو۔۔۔ اُمید دلانے والا انداز تھا۔۔۔

کیا واقعی کیسے۔۔۔ وہ حیران ہوئی۔۔۔

آباد کرنے والا تمہارے اردگرد موجود ہے۔۔۔

پہیلی مت بنو سیدھی طرح بتاؤ۔۔۔ وہ الجھ گئی۔۔۔

مجتبیٰ جمال۔۔۔ اس پر تو بھروسہ کرو۔۔۔ خاموشی نے سرگوشی کی۔۔۔

بھروسہ۔۔۔ محبت کرتی ہوں اُس سے۔۔۔ محبت کروں یا بھروسہ۔۔۔

بھروسے کے بغیر تو مُحبت ممکن نا۔۔۔ بھروسہ ہوا تو محبت ہوئی۔۔۔ خاموشی کا لہجہ کچھ باور کروا رہا تھا۔۔۔

ہاں مجھے اس سے محبت ہے۔۔۔ مگر میں ڈرتی ہوں اُس سے سامنا نہیں کرنا چاہتی میں ہاری ہوئی انسان ہوں اپنی محبت بھی ہار گئی تو۔۔۔

حبا کے لہجے میں ہزار واہمے اور خدشات تھے۔۔۔۔

یہ فرار کب تک ممکن ہے؟ سوال ہوا تھا

پتہ نہیں۔۔۔۔وہ الجھ گئی تھی۔۔۔اور مزید نہیں اُلجھنا چاہتی تھی۔۔۔سر جھٹک کر اور خاموشی کو پرے دھکیل کر وہ لان میں پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔۔۔

خود کو نارمل کرنے میں ایک ہفتہ گزر گیا تھا۔۔۔آج واقعی اُسے مجتبیٰ جمال کی بار بار یاد آ رہی تھی۔۔۔نہ جانے کس وجہ سے وہ اُس سے بات کرنے سے کترا رہی تھی۔۔۔

میں غلط کر رہی ہوں مجھے مجتبیٰ جمال جیسے انسان کی محبت نصیب ہوئی ہے اسکے ساتھ میں بہت خوش رہ سکتی ہوں۔۔۔مجھے بھی حق ہے اپنی زندگی اپنی مرضی کے انسان کے ساتھ گزارنے کا تو میں کیوں اس انسان سے گریز برت رہی ہوں جس انسان نے مجھے محبت جیسے لطیف جذبے سے آشنا کرایا۔۔۔

ان اپنوں کی باتوں سے دلبرداشتہ ہو کر میں اپنی محبت کو اگنور کر رہی ہوں جو میرے کبھی تھے ہی نہیں۔۔۔

نہیں۔۔۔مجھے مجتبیٰ جمال کی محبت کو ہر شے پر ہر رشتے پر حتیٰ کہ آپ اپنی ذات پر بھی مقدم رکھنا ہے۔۔

اور پھر وہ اگلے کئی لمحے مجتبیٰ کی باتوں اور مجتبیٰ کے ساتھ گزارے وقت کو آنکھیں موندے سوچتی رہی مسکراتی رہی۔۔۔اسی لمحے بادلوں نے بھی کروٹ لی اور بارش شروع ہو گئی۔۔۔بارش واقعی تیز برسی اور وہ مسکراتے مسکراتے گنگناتے گنگناتے بارش میں نہانے لگی۔۔۔

محبت کے خوبصورت جذبے نے آج بہت عرصے بعد سر اُٹھایا تو ساون کی برستی بارش نے اسکے دل کی تمام کثافتوں کو دھو ڈالا وہ بھی لان میں لگے پودوں کی طرح کھل گئی۔۔۔ڈھل گئی۔۔۔شاداب ہو گئی۔۔۔اب وہ بالکل مطمئن اور خوش تھی۔۔۔مجتبیٰ کی کالز آنا بند ہو چکی تھیں۔۔۔مگر حبا نے اسے سرپرائز دینے کی مکمل تیاری کر لی تھی۔۔۔وہ خوش تھی۔۔۔کیونکہ مجتبیٰ اسکی محبت تو تھا ہی اور شاید آخری سہارا بھی۔۔۔

☆......☆......☆

لاہور۔۔۔لیکن یوں اچانک کیوں؟؟؟ کس کے پاس۔۔؟؟؟ گلاب خان کی حیرت بجا تھی۔۔۔صبح صبح یوں حبا کی آمد اور لاہور جانے کی خبر دینا واقعی چونکا دینے والی بات تھی۔۔۔

مجتبیٰ سے ملنے اُسے سرپرائز دینے۔۔۔حبا نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔جس پر گلاب خان کی حیرت میں

کئی گنا اضافہ ہو گیا۔

مجتبیٰ سے۔۔۔مگر وہ تو تم کو ملنے آتا ہوتا ہے ماڑا۔۔۔گلاب خان عجیب تذبذب کا شکار تھا۔۔۔

سچ وہ مجھ سے ملنے لاہور سے اسلام آباد آ سکتا ہے تو کیا میں اُس سے ملنے لاہور نہیں جا سکتی۔۔۔اِس میں حیرانگی کِس بات کی۔۔۔اُسکے لہجے میں سرشاری تھی اعتماد تھا۔۔۔نہ جانے وہ واقعی اتنی پُر اعتماد ہو گئی تھی کہ یوں تن تنہا مجتبیٰ سے ملنے لاہور جانے کا کہہ رہی تھی یا خود کو پُر اعتماد دکھا رہی تھی خیر دونوں صورت حال ہی گلاب خان کیلئے تشویشناک تھیں۔۔۔۔

گلاب خان کچھ لمحے خاموشی سے اسکے چہرے کو تکتا رہا۔۔۔

میں جانتی ہوں گلاب خان آپ سوچ رہے ہوں گے جو لڑکی کبھی ایک شہر سے دوسرے شہر اکیلی نہیں گئی وہ ایک لڑکے سے تنہا ملنے لاہور کیوں جا رہی ہے یہ بات قابلِ اعتراض بھی ہو سکتی ہے اور نا قابلِ قبول بھی۔۔۔۔ مگر۔۔۔اعتراض کون کرے۔۔۔۔؟؟؟ مجھے جانے سے کون روکے؟؟؟ کوئی نظر آتا ہے آپکو میرے اردگرد میرا اپنا بولیں کوئی دکھائی دیتا ہے میری فکر کرنے والا۔۔۔

تم ام کو بھول گیا۔۔۔کیا تم ام کا بیٹی نہیں۔۔۔گلاب خان پرنم لہجے میں بولا۔۔۔۔

بالکل ہوں۔۔۔آپ کو اپنا سمجھا تو آپکو بتانے چلی آئی گلاب خان۔۔مجتبیٰ جمال میری محبت ہے اور میری آخری اُمید بھی۔۔۔میں اس سے اسکی دنیا میں جا کر ملنا چاہتی ہوں دیکھنا چاہتی ہوں۔۔۔وہ بول رہی تھی اور گلاب خان اسکو تکی جا رہا تھا۔۔۔

ایک بات پوچھوں۔۔۔کیا مجتبیٰ بھی تم سے محبت کرتا ہے مطلب اس نے تم سے خود کہا کبھی۔۔۔گلاب خان پریشانی سے بولا اُسے مجتبیٰ کسی طرح بھی نا مناسب یا بُرا نہیں لگتا تھا مگر نہ جانے کیوں اسکی ذات کا لا ابالی پن گلاب خان سے چھپ نا سکا جس وجہ سے وہ مطمئن ہوتے ہوئے بھی نہیں تھا وہ حبا عظیم کو کسی بھی طرح کے وہم میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا لہذا وہ خاموش اور بس خاموش رہا۔۔۔مگر یہ سوال پوچھنا ضروری ہو گیا تھا۔۔

ہاں وہ اظہار کر چکا ہے گلاب خان۔۔۔حبا کے چہرے کی تسلی نے گلاب خان کو بھی شانت کر دیا۔۔۔

تو تمہارا کیا ارادہ ہے۔۔۔پھر سوال۔۔۔

مجتبیٰ کو ہمسفر بنانے کا۔۔۔اسکی زندگی میں شامل ہونے کا۔۔۔

حبا کی آنکھوں میں خاص چمک تھی۔۔۔

مطلب شادی۔۔۔گلاب خان نے تصدیق چاہی۔۔۔

بالکل۔۔۔۔حبا شرمائی تھی۔۔۔۔

اللہ پاک تمہاری خوشی سلامت رکھے۔۔۔گلاب خان نے حبا کے سر پر ہاتھ رکھ کر اُسے دُعا دی۔۔۔وہ بھی چاہتا تو تھا کہ حبا جو چاہتی ہے وہ ہو جائے مگر نہ جانے کیوں اُسے حبا کی یہ خوشی عارضی محسوس ہو رہی تھی طرح طرح کے وہم ستا رہے تھے وہ سیاہ آنکھوں والی لڑکی کی آنکھوں میں مسلسل کسی غم کی بارش کے قیام سے ڈرتا تھا مگر لب پر قفل لگے تھے وہ پہلی بار اپنی مرضی سے کچھ کرنا چاہ رہی تھی وہ اسے نہیں روک سکتا تھا چاہ کر بھی نہیں۔۔۔

گلاب خان نے ساتھ چلنے کی پیشکش کی جو حبا نے مسترد کر دی وہ خود مجتبیٰ جمال کو اسکی دنیا میں جا کر دیکھنا چاہتی تھی۔۔۔اور پھر گلاب خان کو سوچوں کے سمندر میں بہتا چھوڑ کر لاہور کے لیے روانہ ہوگئی۔۔۔

☆......☆......☆

حبا۔۔۔

are you serious۔۔۔۔

مجتبیٰ کو واقعی یقین نہیں آ رہا تھا کہ اُس سے ملنے کی خاطر اسکے شہر لاہور میں موجود ہے وہ ابھی میٹنگ سے نکلا تھا اور حبا کی فون کال نے اُسے خوشگوار حیرت میں مبتلا کر دیا تھا۔۔۔

۔۔۔yes i am۔

اب پک کرنے آؤ گے یا یہیں سے واپس چلی جاؤں۔۔۔وہ شرارت سے بول رہی تھی۔۔۔

تم۔۔۔تم بس وہیں رُکو۔۔۔میں پانچ منٹ میں تمہارے پاس ہوں گا۔۔۔وہ حبا عظیم سے سخت ناراض تھا مگر یوں حبا کے سرپرائیز نے گویا اسکی تمام تر ناراضگی کو پس پشت ڈال دیا۔۔۔

وہ ڈائیو ٹرمینل کے ویٹنگ لاؤنج میں بیٹھی تھی۔۔۔کافی عرصے بعد یوں اکیلے سفر کرنا اُسے اچھا لگا

تھا۔۔۔اور پھر اسکی آمد کا سن کر مجتبیٰ کی خوشی نے حبا کو تروتازہ کر دیا تھا۔۔۔ چاہے جانے کا احساس شاید دنیا کا سب سے حسین ترین احساس ہے۔۔۔اور وہ بھی تب جب آپ کا من چاہا انسان بھی آپکو اسی شدت سے چاہنے لگے جیسا کہ آپ اُسے چاہتے ہیں۔۔۔ وہ بہت مطمئن تھی۔۔۔ مسکراہٹیں اسکے چہرے پر بکھری تھیں۔۔۔موبائیل فون کی بیل پر وہ چونکی۔۔۔۔۔ اُس نے مسکراتے ہوئے کال رسیو کی۔۔۔

ہیلو۔۔۔ہاں کدھر ہو حبا۔۔۔مجتبیٰ کی آواز میں بے چینی واضح تھی۔

تم پہنچ بھی گئے۔۔۔وہ حیران ہوئی ٹھیک پانچ منٹ ہی تو ہوئے تھے۔

ہاں۔۔۔اندر کافی رش ہے ایسا کرو تم ویٹنگ لاؤنج سے نکل کر لیفٹ ہینڈ پر پارکنگ ایریا میں آؤ۔۔۔ میں وہیں ہوں۔۔۔وہ اسے باہر بلا رہا تھا۔۔۔

اوکے تم کال پر ہی رہو۔۔۔حبا نے ہینڈ بیگ ایک ہاتھ میں پکڑا جبکہ دوسرے ہاتھ سے سیل فون تھامے ادھر اُدھر دیکھتی وہ پارکنگ ایریا کی طرف آ گئی۔۔۔

کچھ قدم چلنے کے بعد ہی اسکی متلاشی نگاہوں کی تلاش ختم ہو گئی۔۔۔

سیاہ پینٹ کوٹ پہنے وہ مغرور سا دکھنے والا مجتبیٰ جمال ہاتھوں میں خوبصورت سا بکے تھامے دوسرے ہاتھ سے سیل فون کان سے لگائے حبا کو دیکھ کر مسکرا اُٹھا تھا۔۔۔

حبا کے چلتے قدم بھی تھم گئے تھے۔۔۔دھڑکنیں اچانک ہی منتشر ہوئی تھیں۔۔۔مجتبیٰ جمال کی پرسنالٹی اتنی شاندار تھی کہ دور سے ہی وہ دیکھنے والوں کی توجہ کا مرکز بن جاتا تھا مگر حبا کیلئے تو وہ بہت کچھ تھا بے تحاشہ محبت تو وہ اس سے کرتی ہی تھی مگر اب وہ اس دنیا میں اسکی خوشی کا باعث بننے والا انسان تھا۔۔۔ وہ کتنے ثانیئے کھڑے ہوئے اسے دیکھتی رہی۔۔۔موبائل ابھی تک کانوں کے ساتھ لگا تھا مجتبیٰ ہلکے قدم اُٹھاتا اس تک آیا تھا۔۔۔

کیا آج میں زیادہ ہینڈسم لگ رہا ہوں۔۔۔وہ حبا کے کان سے لگا سیل فون والا ہاتھ آرام سے ہٹاتے ہوئے شرارت سے بولا تھا۔۔۔

ہاں۔۔۔حبا جھینپ گئی

مطلب ہاں۔۔۔واقعی لگ رہا ہوں۔۔۔وہ ہنوز شرارت سے مسکرا رہا تھا

نن۔۔۔نہیں۔۔۔وہ بُری طرح اپنی حرکت پر شرمندہ ہوئی اور مجتبیٰ اسکی گھبراہٹ سے لطف اُٹھا رہا تھا

نہیں لگ رہا۔۔۔وہ شرارت سے پوچھ رہا تھا۔۔۔

اف ہو۔۔۔پتا نہیں۔۔۔وہ بھی کھل کر مسکرائی تھی۔۔۔اور اگلے ہی لمحے تمام مسکراہٹ غائب ہوگئی جب مجتبیٰ نے اسے اپنے بازوؤں میں بھرلیا۔۔۔حبا کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔۔۔

تھینک یو سو مچ حبا۔۔۔تھینک یو ویری مچ۔۔۔تم نے مجھے بہت آؤٹ اسٹینڈنگ سرپرائیز دیا۔۔۔وہ اسکو حیرتوں کے سمندر میں چھوڑ کر خود ہی جلدی سے پیچھے ہوگیا تھا۔۔۔

مجھے اس سرپرائیز کی ہی ضرورت تھی حبا۔۔۔مجھے تمہاری ضرورت تھی۔

وہ بول رہا تھا اور حبا سن رہی تھی۔۔۔

کیا واقعی میری ضرورت تھی۔۔۔حبا خود کو سنبھالتے ہوئے بولی

ہاں چلو آؤ۔۔۔ابھی سفر سے آئی ہو اور میں بھی کیسا احمق ہوں یہیں کھڑے بولے جارہا ہوں۔۔۔یہ لو۔ وہ بکے حبا کی طرف بڑھا کر مسکراتے ہوئے اپنی گاڑی کی جانب بڑھنے لگا۔۔۔

وہ بھی مسکراتے ہوئے اسکے پیچھے چل پڑی۔۔۔

سنو۔۔۔تمہارا لگیج کدھر ہے۔۔۔؟؟؟وہ چلتے چلتے پلٹا تھا۔۔۔

لگیج۔۔۔کس لیے۔۔۔وہ مسکرائی۔۔۔

بھئی ہمارے شہر میں آئی ہو اتنی آسانی سے اب تھوڑی جانے دیں گے۔۔۔تمہیں چاہیے تھا کوئی تین چار سوٹ کیس بھر کر لاتی۔۔۔وہ اب فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر اسے گاڑی میں بٹھاتے ہوئے شرارت سے بولا۔۔۔

وہ آج حد سے زیادہ خوش تھا۔۔۔اور حبا سے اسکی خوشی چھپی نہیں تھی۔۔۔۔

☆......☆......☆

تم نہیں جانتی آج میں کتنا خوش ہوں۔۔۔اور حیرت زدہ بھی کہ یہ کیسے ممکن ہوا۔۔۔تم کیسے یوں میرے پاس آگئی۔۔۔حبا یہ کوئی خواب تو نہیں۔۔۔وہ گاڑی چلانے کے ساتھ ساتھ مسلسل بول رہا تھا۔۔۔

میں کیوں اور کیسے آ گئی۔۔۔سچ کہوں تو مجھے بھی علم نہیں مگر۔۔۔یہ خواب نہیں ایک حقیقت ہے مجتبیٰ کے اس وقت میں تمہارے ساتھ تمہارے شہر میں موجود ہوں۔۔۔وہ بھی حیرت سے مسکراتے ہوئے مجتبیٰ کو دیکھنے لگی۔۔۔

ویسے یہ تو ماننا پڑے گا کہ حبا عظیم حیران کرنے کا بھرپور ہنر رکھتی ہے۔۔۔وہ گاڑی ایک پوش علاقے کی سڑک پر ڈال چکا تھا۔۔۔

ہم کہاں جا رہے ہیں مجتبیٰ۔۔۔وہ راستوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔

پہلے کھانا کھائیں گے۔۔۔اور پھر کسی اچھے سے ہوٹل میں تمہارے لئے روم بک کروائیں گے تا کہ تم آرام کر سکو۔۔۔وہ گاڑی پارک کرنے لگا۔۔

ہوٹل میں۔۔۔حباب الجھن میں پڑ گئی۔۔۔

حبا۔۔۔ناٹ اگین۔۔۔پلیز۔۔۔تم میری محبت ہی نہیں میری دوست ہی نہیں میری مہمان بھی ہو اب جب آ ہی گئی ہو تو تھوڑا بھروسہ بھی رکھو۔۔۔2 سالوں سے مجھے اچھی طرح سمجھ کہ بھی نہیں سمجھ پائی تم۔۔۔اپنے مائنڈ کو ریلیکس رکھو۔۔۔مجھے اپنا سمجھو۔۔۔اور کچھ وقت کے لئے اپنی زندگی کو انجوائے کرو مجھے لڑکا نہیں اپنا دوست سمجھو۔۔دنیا میں بہت کچھ پوزیٹو ہے۔۔اور یہ ہی پوزیٹیوٹی مجھے تمکو محسوس کرانی ہے بس۔۔۔سو فار گاڈ سیک فضول کے واہموں میں اپنا اچھا وقت برباد مت کرنا۔۔۔بہت ہو گیا اب میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔صرف خوش سمجھی۔۔۔وہ کب کی گاڑی پارکنگ میں پارک کر چکا تھا اور بہت اپنائیت سے وہ حبا کو بہت کچھ سمجھا گیا تھا۔۔۔اسکی آنکھیں اسکی سچائی کی گواہی دے رہی تھیں کوئی کھوٹ کوئی میل ان نگاہوں میں نہیں تھا۔۔۔حبا جو پچھلے کئی لمحوں سے الجھن سلجھن کی ملی جلی کیفیت سے دوچار تھی اب کسی فرمانبردار بچے کی طرح اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا رہی تھی۔۔۔

گڈ گرل۔۔۔چلو آ جاؤ پھر۔۔۔وہ گاڑی سے نکلا اور حبا بھی اسکے قدموں سنگ قدم ملا کر چلنے لگی۔۔۔

☆......☆......☆

انتہائی پر تکلف لنچ کے بعد وہ اسے لاہور کے پرل کانٹیننٹل کے خوبصورت سے کمرے میں چھوڑ کر گیا

تھا۔۔۔وہ اسے بتا گیا تھا کہ رات کو اسی ہوٹل کے ریسٹورنٹ میں آفیشلی پارٹی ہے جس میں حبا کو بھی شرکت کرنا ہو گی۔۔۔حبا کی ٹال مٹول اور واپس جانے کے ضد کا نوٹس لیے بغیر وہ اسے چند ضروری ہدایات ہوٹل سے متعلق دے کر اسے آرام کرنے کا کہہ کر چلا گیا تھا علاوہ ازیں اس نے کسی لڑکی سے بھی تعارف کروایا تھا حبا کا جو اسی ہوٹل میں موجود تھی اور شام کو ہونے والی تقریب کے تمام انتظامات دیکھ رہی تھی۔۔۔حبا کافی دیر اس خوبصورت کمرے کا جائزہ لیتی رہی۔۔۔اور پھر نا جانے کیوں دل خوشی سے جھوم اٹھا وہ مجتبیٰ جمال جیسے بندے کے لئے اتنی خاص بھی ہوسکتی ہے ایسا کبھی نہیں سوچا تھا اس نے۔۔۔وہ شہزادہ ہی تو تھا جو گارڈ سے لے کر ہوٹل کا تمام عملہ اسکے آگے بچھا جا رہا تھا۔۔۔وہ کسی معصوم بچی کی طرح حبا کو ٹریٹ کر رہا تھا۔۔۔اور اسکی اس توجہ کو دیکھتے ہوئے حبا کو بھی ایک خاص پروٹوکول دیا جا رہا تھا۔۔۔جو حبا کے لیے بہت منفرد اور اچھا احساس تھا۔۔۔

وہ کئی لمحے تو مجتبیٰ کی سحر انگیز شخصیت میں گرفتار رہی۔۔۔کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے وہ سوچتی رہی کہ کیا وہ اس سب کی حق دار ہے بھی کہ نہیں۔۔۔اپنوں کی ٹھکرائی ہوئی لڑکی کیا یہ خواب تو نہیں دیکھ رہی۔۔۔سب کچھ کھونے کے بعد خدا اس پے اس قدر مہربان کیسے ہوسکتا ہے۔۔۔قسمت خود اس پے اپنا آپ کیوں لٹا رہی ہے۔۔۔یہ سب بھی تو عارضی نہیں۔۔۔؟ کہیں کچھ ڈر تھا۔۔۔

وہ سر جھٹک کر شاور لینے چلی گئی۔۔۔وہ گلاب خان کو فون کر کے تسلی دینا نہیں بھولی تھی۔۔۔شام کے 6 بج چکے تھے اور وہ لیٹتے ہی نرم بستر اور اے سی کی مہکتی خوشبو والے کمرے میں سو گئی۔۔۔

☆......☆......☆

حبا اپنے موبائل فون کی بجتی ہوئی تیز بیل پر ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔۔۔نیند سے بوجھل دماغ لیے وہ چند ساعتیں تو یہ ہی سمجھنے کی کوشش کرتی رہی کہ وہ ہے کہاں۔۔۔ارد گرد کا جائزہ لینے کے بعد اسے سب یاد آ گیا کہ وہ ہوٹل کے کمرے میں موجود ہے۔۔۔وہ سب یاد آنے پر کچھ پریشان ہوئی۔۔۔اس طرح اسلام آباد سے اکیلے لاہور آنا اور پھر یوں ایک انجان شہر میں انجان جگہ پر یوں رکنا واقعی اسے اب اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔۔کچھ تھا جو اسے عجیب لگ رہا تھا ٹھیک نہیں لگ رہا تھا مگر وہ جو کچھ جاننے کے لیے رسک لے کر نکلی تھی وہ جانے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتی تھی۔۔۔اسکے پاس واپسی پر کوئی آپشن موجود نہیں لہذا اسے یہ وقت جیسے تیسے مجتبیٰ کے

ساتھ گزارنا ہی ہے۔۔۔وہ سوچوں میں غرق تھی جب ہنوز فون کی بجتی بیل کے ساتھ روم کا دروازہ بھی ناک ہوا تھا۔۔۔

وہ فٹ سے اٹھی فون کی پرواہ کیے بغیر اپنا دوپٹہ سنبھالتی ڈوران لاک کرنے لگی۔۔۔

حبا۔۔۔آر یو اوکے؟ کب سے تمہارے روم کے باہر چکر لگا رہا ہوں تمہیں فون کر رہا ہوں۔۔۔۔۔وہ پریشانی سے کمرے میں آیا تھا

اوہ ام سوری مجتبیٰ میں سو گئی تھی۔۔۔وہ واقعی شرمندہ تھی

اٹس اوکے۔۔۔وہ چند قدم اسکے قریب آیا تھا۔۔۔خوبصورت بکھرے بال اور سرخ ہوتی پانیوں والی آنکھیں دیکھ کے وہ کچھ بولتے بولتے رک گیا۔۔

میں چائے بجھواتا ہوں تم فریش ہو کر چینج کرو چائے پیو اور روزی کے ساتھ نیچے آؤ ڈنر ہم ایک ساتھ کریں گے۔۔۔وہ صبح والی لڑکی کی ہی بات کر رہا تھا اسکا نام ہی روزی تھا۔۔۔

مگر میں تو مزید کپڑے نہیں لائی۔۔۔وہ پریشانی سے بولی

کپڑے آ رہے ہیں بس تم ریڈی ہو کے آجانا۔۔۔9 بج رہے ہیں میں نیچے کچھ لوگوں کو ویٹ پر لگا کے آیا ہوں بس کل سے تمہیں بھرپور ٹائم دوں گا اوکے۔۔۔وہ اسکا گال تھپتھپاتے ہوئے فون کرتا ہوا باہر نکل گیا۔۔۔

اسکے جاتے ہی روزی آگئی تھی ساتھ ایک سروس بوائے نے بیگ پیک سوٹ پکڑا ہوا تھا اور ٹرالی میں جوتے اور کچھ اور چیزیں تھیں۔۔۔ساتھ ایک اور یونی فارم پہنے لڑکا چائے کے ٹرے ٹیبل پر رکھنے لگا سب کچھ روزی کی نگرانی میں ہو رہا تھا۔۔۔اور حبا حیرت سے سب دیکھ رہی تھی اسے واقعی اس پروٹوکول کی توقع نہیں تھی۔۔۔وہ خوبصورت کاوچ پر ٹک گئی۔۔۔ایک دن میں سنڈریلا جیسی قسمت کیسے ہو گئی اسکی وہ خود یہ سمجھنے سے قاصر تھی۔۔۔کیا دو سال تک وہ کسی اور مجتبیٰ کو جانتی تھی جو صرف اسکا دوست اسکی محبت تھا۔۔۔کیا آج وہ اسے اپنا آپ دکھا رہا تھا کہ اصل میں مجتبیٰ جمال ہے کیا۔۔۔کیا یہ ہی وہ شہزادہ تھا جو دو سالوں میں حبا کا دکھ سکھ شیئر کرتا تھا جو حبا کو کچھ پل دیکھنے اسلام آباد آتا تھا۔۔۔دونوں میں نا جانے کیا تعلق تھا کہ نا حبا نے اسکے سٹیٹس پے کبھی غور کیا نا

اس نے کبھی حبا کے حالات کو کریدا۔۔۔۔مگر آج حبا کو ایک بہت بڑا فرق محسوس ہوا۔۔جو کبھی مجتبیٰ نے اسے محسوس نہیں ہونے دیا تھا۔۔۔

میڈم آپ تیار ہو جائیں۔۔۔۔پھر نیچے چلتے ہیں۔۔۔روزی نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

ہم ہاں۔۔۔۔وہ سوچوں سے نکل کر واش روم میں چلی گئی۔۔۔۔

خوبصورت ہلکی اور نفیس سی ایمبر ایڈری والا بلیک کرتا شلوار اور ساتھ بہت خوبصورت سا سلور اور بلیک کومبینشن کا لمبا سا دوپٹہ۔۔۔۔وہ سوٹ پہن کے حیران ہوئی تھی وہ ایسے تھا جیسے حبا کے لیے ہی بنا ہو۔۔۔وہ باہر آئی تو روزی نے اسکو ہاتھوں میں خوبصورت وائٹ سٹون کے بینگلز اور نفیس سے سلور جھمکے دیے۔۔۔وہ خاموشی سے پہننے لگی۔۔۔وہ خوش گوار حیرت میں مبتلا ہوئی جب روزی نے اسے بتایا کے سر نے خود آپ۔کے لیے شاپنگ کی۔۔۔وہ بھی حبا کو انتہائی جچتی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔۔۔

لگتا ہے آپ دونوں بہت پرانے دوست ہیں تب ہی تو سر نے چن چن کے وہی چیز لی جو آپکو سوٹ کرتی ہے۔۔۔وہ مسکراتے ہوئے بول رہی تھی

اور حبا بس اسے دیکھ کے رہ گئی وہ تو خود بے یقینی کی سی کیفیت میں سب کر رہی تھی۔۔۔

ہلکا پھلکا تیار ہو کر وہ روزی کے ساتھ الویٹر میں آ گئی جہاں سے اب انہیں تھرڈ فلور سے گراؤنڈ فلور پے جانا تھا۔۔۔

لفٹ میں تیزی سے ایک انتہائی خوبصورت لڑکی داخل ہوئی تھی۔۔۔حبا اسے دیکھ کے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔۔۔بلیو جینز پر وائٹ شرٹ پہنے فل ہیل پے پونی ٹیل بنائے بہت خوبصورتی سے تیار ہوئے اپنے لمبے انتہائی خوبصورت نیلز والے ہاتھوں میں بڑا سا بلیک بیری فون تھامے اس میں مگن تھی۔۔۔انتہائی سلم سمارٹ سی یہ لڑکی بہت پر کشش تھی۔۔۔اسکی صراحی دار گردن میں عجیب سا غرور تھا۔۔۔

گڈ ایوننگ میم۔۔۔۔روزی نے لفٹ میں داخل ہوتے ہی اسے کہا تھا جیسے وہ اسے پہلے سے جانتی ہو۔۔۔

اور جواب میں اس نے بس گردن ہلائی تھی۔۔۔۔

نیچے ہال میں آتے ہی حبا جیسے چکرا کر رہ گئی۔۔۔ایک سے بڑھ کر ایک انسان ہال میں موجود تھا۔۔۔وہ لڑکی بھی اسی پارٹی کا حصّہ تھی۔۔۔روزی حبا کے ساتھ ساتھ تھی۔۔۔

حبا کے ہال میں آتے ہی بہت سی نگاہیں بیک وقت اس پر اٹھی تھیں مگر اسے کسی کی بھی نگاہ غلط محسوس نہیں ہوئی تھی اسلیئے وہ قدرے پر سکون تھی وہ اس وقت اپر ہائی کلاس پارٹی میں موجود تھی۔۔۔اور یہ طبقہ ایکسٹرا آرڈنری ایجوکیٹیڈ اور ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔۔۔

مجتبیٰ جمال اسے کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔۔۔اب اس نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا۔۔۔مگر وہ کہیں نہیں تھا روزی بھی کسی گیسٹ کو اٹینڈ کرنے گئی تھی۔۔۔

ویٹر سوفٹ ڈرنک سرو کرتے ہوئے حبا کے قریب آیا تھا۔۔۔

اس نے ٹرے میں رکھے خوبصورت گلاس والی ٹرے حبا کے آگے کی۔۔۔

نو تھینکس۔۔۔وہ مجتبیٰ کو متلاشی نگاہوں سے ڈھونڈتی سخت بیزاری سے بولی۔۔۔

میم۔۔۔یہ آپکے لیے۔۔۔ویٹر ٹرے اسکے سامنے ٹیبل پر رکھ گیا۔۔۔

اس نے چونک کر دیکھا تو ایک خوبصورت سے کارڈ کے ساتھ خوبصورت پھول پڑا تھا

وہ حیران ہوئی اور پھر جلدی سے کارڈ کھولا۔۔

ہال کی دائیں جانب گیلری کو جانے والے راستے کی سیدھ میں آؤ۔۔مجتبیٰ۔۔۔

وہ کارڈ پڑھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگی اور جلدی سے کھڑی ہوگئی۔۔۔

وہ تیزی سے آرٹ گیلری کی جانب جانے والے راستے کی جانب بڑھ رہی تھی۔۔۔۔جب ایک ویٹر نے اسے بائیں جانب جانے کا اشارہ کیا۔۔۔یہ بھی ایک چھوٹا سا ہال تھا جو مدھم فینسی لائیٹس اور دلکش ڈیکوریشن سے مزین تھا۔۔۔ویٹر اسے راستہ دکھا کے جا چکا تھا ہال میں کوئی سوفٹ میوزک کی ہلکی ہلکی آواز آرہی تھی۔۔۔

حبا کی نگاہیں مسلسل مجتبیٰ کو ڈھونڈ رہی تھیں۔۔۔وہ عجیب تذبذب کا شکار ہوئی تھی۔۔۔

کسے ڈھونڈ رہی ہو اس کے عقب سے آواز آئی تھی۔۔۔آواز اتنے قریب سے آئی تھی کہ بولنے والے کی سانسوں کی تپش حبا کو محسوس ہوئی تھی۔۔۔

اور وہ جیسے تھم سی گئی تھی بے قرار دل نے یکدم ہی قرار پا لیا تھا۔۔۔

وہ بہت مشکل سے اپنے دھڑکتے دل کو سنبھالتے ہوئے پلٹی تھی۔۔۔

تم۔۔۔کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں۔۔۔ مجھے یہاں روک کے روزی کے حوالے کر دیا میں اب بہت پریشان ہو گئی تھی۔۔۔ وہ بول رہی تھی جب مجتبیٰ نے اسکے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔۔۔اور وہ چپ ہو گئی

میں جانتا ہوں مگر تمہیں سرپرائز بھی تو دینا تھا۔۔۔

سرپرائز؟ مجتبیٰ اسکو مزید کتنا حیران کرنا چاہتا تھا۔

ہاں۔۔۔یہ۔۔اس نے اپنی پاکٹ میں ہاتھ ڈالا اور ایک خوبصورت رنگ نکالی۔

یہ۔۔اسکا مطلب سمجھتے ہو مجتبیٰ؟ وہ مجتبیٰ کے ہاتھ میں خوبصورت چمکتی رنگ دیکھ کر بولی

میرے نزدیک تو اسکا مطلب عمر بھر ساتھ نبھانے کی کمٹمنٹ ہے۔۔۔اگر کوئی اور مطلب بھی ہے تو تم مجھے بتا سکتی ہو۔۔وہ مسکراتے ہوئے حبا کا ہاتھ تھام چکا تھا

نہیں۔۔ابھی نہیں۔۔۔وہ ہاتھ چھڑا کر پیچھے ہوئی تھی۔۔۔

کیوں نہیں۔۔۔وہ بھی دوبارہ اسکا ہاتھ تھام چکا تھا

مگر۔۔۔وہ بولنے والی تھی جب مجتبیٰ نے شہادت کی انگلی اسکے لبوں پر رکھ دی۔

وہ دم سادھے اسے یک ٹک دیکھنے لگی

صرف انگوٹھی پہنا رہا ہوں۔۔۔نکاح نامہ دستخط نہیں کروا رہا جو تمہاری ہوائیاں اڑ گئیں ہیں۔۔۔اور یہ بھی اسلئے کہ تمہیں یاد رہے کہ تم کس کی ہو آج سے ابھی سے۔۔۔وہ چمکتی انگوٹھی حبا کے شفاف سادہ ہاتھوں میں پہنا کے بہت پیار سے دیکھنے لگا تھا۔۔۔

وہ بالکل خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔اتنی جلدی اس پے قسمت مہربان ہو گی اس نے تو خوابوں میں بھی نہیں سوچا تھا کہ لاہور جانا اسکے لیے اتنا مبارک ثابت ہو گا۔۔اسے نہیں معلوم تھا کے وہ دل پھینک لاابالی سا مجتبیٰ جمال اسے شہزادیوں کی طرح اپنی محبت کا یقین دلائے گا۔۔۔

تمہیں معلوم ہے جب تمہیں پہلی بار روتے ہوئے دیکھا تھا پارک میں اور تم ان ہاتھوں سے بار بار اپنے آنسو صاف کرتی تھی تب سے مجھے ان ہاتھوں سے محبت ہوگئی تھی۔۔۔تمہاری ان خوبصورت شفاف انگلیوں کی بناوٹ بہت خوبصورت ہے ان ہاتھوں میں ایک خاص چمک ہے۔۔۔جس میں مجتبیٰ جمال کی نظریں بار بار ٹھہرتی ہیں۔۔میرا وعدہ ہے میں ان ہاتھوں کی چمک کبھی ماند نہیں پڑنے دوں گا۔۔

وہ بس ایک خواب کی سی کیفیت میں اسے دیکھے گئی،۔۔۔۔۔

☆......☆......☆

وہ دونوں واپس پارٹی میں آچکے تھے۔۔۔مجتبیٰ نے اسے اپنے ساتھ ساتھ ہی رکھا تھا۔۔۔بہت سے لوگوں نے تعریفی جملے ان دونوں کیلئے بولے تھے۔۔۔اور حبا کو ابھی تک جو کچھ ہو رہا تھا اس پے یقین نہیں آ رہا تھا۔۔۔کسی خوبصورت خواب کا گماں تھا جس نے اب تک کی زندگی کی تمام تلخیوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا ایک نیا احساس اسکے اردگرد سانس لینے لگا تھا۔۔۔وہ بے یقینی سے اپنے ہاتھوں کو دیکھتی کیا تھا ان ہاتھوں میں جس نے ایک شہزادے کو اس سے محبت پے مجبور کر دیا۔۔۔کچھ بھی تو نہیں ان سدا کے خالی ہاتھوں میں۔۔۔وہ دل ہی دل میں بولی۔۔۔

ایک بات کہوں۔۔۔خاموشی نے آج زبان کھولی

ہاں کہو۔۔۔حبا آج مسکرائی تھی

بہت خوش ہونا۔۔۔

ہاں لیکن زیادہ حیران ہوں۔۔۔۔وہ صاف گوئی سے بولی

مجتبیٰ جمال کی محبت پر اتنی حیرت زدہ کیوں ہو تمہیں کہا تھا نا کے کوئی ہے جو تمہارا ہو سکتا ہے۔۔۔خاموشی بھی خوشی سے بولی

مگر دیکھا تم نے وہ بہت خاص ہے اور میں ایک عام سی لڑکی۔۔۔۔حبا سنجیدہ ہوئی

کس نے کہا تم عام ہو۔۔۔خاموشی نے گھورا۔۔۔

تم نے سنا نہیں اسے ان ہاتھوں سے پیار ہے ان سادہ سے ہاتھوں سے۔۔۔حبا نے دونوں ہتھیلیاں پھیلا

کے دیکھا۔

یہ جو خاص لوگ ہوتے ہیں نا انکی محبت کا انداز بھی بہت خاص ہوتا ہے۔۔۔وہ گورے رنگ کالے بالوں اور پتلی کمر پر نہیں مرتے وہ یوں ہی مرنے کی کوئی انوکھی وجہ ڈھونڈ لیتے ہیں اور بس اسی سے محبت میں فنا ہوتے ہیں۔۔۔مبارک ہو ایسی خاص محبت تمہارے حصّے میں آئی ہے۔۔۔خاموشی چپکے سے کہہ کر غائب ہوگئی۔۔۔اور حبا جیسے کھو سی گئی تھی۔۔۔

میڈم میڈم۔۔۔چلیں روم میں۔۔۔بارش ہونے والی ہے۔۔۔روزی کے زور سے ہلانے پر وہ دوبارہ ہوش میں آئی تھی۔۔۔

وہ پی سی ہوٹل کے پول ایریا میں بیٹھی تھی۔۔۔اکادکّا لوگ بس ہاتھوں میں جوس کے گلاس تھامے گزر رہے تھے مجتبیٰ ڈنر کے بعد آفس چلا گیا تھا۔۔۔رات کے 12 بج رہے تھے اور آسمان مکمل بادلوں کی لپیٹ میں تھا۔۔۔بادلوں کی گرج اور تیز ہوا نے جیسے گرمی کے زور کو توڑ دیا تھا۔۔۔روزی مسلسل حبا کے ساتھ تھی۔۔۔وہ کافی دیر سے یہاں حبا کے ساتھ بیٹھی تھی مگر اب موسم کے تیور دیکھ کر وہ حبا کو اندر چلنے کا بولنے لگی۔۔۔

روزی تم جاؤ۔۔۔آج یہ حبس ختم ہو رہا ہے ہونے دو۔۔۔آج کی بارش میں مس نہیں کرنا چاہتی۔۔۔تم جانتی ہو آج میں بہت خوش ہوں۔۔۔وہ بہت خوشی خوشی بول رہی تھی۔۔۔

میڈم چھوٹا منہ بڑی بات۔،۔۔مگر کیا اس خوشی کی وجہ ہمارے مجتبیٰ سر تو نہیں۔۔۔اس چھوٹے سے قد والی۔سلم سمارٹ سی روزی نے شرارت سے پوچھا۔۔۔

حبا نے غور سے اسے دیکھا۔۔۔اور مسکرا کے اثبات میں سر ہلایا۔

مائی گاڈ۔۔۔آپکو پتا ہے آپکی سمائل کتنی پیاری ہے۔۔۔۔بہت نیچرل۔۔بہت معصوم۔۔۔۔۔وہ حبا کو پیار سے دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔

سچ سر بہت روڈ ہیں مگر آج صبح سے سر اتنے خوش ہیں کہ سب حیران ہو رہے ہیں۔۔۔اور وہ بہت کیئر کرتے ہیں آپکی پل پل کی صبح سے خبر لے رہے ہیں آپکی۔۔۔۔وہ مسکراتے ہوئے بول رہی تھی۔

اور حبا اس خوش گوار انکشاف پر روزی کو دیکھنے لگی۔۔۔وہ کچھ بولتی اس سے پہلے بادلوں نے برسنا شروع کر

دیا۔۔۔

روزی اپنا اور حبا کا سیل فون اور ہینڈ بیگ تھامے امبریلا کے نیچے چلی گئی۔۔۔

ارے روزی تم تو آؤ گرمیوں کی بارش ہے انجوائے کرو۔۔۔۔وہ بارشوں کی بوندوں کو ہتھیلیوں میں جذب کرنے لگی۔۔۔

میڈم کیا آپکو بارش بہت پسند ہے۔۔۔حبا روزی کی جانب بیک کیے چہرہ آسمان کی جانب کیے مسکرا رہی تھی۔۔۔جب روزی نے پوچھا۔۔۔

سر۔۔مجتبیٰ تیزی سے انکو ڈھونڈتے ہوئے ادھر آیا تھا وہ روزی کو گھورتا ہوا اسکی۔جانب آرہا تھا۔۔۔

بارش تیز ہوگئی تھی مگر حبا جیسے سب سے بے خبر تھی۔۔۔

تم۔۔۔وہ روزی پہ برسنے ہی والا تھا جب حبا کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔۔۔

ہاں میں اس دنیا میں ایک بارش اور دوسرا مجتبیٰ جمال کی دیوانی ہوں۔۔۔۔عجیب کھنکتا ہوا لہجہ تھا۔۔۔۔

سر۔۔۔روزی کچھ بولنے لگی جب مبہوت سے مجتبی نے اسے جانے کا اشارہ کیا اور وہ جان بچا کر وہاں سے بھاگی۔۔۔

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے حبا کے قریب آیا تھا۔۔۔

حبا کو کہنے کے کچھ دیر بعد احساس ہوا کے اس نے روزی کو کیا بول دیا۔۔۔۔

وہ پلٹی تو سامنے بھیگتے ہوئے مجتبیٰ کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔۔۔۔

تم۔۔۔وہ صرف یہ ہی بول سکی۔۔۔

تم کس کی دیوانی ہو۔۔۔۔وہ اک قدم اور قریب ہوا تھا

کسی کی نہیں۔۔۔۔وہ وہاں سے نکلنے لگی جب مجتبیٰ نے اسکی کلائی تھام لی وہ دونوں برستی بارش میں بھیگ رہے تھے۔۔۔

بولو کس کی دیوانی ہو۔۔۔۔اس نے اپنی گرفت مزید سخت کی۔۔۔۔

بارش کی۔۔۔۔حبا نے اپنی کلائی چھڑاتے ہوئے کہا۔۔۔

اور۔۔۔حبا کے کان کے قریب سرگوشی ہوئی تھی۔۔۔

چھوڑو۔۔۔حبا نے زور سے مجتبیٰ کے ہاتھ پہ کاٹا تھا۔۔۔

مجتبیٰ نے فوراً ہاتھ چھوڑ دیا وہ بھاگ کے اس سے دور ہوئی تھی۔۔۔

اور مجتبیٰ جمال کی۔۔۔اس نے ہنستے ہوئے دور سے آواز لگائی تھی۔۔۔

مجتبیٰ کھل کے ہنس پڑا تھا۔۔۔سیدھا اپنے روم میں جانا صبح پوچھوں گا تمہیں۔۔۔اس نے بھی آواز لگائی۔۔۔اور پھر اپنے اردگرد کا جائزہ لیتے اپنا ڈریس کوٹ ٹھیک کیا۔۔۔ایک نظر برستے آسمان پر ڈالی۔۔۔اور بھیگتا ہوا پارکنگ تک آیا۔۔۔

☆......☆......☆

اس دن کے بعد اسے گلاب خان سے سب باتوں کا علم تو ہو گیا تھا مگر اس نے کسی کو کچھ بھی نا کہا تھا حبا کے یوں گھر سے نکالنے پر رونے پر بہت کچھ کہنے پر وہ اصّل معنوں میں دل برداشتہ ہو چکا تھا۔۔وہ بری طرح ٹوٹ گیا تھا وہ اپنی ماں کے ہاتھوں بری طرح شکست کھا چکا تھا۔۔جو وہ چاہتی تھیں وہ ہو گیا تھا وہ حبا عظیم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دور ہو گیا تھا۔اب تو ایک امید تھی وہ بھی ختم ہو چکی تھی۔۔امیدوں کے چراغوں کی ٹمٹماتی روشنی بھی اب دم توڑ چکی تھی مایوسی کے اندھیروں نے مستقل ڈیرے ڈال لیے تھے۔۔چپ کے قفل لبوں سے ایسے جڑ گئے تھے جیسے کبھی کھلے گے ہی نہیں۔۔۔ اس نے گھر میں سب سے ہی قطع کلامی کا معاملہ رکھا ہوا تھا۔۔وہ صبح سویرے گھر سے نکلتا تو رات گئے لوٹتا۔۔۔

ایک دن وہ جلدی ہی گھر آ گیا اور اپنے کمرے میں جانے لگا جب عارفہ بی بی کی آواز پر رک گیا

شاہ میر بیٹا یہاں آؤ دو گھڑی ماں کے پاس بیٹھو۔۔۔۔بہت پیار سے بلایا۔

وہ بغیر کچھ بولے انکے پاس آ کر بیٹھ گیا۔۔

میرا بچہ بالکل مرجھا گیا ہے کتنا کمزور لگ رہا ہے اے مریم بھائی کے لیے ٹھنڈا ملک شیک بنا کر لا۔۔۔

عارفہ بی بی کی محبت آج بیٹے کو جلدی گھر دیکھ کر خوب جوش مار رہی تھی۔۔۔

اسکی کوئی ضرورت نہیں کوئی کام ہے تو بولیں ورنہ میں سونا چاہتا ہوں وہ بے زاری سے بولا۔۔۔

شاہ میر کب تک یوں ماں کا دل دکھائے گا۔۔۔کب تک میری ممتا کو تڑپائے گا۔۔۔کیا تیری ماں کی محبت میں کوئی کمی رہ گئی ہے۔۔۔عارفہ بی بی نے اپنے دوپٹہ کے پلو سے آنسو صاف کیے۔۔۔

نہیں۔۔۔آپ ایک بہترین ماں ہیں مگر کاش آپ ایک اچھی پھوپھی بھی ہوتیں۔۔۔۔وہ کہہ کر اٹھ گیا۔

تو اس کل کی لڑکی کے لیے اپنی ماں کے خلاف ہو گیا جس نے تجھے پال پوس کر بڑا کیا۔۔۔حق ہا۔۔۔شاہ میر وہ لڑکی جس نے تجھے اپنی مٹھی میں قید کیا ہوا کبھی خوش نہیں رہے گی۔۔۔عارفہ بی بی سینے پے ہتھڑ مارے رونے لگی۔

تو یہ بھی یاد رکھیے گا اگر وہ لڑکی کبھی خوش نہیں رہے گی تو عمر بھر کا روگ آپکے بیٹے کا مقدر ہو گا۔۔۔بہتر یہ ہی ہے اسکی خوشی کی دعا مانگا کریں ورنہ آپ کا بیٹا مایوس تو ہو ہی چکا ہے تباہ و برباد بھی ہو جائے گا۔۔۔وہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔۔۔

اور عارفہ بی بی کے پاس کھڑی مریم اور تابندہ سب ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔۔۔۔

تم اتنی بڑی کب سے ہوگئی حبا۔۔۔

کیا مطلب ابو۔،۔۔وہ عظیم صاحب کو دیکھتے ہوئے بولی جو ناگواری سے حبا کو دیکھ رہے تھے۔

تم بھول گئی کس کی بیٹی ہو۔۔۔۔وہ منہ پھیرتے ہوے بولے

ابو میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا جس سے آپ شرمندہ ہوں۔۔۔۔حبا روہانسی ہوئی

تم اپنی پھوپھو کے لگائے جانے والے الزامات کو درست ثابت کرنے چل پڑی۔۔۔یہ ٹھیک ہے؟

ابو پلیز ایسا نا کہیں۔۔۔۔۔حبا کے آنسو بہ نکلے۔۔۔

ہر بات کا وقت مقرر ہے بیٹی ہر رشتے کو اپنے وقت پر بننا ہی ہوتا ہے۔۔۔تم اپنی حدود پھلانگ کر یہاں کیوں آئی۔۔۔کیا تمہیں اپنی محبت پر بھروسہ نہیں تھا جو تمہارا ہے وہ خود چل کے تمہارے پاس آئے گا۔۔۔جو تمہارا نہیں وہ تمہارے اسکے قدموں میں گر جانے سے بھی تمہارا نہیں بنے گا۔۔۔عظیم صاحب اسکے بالوں کو سہلاتے ہوے بولے

ابو مجتبیٰ کو جاننے کے لیے اس سے ملنے آئی ہوں۔۔۔۔مجتبیٰ میری آخری امید ہے۔۔۔حبا نے نم لہجے میں کہا۔

تم نہیں جانتی جب سب امیدیں ختم ہوتیں ہیں تو ایک امید باقی رہتی ہے۔۔۔اسکی ذات سے امید۔۔۔صرف اسکی ذات سے۔۔۔تم کیوں خدا کے سپرد اپنا معاملہ کرنے سے گریزاں ہو۔۔۔۔بہترین سہارا اور سہارا دینے والا وہ ہے تم کس سے امید وابستہ کر بیٹھی ہو۔۔۔۔عظیم صاحب کہہ کے جا چکے تھے۔۔۔

اس نے سر اٹھا کے ارد گرد دیکھا تو کوئی نہیں تھا

ابو۔۔۔ابو۔۔۔وہ گھبرا کے اٹھ بیٹھی۔۔۔۔۔

کیا ابو خواب میں آئے تھے۔۔۔وہ کیا کہہ رہے تھے۔۔۔وہ میرے یہاں رکنے سے ناراض لگ رہے تھے۔۔۔وہ خوش نہیں ہیں۔۔۔۔وہ مجھ سے خفا ہیں۔۔۔وہ گھبرا کر سائیڈ ٹیبل سے پانی کی بوتل اٹھا کر سارا پانی پی چکی تھی۔۔۔۔

موبائل پر دیکھا تو 5 بج رہے تھے۔۔۔۔

۔۔فجر کی اذان ہو چکی تھی مگر ابھی سورج کی پہلی کرن پھوٹنے میں کافی وقت تھا۔۔۔روزی اسکے ساتھ والے کاؤچ پر آرام سکوں سے سو رہی تھی۔۔۔مگر حبا کا دل نا جانے کیوں بری طرح گھبرا رہا تھا۔۔۔۔

وہ جلدی سے وضو کر کے نکلی واڈ روب سے ہوٹل کی خوبصورت جانماز اور تسبیح نکالی۔۔۔واڈ روب کے اوپر ہی قبلے کی سمت کی جانب اشارہ کا اسٹیکر لگا ہوا تھا۔۔۔

وہ نماز پڑھ کر کافی دیر رب سے رو رو کے دعا مانگتی رہی۔۔۔۔خدا سے معافی طلب کرتی رہی۔۔۔دعا مانگنے کے بعد وہ کافی دیر بیڈ پر خاموش بیٹھی رہی۔۔۔۔

اچانک نظر ہاتھ میں موجود نفیس سی انگوٹھی پر پڑی تو اسے مجتبیٰ جمال بے تحاشا یاد آیا۔۔

مجھے تم سے بہت محبت ہے مجتبیٰ۔۔۔مگر۔۔۔مگر۔۔۔نا جانے میرے دل کو لگ رہا ہے کے بس۔۔۔۔ اب تم مجھ سے دور ہو جاؤ گے۔۔۔وہ رنگ کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔۔۔

مجھے واپس جانا چاہیے۔۔۔۔وہ جلدی سے اٹھ کے اپنے ہینڈ بیگ میں سامان رکھنے لگی۔۔۔۔

مجتبیٰ کے دیے گئے بلیک ڈریس کو بہت پیار سے تہہ کر کے وہ۔چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔۔۔اسے اپنے اردگرد مجتبیٰ کی خوشبو محسوس ہونے لگی تھی۔۔۔۔وہ ڈریس بیڈ پر رکھنے کے بعد باقی تمام چیزیں بھی بیڈ پر رکھ کر اپنا موبائل فون اٹھا کر کھڑکی کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔۔۔کھڑکی سے پی سی کے پارکنگ ایریا کا ویو واضح تھا۔۔۔۔وہ کافی دیر باہر تیزی سے پھیلتی روشنی کو دیکھتی رہی۔۔۔۔ 7 بج چکے تھے۔۔۔وہ پردہ آگے کرنے لگی جب اچانک اسکی نظر مجتبیٰ کی گاڑی پر پڑی۔۔۔۔نمبر تو دور سے نظر نہیں آ رہا تھا مگر اسے ایسے ہی لگا جیسے وہ مجتبیٰ کی ہی گاڑی ہے۔۔۔۔

مجتبیٰ بھی اسی ہوٹل میں ہے اتنی صبح صبح کیسے آ گیا۔۔۔۔یا ہو سکتا ہے وہ رات گیا ہی نا ہو۔۔۔۔نہیں۔۔۔ ہو سکتا ہے یہ مجتبیٰ کی گاڑی ہی نا ہو۔۔۔وہ اسی شش و پنج میں کھڑی تھی جب اگلا منظر دیکھ کر اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔۔۔

مجتبیٰ کسی لڑکی کو تھامے گاڑی کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔۔وہ رات والے سوٹ میں ہی ملبوس تھا۔۔۔۔

حبا کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔۔۔۔

مجتبیٰ نے اس لڑکی کو بانہوں میں تھاما ہوا تھا۔۔۔وہ لڑکی۔۔،۔۔۔حبا کو یاد آیا یہ وہی لفٹ والی خوبصورت لڑکی تھی اسکے سلکی بال کھلے ہوئے تھے وہ بار بار مسکرا کر مجتبیٰ کے کندھے پر جھول جاتی۔۔۔مجتبیٰ اسے سنبھالتا ہوا گاڑی میں بٹھانے لگا۔۔۔۔۔اب وہ۔لڑکی گاڑی میں جب کہ مجتبیٰ باہر گاڑی کے دروازے کو پکڑے مسکرا مسکرا کر بات کررہا تھا۔۔۔

حبا کے دماغ میں جیسے آندھیاں سی چل پڑی تھیں وہ پردہ چھوڑ کر کرسی پر جیسے ڈھے سی گئی۔۔۔یا خدا۔۔۔یہ سب بھی خواب ہو۔۔۔میری آنکھ کھل جائے۔۔۔اس نے زور سے خود کو اپنا ناخن چبھویا۔۔۔اور پھر پردہ ہٹا کر دیکھا مجتبیٰ ہنوز مسکراتا ہوا اس سے باتیں کررہا تھا۔۔۔۔

حبا نے آنکھیں زور سے میچ لیں۔۔۔آنسوؤں نے اسکی سیاہ پلکوں کو بھگو دیا تھا۔۔۔اس وقت کی تکلیف اسکی برداشت سے باہر ہوئی تھی۔۔۔۔

مجتبیٰ۔۔۔تم اب ایسا نہیں کرسکتے۔۔۔۔نہیں۔۔۔

ہوسکتا ہے میں غلط سمجھ رہی ہوں۔۔۔تم تو بدل چکے ہونا۔۔۔تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔۔۔۔اس نے آنکھیں کھولی تو وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ رہا تھا۔۔۔

حبا نے جلدی سے ہینڈ بیگ تھاما اور تیزی سے کمرے سے باہر نکلی۔۔۔۔وہ بھاگتے ہوئے لفٹ تک آئی تھی۔۔۔پورا ہوٹل سنسان تھا۔۔۔گراؤنڈ فلور پر آکر وہ ادھر سے ادھر باہر کا راستہ ڈھونڈنے لگی۔۔۔۔

Madam may i help u?

ایک مینیجر اسے یوں دیکھ کے اسکے قریب آیا۔۔۔

جی۔۔۔exit.......اسکا حلق خشک ہونے لگا اس نے تھوک نگلی اور بمشکل بولی۔۔۔

ایگزٹ۔۔۔کہاں سے۔۔۔۔۔اسکی حالت دیکھ کر مینیجر نے اسے باہر کا راستہ دکھایا۔۔۔۔

پارکنگ۔۔۔حبا نے اسے ساتھ چلتا دیکھ کر پوچھا۔

یہاں سے رائٹ۔۔۔۔مینیجر نے اسے اشارے سے بتایا۔

اوکے تھینک یو۔۔۔۔وہ تیزی سے اس جانب جانے لگی جب مجتبیٰ کی گاڑی اسکے آگے سے تیزی سے گزری۔۔وہ لڑکی مجتبیٰ کے کاندھے پر سر رکھے ہوئے تھی۔۔۔

حبا تیزی سے اسکی گاڑی کے پیچھے بھاگنے لگی۔۔۔۔گاڑی ہوٹل سے باہر نکل چکی تھی گارڈ اسکو دیکھنے لگے۔۔۔۔وہ بھی بھاگتے بھاگتے ہوٹل سے باہر نکل آئی۔۔۔

مجتبیٰ۔۔۔مجتبیٰ۔۔۔۔۔وہ روتے روتے اسے آوازیں دے رہی تھی۔۔۔۔کے آگے سپیڈ بریکر کی وجہ سے زور سے گری۔۔۔۔گاڑی بہت آگے جا چکی تھی۔۔۔۔حبا اپنی چوٹ کی پرواہ کیے بغیر گاڑی کو جاتا دیکھتی رہی۔۔۔۔

☆......☆......☆

ماڑا۔۔تم۔۔۔۔گلاب خان یوں صبح صبح شاہ میر کو دروازے کے باہر دیکھ کر پریشان ہو گیا۔۔۔۔

السلام علیکم گلاب خان۔۔۔۔اس نے سلام کیا۔

وسلام آؤ آؤ اندر آؤ۔۔۔۔گلاب خان اسے اندر لے آیا

برخوردار یوں صبح صبح سب خیریت ہے نا۔۔۔گلاب خان کو تشویش ہوئی تھی۔۔

ہاں گلاب خان معذرت چاہتا ہوں صبح صبح آپکو پریشان کر رہا ہوں۔۔۔مگر رات سے دل حبا کے لیے بہت پریشان ہے۔۔۔سوچا خیریت معلوم کر آؤں۔۔۔

گلاب خان نہیں چاہتا تھا کہ شاہ میر کو حبا کے لاہور جانے کا علم ہو اسلئے اسکا دل دھک سے رہ گیا۔۔۔شاہ میر کو حبا کے جانے کا علم ہو جاتا تو وہ نا جانے کیا کیا سوچ بیٹھتا یہ تو گلاب خان ہی جانتا تھا وہ لاہور کس مقصد سے اور کیوں گئی ہے۔۔۔۔

اچھا تو تم گیا حبا کی طرف۔۔۔۔گلاب خان نے کان کھجاتے کن انکھیوں سے شاہ میر کو دیکھا

نہیں۔۔۔۔شاہ میر کی نہیں سے گلاب خان نے سکھ کا سانس لیا۔۔۔۔

پریشان نا ہو ماڑا وہ ٹھیک ہے اس وقت سو رہا ہوتا ہے نا۔۔ رات گیا تھا ام مل کے آیا تھا وہ ٹھیک ہے۔۔۔گلاب خان نے دل پر پتھر رکھ کے کسی مصلحت کے تحت جھوٹ بولا تھا۔۔۔حالانکہ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ یہ جھوٹ

بولتے ہوئے گلاب خان خود بھی تذبذب کا شکار ہو گیا تھا۔

شکر ہے مگر مجھے تسلی نہیں ہو رہی گلاب خان۔۔۔۔وہ میرے ماموں جان کی نشانی ہے میں اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔۔۔میں جانتا ہوں اسے مجھ سے نفرت ہے مگر پھر بھی یہ سچ ہے میرا دل پل پل اسکی خوشی کی دعا کرتا ہے۔ وہ اٹھے تو پلیز اس سے بات کر کے مجھے فون کر لیجیئے گا۔۔۔مجھے تسلی ہو جائے گی۔۔اب میں چلتا ہوں وہ کھڑا ہو گیا۔۔۔شاہ میر حقیقتاً فکر مند دکھائی دے رہا تھا۔۔۔

ارے مارا چائے ناشتہ تو کرتا جاؤ۔۔۔۔گلاب خان نے روکنا چاہا

نہیں گلاب خان آفس سے دیر ہو جائے گی آپکا بہت شکریہ خدا حافظ۔۔۔۔شاہ میر کہہ کر نکل گیا اور گلاب خان وہیں پر بیٹھا رہ گیا۔۔

حبا ام تم کو کیا بولے۔۔۔تم کو اس لڑکے کا خاموش محبت کیوں نظر نہیں آتا۔۔۔

یا اللہ اس معصوم بچی کی حفاظت فرما اسے خیر و عافیت سے اپنے گھر پہنچا۔ جو اسکے حق میں بہتر ہے اسکو اس جانب لے آ۔۔۔۔ آمین۔۔۔

گلاب خان نے دل سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی تھی۔۔۔

☆......☆......☆

سخت رتوں کے عذاب بھی
گرمیوں کے نصاب بھی
بارشوں کے حساب بھی
پت جھڑ کے اسباب بھی
ہاں ہم نے خود جھیلے ہیں
تیرے فراق کے
وہ زہر آلود خنجروں کے وار بھی
ہاں ہم نے خود جھیلے ہیں

تیرے بام ودر کے
سرمئی بادلوں میں چھپے
وہ اذیتوں کے دور
وہ سفید چاند کی روشنی میں چھپے
میری وحشتوں کے دور
ہاں ہم نے خود جھیلے ہیں
تیرے وصال کو پا کر
خزاں سپرد کر کے
اس دل کو غم مسلسل کا
آنچل سا اوڑھا کر
تیری فضاؤں سے واسطے
سب تمام کر کے
یہ منظر بے کلی کے
ہاں ہم نے خود جھیلے ہیں
ہاں وحشتوں کے تمام دور
ہم نے خود جھیلے ہیں۔

قریب 1 بجے دو پہر وہ اپنے شہر اسلام آباد اپنے گھر اپنے کمرے میں موجود تھی۔۔۔۔

وہ کیسی مسافت طے کر کے گھر پہنچی تھی یہ وہ ہی جانتی تھی اتنی تھکن شاید زندگی میں کبھی محسوس نا ہوئی ہو مگر اسے کل اپنی تمام تر زندگی کی ختم ہو جانے والی تکالیف یاد آنے لگی تھیں۔۔۔۔ وہ کیا پانے گئی تھی اور کیا کھو آئی ہے۔۔۔۔ جو کل مجتبیٰ کے ساتھ کو عمر بھر کا ساتھ سمجھ بیٹھی تھی وہ جس نے پل بھر میں اسے سنڈریلا بنا دیا تھا۔ آج صبح تمام خوابوں کو روندتا ہوا اسکے سامنے سے گزر گیا تھا وہ کتنے لمحے سڑک پر گری پڑی روتی رہی اور پھر خود کو

سنبھالتے خشک خالی آنکھیں لیے واپس آ گئی۔۔ وہی آنکھیں جن میں کتنی امیدیں کتنے خواب لے کر وہ گئی تھی ایک دن اسکے خوابوں کی تکمیل ہوئی اور اسکے بعد خواب اسکی آنکھوں میں ہی رہے اور صبح صبح اسے گہری نیند سے جگا دیا گیا اسے پورے خوابوں کی ادھوری تکمیل لیے واپس اپنی دنیا میں آنا پڑا۔۔۔۔

وہ جب لاہور سے نکلی تو مجتبیٰ کی کالز آتی رہیں ابھی کچھ دیر کے وقفے وقفے سے اسے کالز آ رہی تھیں مگر اس میں کال اٹھانے کی جیسے سکت ختم ہو چکی تھی۔۔۔ صبح آنے والے خواب میں عظیم صاحب کا اشارہ۔۔۔ پھر مجتبیٰ کو یوں کسی اور کے ساتھ دیکھنا۔۔۔ حبا کے ذہن۔ پر سب بری طرح سوار تھا۔۔۔

یا اللہ۔۔۔ یا اللہ یہ کیا ہو گیا مجھ سے۔۔۔ میں نے کیوں بنا سوچے سمجھے جانے کی ٹھان لی۔۔۔

کیوں میں نے ایک دن میں مجتبیٰ جمال کے ساتھ کو اپنی قسمت سمجھ لیا۔۔

کیوں ابو کو ناراض کر دیا کیوں۔۔۔۔

کاش میں نا جاتی۔۔۔ مجتبیٰ سے اتنی شدید محبت نا ہوتی یوں ایک دن میں اسکے ساتھ تا عمر گزارنے کے خواب نا دیکھتی۔۔۔۔

یوں مجتبیٰ کو صبح کسی اور کی بانہوں میں دیکھ کر اتنی اذیت میں مبتلا نا ہوتی۔۔۔۔۔

وہ رونے لگی تھی۔۔۔ جب پھر سے تواتر کے ساتھ اسکا سیل فون بجنے لگا۔۔۔

Mujtaba calling............

مجتبیٰ کے سکرین پر جگمگاتے نام کو دیکھ کر وہ فون اٹھا چکی تھی

حبا۔۔۔ حبا۔۔۔

where are u girl...

Talk to me right now...

کہاں ہو تم۔۔۔ وہ چلایا تھا

م۔۔م۔میں۔۔۔ واپس آ گئی ہوں گھر۔۔۔ وہ بمشکل بول پائی تھی

What u mean islamabad......

وہ حیران ہوا تھا۔۔۔

ہاں۔۔۔حبا کے گلے میں آنسوؤں کا جیسے گولہ سا اٹک گیا تھا

بہت اچھے حبا عظیم۔۔

it is ridiculous ...Ridiculous......

حبا عظیم۔۔۔تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔۔۔

وہ ٹھک سے فون بند کر چکا تھا وہ شدید غصّے میں تھا۔۔۔

حبا موبائل فون سائیڈ پر رکھ کر خاموش بیٹھی رہی۔۔۔۔

میں نے اچھا نہیں کیا۔۔ آہ۔۔۔۔درد بھری مسکراہٹ اسکے چہرے پر ابھری تھی۔۔۔

وہ حیران سی بیٹھی تھی سب کے ساتھ میں اچھا نہیں کرتی سب کے ساتھ میں نے برا کیا سب کی نظر۔میں میں غلط ہوں۔۔۔۔ابو اس جہاں میں بھی مجھ سے نالاں ہیں میں کس طرف جا رہی ہوں۔۔۔۔

دوبارہ سیل فون کی بیل پر وہ جلدی سے فون کی جانب بڑھی۔۔۔۔۔

مجتبیٰ کا نام دیکھ کر اس نے فورا کال اٹینڈ کی تھی۔۔۔

حبا۔۔۔حبا مجھے صرف یہ بتاؤ تمہیں اچانک کیا ہوا کیوں چلی گئی تم؟وہ الجھا ہوا تھا۔

حبا مسلسل خاموش تھی۔۔۔

حبا کیوں میرے لیے امتحان بن رہی ہو کیوں مجھے الجھا رہی ہو۔۔۔۔ کیوں مجھے چھوڑ کر چلی گئیں۔۔۔۔وہ اب قدرے آرام سے بول رہا تھا۔۔۔

میں امتحان بن رہی ہوں۔۔۔۔میں الجھا رہی ہوں۔۔۔۔مجتبیٰ جمال الجھ تو میں خود گئی ہوں۔۔۔امتحان تو تم میرا لے رہے ہو۔۔۔۔میں کانٹوں پر سفر کر کے واپس لوٹی ہوں۔۔۔تم خود سے کیوں نہیں پوچھتے کہ میں کیوں ایسے واپس آ گئی صبح صبح میں نے ایسا کیا دیکھا کہ اپنے تمام خوابوں کو ار مانوں کو کچل کر مجھے انہی سوچوں کے ساتھ واپس آنا پڑا جو مجھے پل۔پل اذیت کے سوا کچھ نہیں دیتیں۔۔۔

وہ پھٹ پڑی تھی۔۔۔

کیا۔۔۔کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔مجتبیٰ کی آواز میں لڑکھڑاہٹ واضح تھی۔۔۔۔

میں صبح پارکنگ ایریا میں تمہیں دیکھ چکی ہوں مجتبیٰ۔۔۔۔حبا نے بہت مشکل سے کہا تھا

دونوں جانب وحشت طاری کرتی ایک خاموشی تھی۔۔۔۔

کچھ لمحے یونہی خاموش گزرے۔۔۔

حبا کو یقین تھا وہ اپنی صفائی میں کچھ بولے گا مگر اسکی خاموشی نے حبا کو پریشانی میں مبتلا کر دیا۔۔کیا وہ واقعی گناہگار تھا کیا وہ واقعی مجرم تھا وہ اپنے کیے کا اعتراف کرنے والا تھا۔۔۔

مجھے افسوس ہے تمہاری سوچ پر حبا عظیم۔۔۔تم میری محبت پر یقین کے بجائے صبح کے چند آنکھوں دیکھے منظر پر یقین کر کے مجھے چھوڑ گئی۔۔۔۔وہ تاسف سے بولا۔

مجتبیٰ صرف آنکھوں دیکھا منظر نہیں منظر کی نوعیت پر غور کرو، کچھ یاد کرو۔۔۔۔رات کو ایک لڑکی کے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کر اظہار محبت کرنے والا انسان صبح کو ایک نوجوان خوبصورت لڑکی کو اپنی باہنوں میں تھامے ہوٹل سے نکل رہا ہے۔۔۔یہ سچویٹیشن کسی صورت قابل قبول ہے۔۔۔؟ حبا کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

اوہ تو تمہیں لگتا ہے میں غلط ہوں۔۔۔۔ تو ٹھیک ہے۔۔۔مجھے تکلیف تمہارے اس الزام سے نہیں ہوئی تمہارے جانے سے ہوئی ہے۔۔۔کیونکہ میں نے تمہارے لیے بہت کچھ سوچ رکھا تھا۔۔اور رہا سوال۔صبح والی لڑکی کے ساتھ تم نے مجھے دیکھا تو تم ایسا بہت بار دیکھو گی یہ کوئی بڑی بات نہیں۔۔۔۔وہ آرام سے بولا۔

واٹ۔۔۔؟ حبا ششدر سی رہ گئی کوئی احساس ندامت مجتبیٰ کے لہجے میں موجود نہیں تھا۔۔۔

ہاں یہ ہماری سوسائٹی کا حصّہ ہے۔۔۔تمہیں اسے قبول کرنا ہوگا ورنہ بہت مشکل ہو سکتی ہے۔۔۔اور میں نہیں چاہتا کہ تم یوں پریشان ہو۔۔۔وہ اب آرام سے سمجھانے والے انداز میں بولا۔۔۔۔

وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے فون دیکھنے لگی۔۔۔پھر گہری سانس لے کر اس نے جیسے خود کو ہمت دی تھی۔۔۔

مجتبیٰ ایک سوال۔۔۔تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو کہ نہیں۔۔۔۔اس نے بغیر گھمائے پھرائے صاف صاف لفظوں میں پوچھا تھا۔۔۔

دوسری جانب سے ایک قہقہے نے حبا کی تمام تر ہمت جیسے ختم کر دی تھی۔۔۔

حبا ابھی تو دور دور تک اس شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہاں جب ہوا تو تم میری اولین ترجیح ہوگی۔۔۔وہ ابھی تک ہنس رہا تھا۔۔۔

ارادہ نہیں۔۔۔تو تمہارے نزدیک انگوٹھی پہنانے کا کیا مطلب ہوتا ہے۔۔۔وہ بری طرح ٹوٹی تھی۔

انگوٹھی۔۔۔وہ میں نے اسے پہنائی جس سے مجھے بہت محبت ہے۔۔۔جسے میں بہت چاہتا ہوں۔۔۔ مجتبیٰ بے حد پیار سے کہا تھا۔۔۔

تو وہ محبت جو ہمیشہ کے لیے تمہاری ہونا چاہے تو کیا کرو گے۔۔۔حبا نے سوال کیا

تو وہ ازل سے میری ہے اور رہے گی۔۔۔مجتبیٰ کا انداز مبہم تھا۔

ھمارے معاشرے میں اپنا بنانے کے کچھ طریقے رائج ہیں۔۔۔حبا نے کہا

معاشرہ میرے اور تمہارے بیچ نہیں آ سکتا تم بتاؤ کیا چاہتی ہو وہی ہوگا۔۔ مجتبیٰ نے امید دلائی

معاشرہ نا سہی مذہب تو ہے نا۔۔۔مذہب میں ایک دوسرے کا ہونے کے لیے نکاح جیسا مقدس بندھن بنایا گیا ہے۔۔۔

حبا نے کہا اور دوسری طرف پھر خاموشی۔۔۔

حبا کا دل اس خاموشی پہ کانپ رہا تھا۔۔

حبا نکاح شادی بندھن یہ سب باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں سچ کہوں تو نا کبھی سوچا نا ارادہ ہے سوچنے کا۔۔۔تمہیں بھی یہ ہی کہوں گا آج کے زمانے میں جی رہی ہو اپنی زندگی انجوائے کرو۔۔۔تم میری محبت ہو وقت آنے پر یہ سب باتیں بھی ہو جائیں گی۔۔۔مجتبیٰ نے صاف گوئی سے کہا۔

حبا عظیم۔۔۔خاموش تھی۔۔۔

حبا۔۔۔حبا۔۔۔

can you hear me......

مجتبیٰ پریشان ہوا۔۔۔

مجتبیٰ تو تم بھی یہ بات سن لو مجھے نکاح کی سمجھ آتی ہے شادی جیسا رشتہ بھی سمجھ میں آتا ہے مگر یہ جو تمہارا میرا رشتہ ہے نا یہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔۔۔یہ گمنام محبت پر مجھے ٹکے کا یقین نہیں ہے۔۔۔محبت پر نکاح کی سٹیمپ اسکو پائیدار بناتی ہے۔۔۔شادی کا سرٹیفکیٹ اس محبت کو دنیا بھر میں معتبر کرتا ہے مجھے تم سے ایسی محبت چاہیے تھی۔۔۔تمہاری سمجھ میں نہیں آئی تو کوئی بات نہیں۔۔۔حبا کچھ اور نا کہہ سکی اور فون بند کر دیا۔۔۔

دوبارہ کال بیک مجتبیٰ نے بھی نہیں کی مطلب وہ پیچھے ہٹ چکا تھا۔۔۔اور اگلے دو دن بھی حبا عظیم نے خدا سے معافی مانگنے میں گزارے۔۔۔مگر مجتبیٰ کی سوچ سے وہ غافل نہ رہی۔۔

☆......☆......☆

امی بھائی کی شادی کر دیں۔۔۔مجھ سے یہ روز روز کے کام نہیں ہوتے تابی کو پڑھائی سے فرصت نہیں آپکے جوڑوں کے درد ختم نہیں ہوتے میں تو سارا دن کام کر کر کے مر جاتی ہوں۔۔۔مریم برتن دھو کر دوپٹے سے ہاتھ صاف کرتی ماں کے سرہانے آن بیٹھی۔۔۔

ہیں یہ کیا منطق ہے۔۔۔کام چور تو ہے اور شادی میں اپنے شاہ میر کی کر دوں۔۔۔۔عارفہ بی بی نے حیرت سے آنکھیں پھیلائی۔

اف اوہ اماں۔۔۔بھائی کی شادی ہوگی تو بھابی آئے گی اور بھابی گھر کے کام کاج سنبھالے گی تو میری جان چھوٹے گی نا۔۔۔مریم سیب کی ٹوکری ماں کے آگے سے ہٹا کر اپنے سامنے رکھتے ہوئے بولی۔۔۔تابی بھی انکے پاس آ بیٹھی۔۔۔

آئے ہائے۔۔۔کیا نکمی بیٹی ہے میری اپنے ذرا سے فائدے کے لیے اتنی بڑی بات کہہ دی، جب تک تم دونوں کے فرض سے سبکدوش نہیں ہوتی تب تک شاہ میر کی شادی کا سوچ بھی نہیں سکتی میں۔۔۔۔اندر آتا شاہ میر دروازے پر رک گیا۔

کیوں امی بھائی بڑے ہیں۔۔۔انکی شادی ہم پہلے کریں گے۔۔۔تابی بہت پیار سے بولی

ہاں اسکو شادی کر کے پرائی لڑکی کے حوالے کر دوں۔۔۔اور پھر تم دونوں نگوڑیاں پڑی رہنا ماں کی دہلیز پر۔۔۔عارفہ بی بی بول کر سیب چبانے لگی۔

آپ بھی تو اپنے مفاد کا سوچ رہی ہیں۔۔۔مریم بولی

لے تم لوگوں کا بھلا ہے اس میں میرا نہیں۔۔۔عارفہ بی بی چڑ گئی

اماں بھائی کی خوشی بھی پوچھ لیا کریں تابی بولی۔۔۔۔اس سے پہلے تابی کو کوئی جواب ملتا۔

شاہ میر تلخی سے مسکرایا اور اندر برآمدے میں آ گیا

اسلام علیکم۔۔۔۔وہ سلام دے کر سیدھا اپنے والد کے کمرے میں جاتا تھا۔۔۔

وعلیکم سلام۔۔۔اے مریم اٹھ بھائی کے لیے تازہ سیب کا جوس نکال کر لا۔۔۔ادھر آ شاہ میر میرے پاس۔۔۔عارفہ بی بی نے پیار سے کہا۔

شاہ میر خاموشی سے ماں کے پاس برآمدے میں بچھی چارپائی پر بیٹھ گیا۔۔۔مریم نے کچھ دیر پہلے کیلے کا ملک شیک جو اپنے لیے بنا کر رکھا تھا جلدی سے بھائی کو لا کر دے دیا۔۔۔

شاہ میر نے بغیر دیکھے ہی گلاس تھام کر شیک پی لیا۔۔۔وہ بالکل خاموش تھا

عارفہ بی بی مریم کو گھورنے کے بعد شاہ میر کی جانب متوجہ ہوئی اکلوتے بیٹے کی اتری صورت اور دن بہ دن گرتی صحت نے جیسے ممتا کو جھنجھوڑ دیا ہو۔۔۔عارفہ بی بی کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔۔

شاہ میر میری جان میرے بچے کیوں پریشان ہے کیوں تو خوش نہیں رہتا۔۔۔عارفہ بی بی تڑپ کر بولی

میں ٹھیک ہوں امی۔۔۔شاہ میر نے آرام سے کہا

تو ٹھیک بھی نہیں اور خوش بھی نہیں۔۔ مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی تو معاف کر دے مگر دیکھ تو میرا اک ہی بیٹا ہے یوں ناراض نا ہو۔۔میرا دل تڑپتا ہے تجھے ایسے دیکھ کر۔عارفہ بی بی کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

امی ایک بات کہوں۔۔۔شاہ میر نے ماں کے دونوں ہاتھ تھام لیے

آپ اپنے دل سے یہ وہم نکال دیں کہ میری شادی ہو گی کوئی پرائی لڑکی آئے گی اور وہ میری بہنوں کا فرض ادا کرنے میں رکاوٹ بنے گی۔۔۔ایسا کبھی نہیں ہو گا۔۔۔کیوں کہ میری زندگی میں ایک ہی لڑکی آئی اور میں اسے کھو چکا ہوں۔۔۔شاہ میر نے اسے ہی سب سمجھا ہے وہ میری کبھی ہو نہیں سکتی اور اسکی جگہ کوئی لے نہیں سکتا۔۔۔اس لیے آپ تسلی رکھیں میری بہنیں مجھ پر بوجھ نہیں درست وقت پر اچھے سے انکا حق ادا کروں

گا۔نہایت سنجیدگی سے کہہ کراندر چلا گیا۔۔۔اور عارفہ بی بی سر جھکا کر نم آنکھیں پونچھنے لگی۔۔۔۔

☆......☆......☆

حبا بچے اللہ پاک جو کرتا ہے وہ اس کے بندے کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔۔تم اداس نا ہو اللہ پاک سے اپنا اچھے نصیب کا دعا کرو ماڑا۔۔۔

گلاب خان شام کو اسکے ساتھ لان میں موجود تھا حبا بہت روئی تھی۔۔۔سارا دن وہ عبادت میں گزار کر پر سکوں ہو چکی تھی۔۔۔اس کی سرخ آنکھوں نے گلاب خان کو آدھی سچائی تو بتا دی تھی آدھی حبا نے حرف با حرف سنا دی اب وہ گلاب خان کو چائے بنا کر تھمارہی تھی۔۔۔۔جب گلاب خان نے دوپٹے میں لپٹا اسکا پاکیزہ سا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا آنکھوں کی سوجن گلاب خان کو تڑپا سی گئی مگر حبا کے چہرے کے ایک ایک نقش میں سکوں تھا ٹھہراؤ تھا وہی سکون وہی سکوت وہی ٹھہراو جو طوفان کے بعد سمندر میں ہوتا ہے۔۔۔وہی جو تیز بارش کے بعد فضاؤں میں ہوتا ہے۔۔۔۔

آپ ٹھیک کہتے ہیں۔۔۔جو ہوگا میرے حق میں بہتر ہوگا۔۔۔حبا نے اپنی چائے کا مگ بھی لبوں سے لگایا مگر حبا ضروری نہیں مجتبیٰ غلط ہو تم کو تو اسکی سوسائٹی کا پتا ہے پھر جس طرح اس نے تم کو اتنا خاص محسوس کروایا تمہارا اتنا خیال کیا اس سے تو ام کو لگتا وہ تم سے محبت کرتا ہے۔۔ہاں تھوڑا لاابالی پن اسکی ذات میں مگر دل کا برا نہیں لگتا وہ۔۔۔گلاب خان کو نا جانے کیوں وہ غلط بھی لگ رہا تھا اور ٹھیک بھی۔۔۔

پیار۔۔۔گلاب خان اس نے ہی تو مجھے پیار محبت جیسے لطیف جذبوں سے آشنا کرایا اس نے ہی تو بتایا کہ میں بھی خاص ہوں۔۔۔مجھ میں بھی کچھ خاص ہے میں بھی کچھ خاص کی مستحق ہوں۔۔۔ورنہ مجھ جیسی بندی میں ہے کیا یا میرے پاس ہے کیا سراہے جانے کے لیے۔۔۔اپنے چھوڑ کر چلیں گئے کچھ اپنوں نے جان کر ٹھکرا دیا۔۔۔مڑ کر خبر تک نہیں لی کہ زندہ ہے کہ مر گئی۔۔۔اچانک سے شاہ میر کا خیال دل میں آتے ہی حبا تلخ ہوئی تھی۔۔۔

گلاب خان نے سر اٹھا کر دیکھا وہ آنسو صاف کرتے چائے کے برتن اٹھانے لگی۔۔۔۔

☆......☆......☆

کچھ دن ایسے ہی بے کلی میں گزرے تھے حبا نے اکیڈمی چھوڑ دی تھی۔۔۔وہ ذہنی طور پر اتنی ڈسٹرب تھی کہ اسکے لیے کچھ بھی کرنا فی الوقت ممکن نہیں تھا مگر مرتے کیا نا کرتے۔۔گھر کے یوٹیلیٹی بل منہ چڑا رہے تھے راشن ختم تھا۔۔زیادہ راشن تو وہ لاتی بھی نہیں تھی۔۔۔مگر بجلی گیس پانی کے بل تو ادا کرنے ہی تھے۔۔۔

آج صبح 9 بجے اٹھتے ہی وہ بل تھام کر صوفے پر بیٹھ گئی۔۔۔پرس میں صرف 2 ہزار پڑے ہوئے تھے۔۔۔گرمیوں کے اختتام پر بجلی کے بل بھی زیادہ آتے تھے۔۔۔اے سی چلنے کی وجہ سے بھی اسکا بجلی کا بل ہی صرف 6500 روپے تھا۔۔۔گیس کا 400 جب کہ پانی کا بل 1200 تھا جو 2 ماہ بعد آتا تھا۔۔۔وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔۔حبا عظیم بیٹھ کر کھانے سے تو خزانے بھی ختم ہو جاتے ہیں۔۔۔بینک میں موجود رقم ہر ماہ بلوں کی ادائیگی میں نکلتی رہی۔۔پتا نہیں بینک میں اب کچھ ہوگا بھی کہ نہیں۔۔۔

یا اللہ آج عزت رکھ لے بل کی آخری تاریخ ہے۔۔میں آج سے ہی نیو جاب کی تلاش میں نکلتی ہوں۔۔۔وہ دعائیں پڑھتی سن گلاسز لگا کر اسکارف لے کر دراوازہ لاک کر کے نکل پڑی... ساتھ وہ اپنی سی وی لینا نہیں بھولی تھی۔۔

یس میم۔۔۔۔ چیک دیجیے۔۔۔۔مینیجر کیونکہ حبا کو جانتا تھا اور اسے معلوم تھا وہ کیش نکلوانے ہی آتی تھی۔۔۔

وہ مجھے پہلے بیلنس معلوم کرنا ہے۔۔۔حبا نے آرام سے کہا

اوکے میم۔۔۔۔65 ہزار 450 روپے۔۔۔۔حبا سے انفارمیشن لینے کے بعد اس نے بتایا۔۔۔

65 ہزار۔۔۔۔حبا حیران ہوئی۔۔۔

آپ kindly بتا سکتے ہیں میرے اکاؤنٹ میں recently کوئی کیش ڈپازٹ ہوئی ہو۔۔حبا نے پوچھنا ضروری سمجھا۔۔۔

جی میم sure...... پچھلے مہینے 20 ہزار اور اس مہینے 25 ہزار ڈپازٹ ہوا ہے۔۔۔۔کمپیوٹر پے معلومات کے اندراج کے بعد مینیجر نے بتایا۔۔۔

آپ بتا سکتے ہیں کس نے کروایا۔۔۔حبا کا شک درست ثابت ہوا اب اس نے یقین میں بدلنے کیلیے نام

پوچھا تھا۔۔۔

مسٹر شاہ میر علی۔۔۔۔مینیجر کے بتانے پر حبا خاموش سی ہو گئی۔۔۔

تمام بل جمع کروا کر معقول رقم اپنے پاس رکھ کر وہ خاموشی سے بینک سے نکل آئی تھی۔۔۔

مسٹر شاہ میر علی۔۔۔شاہ میر کا نام اسکے دماغ میں گونج رہا تھا۔۔۔

آخر اللہ بھی مجھے کیوں آپکا محتاج کرتا ہے۔۔۔وہ اپنی بے بسی پر اندر ہی اندر رو دی تھی۔۔۔

مجھے آج ہر حال میں جاب ڈھونڈنی ہے جاب مل گئی تو شاہ میر کو انکے تمام پیسے واپس کر دوں گی۔۔۔

بہت مہان سمجھتے ہیں خود کو۔۔۔مجھے احساس دلانا چاہتے ہیں کہ میں غلط ہوں اور وہ بالکل ٹھیک۔۔۔

پھوپھو عارفہ بھی ٹھیک۔۔۔ہونہہ۔۔۔

لوگ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کسی کے کردار پے اٹھائی ہوئی انگلی چند پیسے بہانے سے دھل نہیں جاتی۔۔۔ کسی کے کردار کی مسلسل تذلیل ٹھیک ہے۔ ؟ میری ماں اور اب میں۔۔۔کبھی بھی نہیں شاہ میر میں آپکو اور پھوپھو کو مزید ایسا نہیں کرنے دوں گی۔۔۔حبا اسی الجھن میں الجھتے الجھتے ایک عمارت میں داخل ہوئی جہاں دوران انٹرویو اسکا سامنا مجتبیٰ کے کزن رومان سے ہوا۔۔۔

وہ انٹرویو دے کر روم سے باہر نکلی تو تیزی سے اندر آتے رومان سے ٹکرا گئی۔۔۔

ایم ریئلی سوری۔۔۔رومان نے فوراً سے پیشتر معذرت کر کے فائل اٹھائی جیسے ہی پکڑانے لگا وہ حبا کو دیکھ کر چونک گیا۔۔۔

ارے آپ یہاں۔۔۔وہ حیرت سے بولا

جی انٹرویو دینے آئی تھی۔۔۔حبا اسے پہچان چکی تھی۔۔۔

اوہ۔۔۔آپ مجتبیٰ کو کہتیں 2 منٹ میں آپکی جاب ہو جاتی۔۔۔بٹ

anyhow i ll take this responsibility......

آپ سمجھیں جاب پکی۔۔۔رومان نے مسکرا کر کہا

کیا مطلب۔۔۔حبا نے سوالیہ نظروں سے دیکھا

مطلب یہ کمپنی میرے اور مجتبیٰ کے مشترکہ دوست کی ہے۔۔۔وہ مسکرایا تھا۔۔

حبا نے دیکھا وہ بھی مجتبیٰ جیسا نہیں مگر اچھا خاصا جاذب نظر اور پرکشش نوجوان تھا۔۔۔

نہیں بہت شکریہ اسکی کوئی ضرورت نہیں۔۔۔۔میرا کوئی خاص ارادہ نہیں یہاں جاب کا۔۔۔حبا کہتے ہوئے فائل تھام کر سر جھکائے وہاں سے نکل گئی۔۔۔

اسکے بعد ایک کے بعد ایک وہ دو دن تک جاب کی تلاش میں پھرتی رہی مگر اسکی تعلیم نامکمل ہونے کی وجہ سے ہر جگہ سے اسے کوئی خاطر خواہ جواب نا ملا۔۔۔۔

گرمی کے آخری دن تھے مگر آج گرمی حد سے بھی زیادہ تھی وہ 2 بجے ہر جگہ سے خوار ہو کر گھر آ گئی تھی۔۔۔گھر آ کر اس نے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر لبوں سے لگائی اور آدھی بوتل خالی کر کے اسکے کچھ حواس بحال ہوئے تھے۔۔۔پانی اسکی سانس کی نالی میں گیا تو اسے شدید کھانسی شروع ہو گئی۔۔۔آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں۔۔۔کھانس کھانس کے برا حال ہو گیا مگر سانس بحال نہیں ہوا۔۔۔اسی دوران اسکا فون بج اٹھا۔۔

بغیر نمبر دیکھے اس نے کال ریسیو کی۔۔۔

ہیلو۔۔۔ہیلو کے بعد وہ فون اپنے سے دور کر کے مسلسل کھانسنے لگی تھی۔۔۔

حبا۔۔۔حبا

are u ok......

مجتبیٰ جس نے انتہائی غصّے میں کال کی تھی حبا کی آواز سن کے پریشان ہوا تھا۔۔۔

ہیلو حبا نے پھر سوں سوں کرتے ہوئے فون کان سے لگایا۔۔۔

حبا۔۔۔کیا ہوا تمہیں۔۔۔تم ٹھیک ہو نا۔۔۔مجتبیٰ کی فکرمندی اسکی آواز سے واضح تھی۔۔۔

حبا کی سانسیں جیسے پل بھر کے لیے تھم سی گئی تھیں۔۔۔اس دشمن جان کی آواز سن کر دل تھا کہ خوشی سے بے حال ہو رہا تھا۔۔۔آنکھیں تھیں کہ برسنے کو تیار تھیں۔۔۔لب تھے کے بولنے کو بے تاب تھے۔۔۔اسکا دل تھا کہ مجتبیٰ کی آواز پر ہی اپنا آپ لٹانے کو تیار تھا۔۔۔وہ بالکل خاموش ہو چکی تھی۔۔۔

حبا۔۔۔بس کرو مت کرو ایسا اپنے ساتھ بھی اور میرے ساتھ بھی۔۔۔۔مجتبیٰ نے تسلی سے کہا

کیوں فون کیا تم نے۔۔۔حبا نے اپنی تمام تر کیفیات کو پس پشت ڈال کر کہا

کیونکہ تم نے نہیں کیا۔۔۔مجتبیٰ نے کمال تسلی سے کہا۔

حبا خاموش رہی۔۔۔

تم خواجہ گروپ آف انڈسٹریز گئی تھی۔۔۔؟ جاب کے لیے۔۔۔مجتبیٰ نے پوچھا

جی گئی تھی تو۔۔۔۔حبا کو معلوم تھا کہ رومان نے مجتبیٰ کو لازمی خبر دینی ہے اسلیئے اس نے وہاں جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا حالانکہ اسے اب تک جاب کی امید صرف وہاں سے ہی ملی تھی۔۔۔

تم وہاں دوبارہ ہرگز نہیں جاؤ گی۔۔۔مجتبیٰ کا انداز دوٹوک تھا۔

کیوں۔۔۔کیوں نہیں جاؤں گی۔۔۔حبا حیران ہوئی تھی۔

بس کہہ دیا سو کہہ دیا۔۔۔باقی تمہیں جاب کی کوئی ضرورت نہیں۔۔۔اپنا اکاؤنٹ نمبر سینڈ کر دو مجھے۔۔۔مجتبیٰ سنجیدگی سے بولا۔

کیوں۔۔۔کس حق سے تمہیں دوں؟ حبا کو اسکا یوں کہنا سخت برا لگا تھا۔

حبا یہ حقوق و فرائض کی باتیں مجھ سے مت کیا کرو جتنا کہا اتنا کرو۔۔۔مجتبیٰ نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

مسٹر مجتبیٰ جمال میں نے آپ سے محبت ضرور کی۔۔۔اور بہت زیادہ کی۔۔۔ابھی بھی کرتی ہوں۔۔۔مگر آپکی اس بھیک کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔۔۔جاب میری ضرورت ہے اور مجھے جہاں مناسب لگا میں کروں گی۔۔۔

u have no need to worry about me......

اگر آپ اپنی کچھ عادتیں نہیں بدل سکتے تو مجھے بھی bound نہیں کر سکتے۔۔

وہ دوٹوک انداز میں بولی۔۔۔

حبا محبت کا کسی رشتے میں کنورٹ ہونا ضروری نہیں ہے۔۔۔مجتبیٰ نے کہا

ضروری ہے۔۔۔میرے لیے ہے۔۔۔ہاں آپکا مجھ سے یا میری سوچ سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔۔

تو یہ ہے تمہاری محبت۔۔۔۔تم محبت میں ضد کو لا رہی ہو۔۔۔

یہ ضد نہیں ہے مجتبیٰ۔۔۔تم میری پوزیشن نہیں سمجھ رہے تم کچھ باتوں کی حقیقت کو جھٹلا رہے ہو۔۔تمہارے نزدیک شادی بوجھ ہے اور

bythewayrelationship

ٹھیک ہے۔۔۔محبت کی بہترین صورت نکاح ہے۔۔۔

حبا... میں نے ابھی اپنے بزنس کو وقت دینا ہے جب تک میں اپنے بزنس سے satisfied نہیں ہو جاتا میں اس متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔۔۔اور پھر میری فیملی بھی اس بات کو فی الحال ایکسیپٹ نہیں کرے گی۔۔۔

تو مجتبیٰ مجھے یہ رنگ بھی تب پہنانی تھی جب تم اپنے بزنس سے satisfy ہوتے جب تمہاری فیملی بھی یہ سب ایکسیپٹ کرتی۔۔۔وہ غصّے سے بولی تھی

۔۔۔مجتبیٰ جیسے ٹوٹ سا گیا تھا

مجتبیٰ تم ٹھیک ہو جاؤ تم سمجھ جاؤ پلیز۔۔۔۔میں ہماری محبت کو جس سمت لے کر جانا چاہ رہی ہوں وہی درست سمت ہے۔۔۔۔وہ بھی محبت سے التجائیہ انداز میں بولی تھی۔۔۔۔

حبا محبت صرف محبت ہے۔۔۔جس سمت چل رہی ہے چلنے دو۔۔۔مجتبیٰ ایک دم ہی سخت ہوا تھا۔۔۔

میں کل آ رہا ہوں مل کر بات کرتے ہیں۔۔۔۔وہ کہہ کر فون بند کر چکا تھا۔۔۔

حبا جامد ساکت سی فون کو تکتی رہی مجتبیٰ تم کس طرف جا رہے ہو جو تم چاہ رہے ہو یہ نہیں ہو سکتا۔۔ہرگز نہیں۔

وہ اٹھی وقت 3 بج رہے تھے دوپہر کے۔۔۔اپنا ہینڈ بیگ لے کر فائل اٹھائی اور گھر لاک کر کے نکل پڑی اسکا رخ خواجہ گروپ آف انڈسٹریز کی جانب تھا۔

☆......☆......☆

Mayicomein????

وہ دروازہ کھٹکھٹا کے اندر داخل ہوئی یوں تو پورا آفس ہی اے سی کی وجہ سے ٹھنڈا تھا مگر سرتاج احمد کے اس کمرے کی خاصی ٹھنڈک نے گرمی سے بے حال حبا عظیم کے حواس بحال کر دیے تھے۔۔۔۔

یس پلیز۔۔۔۔

have a seat......

سرتاج خواجہ نے ہی اسے دو دن پہلے کے انٹرویو میں پاس کیا تھا۔۔ وہ کوئی 30 یا 32 کی عمر کا عمدہ پرسنلاٹی کے ساتھ بہترین اخلاق کا مالک انسان تھا

تھنک یو سر۔۔۔حبا چہرے سے پسینہ خشک کرتے ہوئے چیئر پر بیٹھ گئی۔۔۔

یہ لیجئے پانی۔۔۔۔سرتاج خواجہ نے اسکی جانب پانی کا گلاس بڑھایا۔۔۔

وہ تشکر آمیز نگاہ ڈالتے ہوئے گلاس تھام کر پورا گلاس پانی کا پی گئی۔۔دل دماغ مجتبیٰ کی باتوں میں الجھا ہوا تھا۔۔۔مجتبیٰ جمال تم کیا جانو اکیلے ایک لڑکی کا معاشرے میں چلنا کتنا مشکل ہے تمہاری وجہ سے میں ہاتھ آئی نوکری نہیں چھوڑ سکتی۔۔۔۔ مجھے اس نوکری کی شدید ترین ضرورت ہے۔۔۔ وہ اپنے آپ سے ہی اندر ہی اندر الجھ رہی تھی۔۔۔

مس حبا۔۔۔آپ ٹھیک ہیں۔۔۔۔سرتاج خواجہ کو حبا کو یوں الجھا دیکھ کر تشویش ہوئی۔

ج جج جی۔۔۔۔ایم فائن سر۔۔۔۔حبا نے خود کو سنبھالا

اوکے گڈ سو کیا سوچا آپ نے جاب کے متعلق۔۔۔آپ خواجہ گروپ آف انڈسٹریز کو جوائن کر رہی ہیں۔۔۔وہ حبا کی فائل دیکھتے ہوئے بولا

جی میں ضرور کرنا چاہوں گی یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہوگی۔۔۔ مجھے بہت کچھ سیکھنے کو ملے گا۔۔۔حبا مسکرائی تھی

چلیں good thats ابھی تو آف ہونے والا ہے آپ کل سے ہمیں جوائن کر لیں۔ جاتے جاتے مس عظیمہ سے مل لیجیے گا وہ آپکو آپکے کام سیلری پیکج اور کچھ ضروری ہدایات سے آگاہ کر دیں گی۔ کچھ کوائف درکار ہوں گے وہ بھی آپ ان سے معلومات لے لیجیے۔۔۔ وہ بھی پروفیشنلی مسکرایا تھا۔۔۔

اوکے تھینک یو سو مچ سر۔۔۔وہ کہہ کر روم سے باہر آ گئی تھی اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی جاب ملنے پر خوش ہو یا مجتبیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے پر دکھی ہوں۔۔۔بہرحال اسے نوکری کی ضرورت تھی اور وہ اسے ہر صورت

کرنا تھی۔۔۔وہ مجتبیٰ سے ملنا نہیں چاہتی تھی وہ نہیں چاہتی تھی اسکے اور مجتبیٰ کے بیچ سب خراب ہو یا کوئی بدمزگی ہو اسلیئے گھر آتے ہی اس نے مجتبیٰ کو فون کر کے ملنے سے منع کر دیا تھا۔۔۔حالانکہ دل اسے دیکھنے کو سننے کو بے قرار تھا مگر اس میں ہی فی الوقت عافیت تھی۔۔۔نا جانے اسے کیوں لگتا تھا اب کی بار ملنے پر وہ مجتبیٰ کو کھو دے گی۔۔۔

دوسری جانب حبا کا یوں اعتراض برتنا مجتبیٰ کے اندر لگی آگ کو دن بہ دن بھڑکا رہا تھا وہ آئے روز حبا سے جھگڑتا تھا ہر وقت ناراض رہتا تھا۔۔۔

حبا کے کسی بھی سوال کے درست جواب نہ دینے کی تو گویا اس نے قسم کھالی تھی۔۔۔حبا نے مستقل جاب پر جانا شروع کر دیا تھا اسکی سیلری بھی اکیڈمی میں ملنے والی سیلری سے کئی زیادہ تھی۔۔۔اسٹاف اچھا ہونے کی وجہ سے وہ جاب سے تو مطمئن تھی مگر مجتبیٰ حد سے زیادہ چڑچڑا ہو چکا تھا ابھی تک اس نے مجتبیٰ کو بتانا مناسب نہیں سمجھا تھا کہ وہ خواجہ انڈسٹری کے آفس سٹاف میں شامل ہے۔۔۔

☆......☆......☆

حبا جیسے جیسے رب کے قریب ہو رہی تھی اسے مجتبیٰ کا اور اپنا تعلق کھٹکنے لگا تھا۔۔۔وہ نماز باقاعدگی سے ادا کرنے لگی تھی۔۔۔جیسے جیسے قلب پر سکون طاری ہو رہا تھا وہاں ہی مجتبیٰ سے بات سے ایک عجیب بوجھ دل دماغ پر سوار ہو جاتا اور وہ فون بند کر دیتی۔۔۔

تم مجھ سے دور ہوتی جا رہی ہو۔۔۔

ایک دن مجتبیٰ نے گلہ کیا

نہیں میں تو تا عمر تمہارے قریب رہنا چاہتی ہوں اگر تم شرعی طریقے سے مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا بناؤ تو۔۔۔حبا نے نرمی سے کہا۔۔۔

بس اس شریعت کا ہی ہمارے بیچ آنا باقی تھا۔۔۔وہ بیزار کن لہجے میں بولا

اور پھر لمبی بحث کے بعد کال کا اختتام بھرپور لڑائی کی صورت میں ہوا۔۔۔

☆......☆......☆

محبت کے شکستہ پرخم راستوں پر

یہ جو تم نے ہم کو چھوڑا ہے
ان سلگتی راتوں میں
درد کے تپتے صحرا میں
تنہا جب جب میں چلا ہوں
تو یہ احساس میرے اندر
شدت سے جاگا ہے کہ
گر تم ساتھ ہوتے تو
یہ راستے شاید ہموار لگتے
یہ راتیں جواب عذاب ہیں
یہ راتیں شاید قرار ہوتیں
یہ صحرا کی تپتی ریت بھی
تمہارے قدموں کی نرمی کو چھو کر
مہکنے لگتی
میری راہ کی تمام دشواریاں
تمام ہونے لگتیں
میری زندگی کی دور کھڑی
ست رنگی بہار بھی
تمام در وا کر کے
میرے آنگن پے چھا جاتی
میری بے رنگ زندگی پے بھی
رنگ بھرنے لگتے

مگر

یہ سب تب ممکن ہوتا جب تم

میرے ساتھ ہوتے

میری ان بے جان لکیروں پر

تمہارا نام ہوتا

میری اس الجھی ہستی پر

صرف تمہارا ہی اختیار ہوتا

☆......☆......☆

وہ آج بے اختیار ہی پھر حبا عظیم کی سٹریٹ میں آیا تھا۔۔۔نہ جانے کیا آس کیا امید اسے یہاں لے آئی تھی۔۔۔وہ کافی دیر اپنی بائیک پر ادھر سے ادھر چکر لگاتا رہا مگر اتنا حوصلہ نہ ہو سکا کہ جس گھر میں وہ عظیم صاحب کے موجودگی میں جب چاہے جاتا تھا آج بھی وہاں جا سکے وہ دروازے کے آگے سے گزرا تو بے اختیار بائیک کو بریک لگائی حبا نے جس طرح روتے ہوئے اسے گھر سے باہر نکالا تھا وہ منظر جیسے پھر تازہ ہو گیا تھا۔۔وہ کیسے 6 فٹ کے بندے کو گھسیٹتے ہوئے باہر گیٹ تک لائی تھی۔۔۔وہ بری طرح ٹوٹی ہوئی تھی بکھری ہوئی تھی۔۔۔اسکی سرخ برستی آنکھوں نے شاہ میر کے دل پر ایک عجیب سکتہ سا طاری کر دیا تھا وہ اس بات کو اچھے سے سمجھ گیا تھا وہ جتنی مرضی کوشش کر لے اسکی ماں کبھی بھی حبا کو اسکا نہیں ہونے دے گی کبھی بھی ان کا حبا سے بیر ختم نہیں ہوگا۔۔۔لہذا وہ حبا کو پانے اسے حاصل کرنے کی جستجو ہی چھوڑ چکا تھا مگر پہلو میں چھپے دل سے اسکی بے پناہ محبت کو نکالنا اسکے بس میں نہیں تھا اسے حبا کی فکر ہر وقت ستاتی تھی وہ حبا کے اکیلے پن کے احساس سے ہی ڈرتا تھا وہ جس عمر میں تھی اس میں وہ اپنی تنہائی سے فرار کے ہزار راستے نکال سکتی تھی۔۔۔اور وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کوئی بھی راستہ حبا کو غلط لوگوں تک لے جائے مگر وہ اتنا مجبور اور بے بس ہو چکا تھا کہ اکیلے کچھ بھی اسکے اختیار میں نہیں تھا اگر عارفہ بی بی اسکا ساتھ دیتیں اپنی بھتیجی کو گلے سے لگاتی تو شاہ میر حبا کو پوری دنیا کی خوشیاں لا دیتا مگر شروع سے اس نے اپنی ماں کو حبا اور حبا کی امی کے بارے میں زہر اگلتے ہی سنا اور آئندہ بھی ان سے اسی چیز

کی توقع تھی۔۔ وہ حبا کو اپنے گھر کی رونق بنانا چاہتا تھا مگر حبا اسکی کوئی بات نہیں سننا چاہتی تھی اب وہ سنتی بھی کیوں۔۔۔۔ اسکے ساتھ صرف اسکی ماں کا خونی رشتہ تھا مگر وہ بھی حبا سے نہ جانے کونسی دشمنی نکال رہی تھیں۔۔۔۔

وہ کئی لمحے دروازے کو دیکھتا رہا اور پھر وہاں سے واپسی کے لیے نکل گیا۔۔۔ وہ مایوس تھا پریشان تھا۔۔۔۔ مگر اس بات سے لاعلم کہ مایوس دلوں کی مایوسی ختم کرنا اس اوپر والے کے لیے کوئی مشکل کام نہیں پریشان حالوں کی پریشانی ختم کرنے والی ذات اس رب کے علاوہ ہے ہی کون اور وہ جب چاہتا ہے اپنے بندوں کی پریشانی کو خوش حالی میں بدل دیتا ہے۔۔۔۔

☆......☆......☆

آج صبح صبح مجتبیٰ کی کال آگئی تھی وہ آفس جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔۔۔

ہیلو۔۔۔ گڈ مورننگ۔۔۔ انتہائی فریش لہجے میں حبا کو مورننگ وش کیا تھا۔۔۔

مورننگ خیریت آج اتنی صبح اٹھ گئے۔۔۔

ہاں ساری رات خوشی کے مارے نیند نہیں آئی لیکن تمہاری نیند خراب نا ہو اس خیال سے کال کر کے تمہیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں لگا۔۔۔ مگر اب میرا صبر جواب دے گیا تھا۔

اچھا ایسی کیا خوشخبری ہے۔۔۔۔ حبا کچھ ضروری کاغذات اپنے پرس میں رکھتے ہوئے رک گئی تھی۔۔۔ مجتبیٰ کا اتنے دنوں بعد ہشاش بشاش سا انداز حبا کے چہرے پر مسکراہٹیں بکھیر گیا تھا۔۔۔

ہماری کمپنی کو 6 ماہ کا بہت زبردست کنٹریکٹ ملا ہے۔۔۔ اس کے کمپلیٹ ہوتے ہی ہم وہاں پہنچ جائیں گئے جہاں شاید اگلے 20 سال کی انتھک محنت کے بعد بھی نا پہنچ سکتے۔۔۔ مطلب

its a damn luck

کہ مجھے یہ چانس ملا۔۔۔ وہ بہت اکسائیٹڈ تھا۔

گریٹ۔۔۔ یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے مجتبیٰ۔۔۔ میری بہت ساری بیسٹ وشز تمہارے لیے۔۔۔ وہ خوشی سے بولی تھی۔۔۔

مگر ایک بری خبر بھی ہے وہ یہ کہ مجھے 6 ماہ کیلیے uk جانا ہے۔۔۔سو ایک بہت ہی خوبصورت چیز سے جدائی کا دکھ بھی ہے۔۔۔

چیز کونسی چیز۔۔۔۔حبا مجتبیٰ کا مطلب سمجھتے ہوئے مسکرا کر بولی

سنہری بالوں۔ کالی آنکھوں ۔۔۔ گلابی رنگت والی چیز ۔۔۔۔ بہت دور رہ کر بھی میری دھڑکنوں میں دھڑکنے والی چیز۔۔۔۔جسکی آنکھوں میں موسموں کی بارشیں قیام کرتی ہوں جو مجھے ہر وقت بھگائے رکھتیں ہیں یہ چیز جو اس وقت اس ناچیز کی آواز سن رہی ہے۔۔۔

مجتبیٰ نے محبت سے سرگوشی کی تھی اور حبا جو صوفے کے کشن جلدی جلدی ٹھیک کر رہی تھی مجتبیٰ کے مسحور کن لہجے کے سحر میں مقید ہو گئی وہ وہیں صوفہ پر ٹک گئی۔۔۔ اتنے دن بعد مجتبیٰ کے لفظوں نے ایک سحر طاری کر دیا تھا۔۔۔۔وہ ساحر ہی تو تھا جسکی محبت بھی اسکی طرح نایاب تھی جسکے انداز عجب تھے۔۔۔

مجتبیٰ چلو دیر ہو رہی ہے۔۔۔بہت بھوک لگی ہے کب تک بھوکا پیاسا اپنے ساتھ باندھے رکھو گے۔۔۔۔ ایک پرکشش سی نسوانی آواز مجتبیٰ کے بیک گراؤنڈ میں ابھری تھی۔۔۔

حبا جیسے دوبارہ اصل دنیا میں واپس آئی تھی۔۔۔ایک بار پھر جیسے کوئی بہت خوبصورت خواب ٹوٹ گیا ہو۔۔۔

ام کمنگ یار تم یہ لو کی۔۔۔گاڑی نکالو۔۔۔مجتبیٰ نارمل تھا

حبا سن رہی ہو۔۔۔۔؟ حبا

حبا کی نظروں میں اس صبح کے تمام مناظر گھوم گئے تھے۔۔۔وہ کیسے یہ بات فراموش کر گئی کہ اس صبح مجتبیٰ کسی لڑکی کو کار میں بٹھا کر لے کے جا رہا تھا۔۔۔۔

وہ چھپے جذبے جو کئی دنوں سے کہیں دبک کر بیٹھ گئے تھے آج اگر سر اٹھانے ہی لگے تھے کہ انھیں جیسے مسخ کے رکھ دیا ہو۔۔۔۔اس نسوانی آواز نے حبا عظیم کے کانوں میں زہر گھول کے رکھ دیا تھا۔

مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی تمہیں شاید دیر ہو رہی ہے بائے۔۔۔۔ حبا نے کہہ کر فون بند کر دیا۔۔۔وہ بالکل خاموشی سے چیزیں سمیٹ کر بنا ہوا ناشتہ ٹیبل پر چھوڑ کر خاموشی سے آفس کیلیے نکل گئی۔۔۔۔

☆......☆......☆

سارا دن اسکے دماغ میں ساں ساں ہوتی رہی۔۔۔ایک طرف حبا کے دل میں بسنے والی بے پناہ محبت تو دوسری جانب مجتبیٰ کے آئے روز کے اسکینڈلز۔۔۔شاید وہ ان باتوں کو اتنا سر پر سوار نا کرتی اگر اس نے مجتبیٰ کی زبان سے اعتراف نا سنے ہوتے۔۔۔حبا سے محبت کے دعوے سے پہلے وہ اپنی۔گرل فرینڈز کے قصے حبا کو سناتا تھا۔۔مطلب مجتبیٰ جمال نہیں بدلا بس اسکی گرل فرینڈز کی لسٹ میں وہ اسکا اضافہ چاہتا تھا۔۔۔مطلب وہ نہیں بدلا۔۔۔وہ ویسا ہی ہے۔۔۔میرا پیار بے اثر رہا۔۔۔وہ سارا دن ان ہی سوچوں میں مگن رہی۔۔۔۔

شام 5 بجے تک اس نے بہت مشکل سے وقت گزارا عظیمہ نے اسکی طبیعت دیکھتے ہوئے اس پر کام کا زیادہ پریشر نہیں ڈالا تھا۔

وہ 5 بجے اپنی چیزیں سمیٹ کر ہینڈ بیگ اور فائل تھامے بغیر کسی کو بائے کیے بلڈنگ سے باہر نکل آئی۔۔۔۔موسم قدرے کھل چکا تھا شام ہوتے ہی فضا میں خنکی بڑھ جاتی تھی۔۔۔

وہ سادہ سے ہلکے گلابی رنگ کے کرتہ شلوار پر ڈارک بلیو دوپٹہ لیے آفس کی عمارت سے نکلی تو اسے زمین گھومتی ہوئی محسوس ہوئی وہ چند قدم چل کر رک پڑی۔۔۔حواسوں پر مجتبیٰ سوار تھا صبح سے بھوکی پیاسی اسکی سوچ میں غرق رہنے کے بعد اب اس میں چلنے کی بھی سکت باقی نا رہی تھی۔۔۔۔

وہ سروس روڈ پر لگے ایک درخت کے سہارے ٹک گئی۔۔۔۔

مجتبیٰ سے ہونے والی پہلی ملاقات سے اب تک دو سالوں کا سفر اسکی آنکھوں کے آگے گزرنے لگا۔۔۔۔

مجتبیٰ کے پیچھے پاگلوں کی طرح بھاگتے ہوئے جیسے وہ گری تھی ۔۔۔۔مجتبیٰ کا اسے رنگ پہنانا سب کسی فلم کی طرح ذہن میں گردش کرنے لگا۔۔۔دل میں مجتبیٰ سے جدائی کے خدشے سر اٹھانے لگے۔۔۔

مجتبیٰ اس نے مجتبیٰ کو دل سے آواز دی اور درخت کے ساتھ زمین بوس ہوتی گئی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا تھا۔۔۔

آفس سے نکلتے سرتاج خواجہ نے حبا کی حالت دیکھتے ہی بریک لگائی۔۔۔

حبا۔۔حبا۔۔ کیا ہوا آپکو۔۔۔وہ فکرمندی سے اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر اسکی جانب لپکا۔

مجتبیٰ۔۔۔اسکے ٹوٹے پھوٹے الفاظ سرتاج خواجہ کی سمجھ سے بالاتر تھے اس نے حبا کو تھام کر گاڑی میں بٹھایا

اور پانی کی بوتل سے پانی ہاتھ میں ڈال کر حبا کے منہ پر چھینٹے مارے۔۔۔

حبا تھوڑا پانی پی لیں آپ پلیز۔۔۔اس نے پانی کی بوتل حبا کے لبوں سے لگائی تھی۔۔۔۔

حبا کے بمشکل ایک دو گھونٹ ہی حلق سے اترے تھے۔۔

آپ ٹھیک نہیں لگ رہیں۔۔۔ہوسپٹل چلیں۔۔۔سرتاج خواجہ گاڑی سے باہر جبکہ حبا فرنٹ سیٹ پر پاؤں باہر کی جانب کیے بیٹھی تھی۔۔۔۔

نا نہیں سر میں ٹھیک ہوں۔۔۔وہ سر تھام کر بیٹھی تھی سر میں عجیب ٹیس اٹھی تھی۔۔۔

مجتبیٰ جو حبا سے ملنے کی غرض سے شام 4 بجے اسلام آباد پہنچا تھا حبا کے فون نا اٹھانے پر اب اسکے گھر کی جانب ہی جا رہا تھا کہ روڈ پر گاڑی چلاتے اچانک اسکی نظر اک سفید گاڑی پر پڑی۔۔۔

سرتاج خواجہ کو وہ جانتا تھا وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی کسی لڑکی سے بات کر رہے تھے۔۔۔

مجتبیٰ دیکھ کر آگے بڑھنے ہی والا تھا جب وہ لڑکی کھڑی ہوئی۔۔۔اسکا لمبا قد اور سنہری بال دیکھ کر آگے بڑھتے مجتبیٰ نے پلٹ کر دیکھا اور زوردار قسم کی بریک لگائی۔۔۔

دوسری جانب حبا جیسے ہی کھڑی ہوئی اسکا سر چکرا کر رہ گیا وہ گرنے ہی والی تھی کہ سرتاج خواجہ نے اسے اپنے بازوں میں تھام لیا۔۔۔۔

مجتبیٰ کا خون بری طرح کھول گیا تھا۔۔۔

حبا خواجہ انڈسٹری کے باہر سرتاج خواجہ کے ساتھ۔۔۔ مطلب اس نے میرے روکنے کے باوجود یہاں جاب شروع کر دی اور اس وقت سرتاج خواجہ کے ساتھ۔۔۔

وہ سرتاج خواجہ کی گاڑی کو فالو کرنے لگا۔۔۔

ایک پرائیویٹ کلینک کے آگے گاڑی روک کر وہ حبا کو بازوں سے پکڑے اندر لے گیا اور کچھ ہی دیر میں حبا کے ساتھ دواؤں کا شاپر تھامے باہر نکل آیا۔۔۔مغرب کی اذان ہو چکی تھی۔۔۔۔وہ دور کھڑی اپنی گاڑی سے ہی ان دونوں کو دیکھ رہا تھا وہ حبا کی حالت کو یکسر فراموش کر چکا تھا اسکے ذہن پر صرف یہ سوار تھا کہ وہ اس وقت سرتاج خواجہ کے ساتھ ہے۔۔۔۔

انکی گاڑی چل پڑی تھی۔۔۔وہ بھی سست رفتار سے انکا پیچھا کر رہا تھا۔۔۔سر تاج خواجہ نے بیکری سے کچھ جوس وغیرہ لیے اور حبا کو گھر تک چھوڑنے آیا۔۔۔

مجتبیٰ گاڑی گلی کے باہر ہی کھڑی کر کے پیدل ہی حبا کے گھر والی سٹریٹ میں داخل ہوا۔۔۔

وہ دور سے ہی ایک درخت کی آڑ سے انہیں دیکھنے لگا۔ سر تاج خواجہ نے اسے سہارا دے کر گاڑی سے باہر نکالا اور شاپر تھما کر اسکے گال کو مسکراتے ہوئے تھپتھپایا۔۔۔جس پر حبا بھی بمشکل مسکرائی تھی۔

دیکھو حبا آپ بالکل میری چھوٹی بہنوں کی طرح ہو اپنا خیال رکھو کھاؤ پیو۔۔۔اور کوئی بھی پریشانی ہو اپنے بھائی کو بتاؤ۔۔۔اوکے۔

وہ حبا سے پوچھتا آیا تھا کہ وہ کیوں پریشان ہے اس نے یہ ہی بتایا کہ وہ امی ابو کے چلے جانے سے پریشان ہے جسے سن کر سر تاج خواجہ نے اسے اپنی بہن کہا تھا

وہ دل سے مسکرائی تھی وہ انسان واقعی ایک ہمدرد تھا وہ بھائیوں کی طرح ہی حبا کا خیال رکھ رہا تھا۔

سر میرا اگر بھائی ہوتا تو آپکی طرح ہی ہوتا۔۔ وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔

میں بھی آج سے تمہارا بھائی ہوں اپنا خیال رکھنا ابھی تمہاری ہونے والی بھابھی کو شادی کی شاپنگ بھی کروانی ہے وہ پیار سے اسکا گال تھپتھپاتا گاڑی میں بیٹھ کر جا چکا تھا۔

اور حبا جو اندر جانے لگی تھی ایک دم ہی پلٹی تھی۔۔۔نا جانے اسے کیوں محسوس ہوا جیسے مجتبیٰ اسے دیکھ رہا ہے دور گلی کے شروع میں لگے درخت کے پیچھے۔۔۔مگر اس سے پہلے وہ دوبارہ گرتی وہ اندر چلی گئی۔

اور مجتبیٰ جو حبا کے دیکھنے پر درخت کے پیچھے ہو گیا تھا خاموشی سے نکل کر اپنی گاڑی میں جا بیٹھا۔۔۔

وہ پورا گھنٹہ انتہائی ہارش ڈرائیو کرتا رہا بے مقصد گاڑی ادھر سے ادھر دوڑاتا رہا مگر دل میں ایک عجیب آگ لگ چکی تھی۔۔۔

وہی آگ جس میں اب تک صرف حبا عظیم جلی تھی انتہائی خاموشی سے جلی تھی اب باری تھی مجتبیٰ جمال کی جو اپنی فضول سوچوں کی لگائی آگ سے خود ہی جلنے لگا تھا۔

☆......☆......☆

ڈاکٹر نے حبا کو بی پی لو کا بتایا تھا ساتھ زیادہ جوس وغیرہ پینے کی ہدایت دی تھی اسکے بعد ہی اسے دوا لینی تھی وہ جوس کے ساتھ آدھی براؤنی کھا کر دوا لے چکی تھی۔۔۔وہ خود کو ایسے نہیں چھوڑ سکتی تھی وہ واحد اپنا سہارا آپ تھی گلاب خان کی بیوی کی طبیعت بھی بہت خراب تھی وہ ایک ہفتے سے اپنے گاؤں گیا ہوا تھا۔۔۔

آج واپسی تھی... وہ دوا لے کر ٹی وی لاؤنج میں پڑے صوفہ پر ہی لیٹ گئی۔۔۔آنکھیں موندے وہ پورا گھنٹہ وہیں لیٹی رہی۔۔۔

سیل فون کی آواز پر اس نے دیکھا تو گلاب خان کا فون تھا۔

اسلام علیکم گلاب خان۔۔۔

وعلیکم اسلام۔۔۔کیسا ہے امارا بچا۔۔۔گلاب خان نے محبت سے کہا۔

ٹھیک گلاب خان۔۔۔آپ بتایں بی اماں کیسی ہیں؟

کیسا ہونا ہے جیسا ہوتا ہے جلا بھنا ام کا خون جلانے والا۔۔۔گلاب خان نے شرارت سے کہا حبا سمجھ گئی کے بی اماں پاس ہی موجود ہے گلاب خان کا مقصد بی اماں کو تنگ کرنا تھا۔

حبا مسکرائی تھی۔

گلاب خان کب آنا ہے واپس میں بہت اکیلی ہوگئی ہوں آپ دونوں کے بغیر۔۔۔وہ اداسی سے بولی

ہامارا سب خیر تو ہے نا ہم بس راستہ میں ہے۔۔ فون اسلئے کیا تھا تم کھانا مت بنانا تم کی بی اماں نے راستے میں ایک جگہ سے کابلی پلاؤ لینا ہے وہ کہتی ہے حبا کے ساتھ جا کر ام کھائے گا تو میں پہنچ کر تم کو بتاتا ہوں۔۔۔ گلاب خان جلدی جلدی بولا۔

ٹھیک ہے گلاب خان دھیان سے آئیں خدا حافظ۔۔۔اس نے فون بند کر دیا۔۔۔

فون بند کرتے ہی ابھی فون اسکے ہاتھ میں ہی تھا کہ مجتبیٰ کا فون آ گیا۔۔۔

ہیلو۔۔۔حبا نے فون اٹھا لیا تھا۔

تم باہر آ رہی ہو یا میں گھر آؤں۔۔۔۔اندازِ دو ٹوک تھا حبا کچھ بھی نہیں تھی۔

کیا مطلب۔۔۔۔حبا جو صوفہ پر لیٹی تھی اٹھ کے بیٹھ گئی۔

مطلب میں تمہاری سٹریٹ کے باہر ہوں،

want to meet u

تم آرہی ہو؟انتہائی سنجیدہ انداز تھا

پر۔۔اوکے میں آرہی ہوں۔۔ حبا نے اپنی طبیعت کا سوچا پھر جانے کے لیے اٹھی

منہ دھو کر ایک گلاس جوس کا پیا اور ہلکی گولڈن رنگ کی ہلکی سی شال کندھوں پر پھیلائے کھلے بالوں کی پونی ٹیل بنا کر وہ باہر آگئی مین گیٹ لاک کر کے وہ ہلکے قدموں سے چلنے لگی۔۔۔

مجتبیٰ کی گاڑی کو دور سے دیکھتے ہی دل کسی انہونی کے احساس سے دھڑکنے لگا۔۔۔

وہ گاڑی کے قریب پہنچی تو مجتبیٰ نے ڈرائیونگ سیٹ پے بیٹھے ہی اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ گئی۔۔۔مجتبیٰ کی حد سے زیادہ سنجیدگی اسے بری طرح کھل رہی تھی ایک تو غلطی بھی اپنی اور atitude بھی مجھے ہی دکھاتا ہے یہ انسان۔وہ دل ہی دل میں بولی۔

گاڑی وہ اسی سنسان سی سٹریٹ میں لے آیا تھا جہاں اکثر وہ ملتے تھے۔۔۔

گاڑی کو سٹریٹ میں لاکر اس نے اتنے زور سے بریک لگائی کہ حبا کا سر زور سے ڈیش بورڈ پر لگا۔۔۔

سی۔۔۔وہ کراہ اٹھی۔۔۔خون کی لکیر اسکے شفاف ماتھے پر نمودار ہوئی تھی۔۔۔

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی جب کہ مجتبیٰ اپنی نشست پر بے حس و حرکت بیٹھا تھا۔ وہ گاڑی کے اسٹیرنگ کو گھور رہا تھا۔

حبا نے بے یقینی اور حیرت سے اسے دیکھا جو حبا کی تکلیف پر ٹس سے مس نہیں ہوا تھا۔۔۔

دونوں طرف ایک شور برپا کرتی خاموشی تھی

تم کہاں جاب کررہی ہو۔۔5 منٹ کی تکلیف دہ خاموشی کے بعد مجتبیٰ نے سوال کیا۔

حبا نے اسکے سوال پر اسکی جانب دیکھا تو وہ کھا جانے والی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

حبا نے نظریں فوراً جھکا لیں تھیں۔۔۔وہ بری طرح گھبرا گئی تھی۔

میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔۔۔وہ دبے دبے غصّے میں بولا۔

کہیں بھی نہیں۔۔۔حبا نے رخ پھیر لیا۔

مجھے میری بات کا سچ سچ جواب دو۔۔ اس نے سختی سے حبا کا بازو پکڑ کر اسکا رخ اپنی جانب کیا اسکی گرفت اتنی سخت تھی اسے بری طرح تکلیف ہوئی تھی کچھ اسکی آنکھوں میں موجود طیش دیکھ کر حبا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ وہ خاموشی سے اسکی غصّے سے سرخ ہوتی بڑی بڑی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

مجتبیٰ کی گرفت کمزور ہوئی تھی۔۔۔وہ دروازہ کھول کر گاڑی سے باہر نکل کر حبا کی جانب آیا اور اب حبا کی سائیڈ کا دروازہ کھول کر اس نے حبا کو گاڑی سے باہر نکال کر دروازہ بند کیا اور حبا کو گاڑی کے دروازے کے ساتھ لگا کر ایک ہاتھ گاڑی پر رکھ دیا۔۔۔

بولو۔۔۔خواجہ انڈسٹری کو تم نے جوائن نہیں کیا؟ تم سرتاج خواجہ کو نہیں جانتی۔۔۔کیا تم اسکے ساتھ بیٹھ کر گھر نہیں گئی آج۔۔۔بولو یہ سب جھوٹ ہے نظر کا دھوکہ ہے۔۔۔بولو بولتی کیوں نہیں ہو۔۔۔وہ بری طرح دھاڑا تھا۔

حبا اپنی جگہ لرز کر رہ گئی۔۔۔وہ بے یقینی سے مجتبیٰ کو دیکھنے لگی۔۔۔

حبا مت دیکھو ایسے۔۔۔۔میں تو تھا ہی ایسا مگر تمہاری یہ معصوم صورت مجھے ایسے دھوکہ دے گی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔۔۔اب تمہارا خدا تمہارا مذہب تمہاری شریعت سب کہاں گئے۔۔۔۔بولو وہ جو دل میں آرہا تھا بول رہا تھا۔

مجتبیٰ بس کرو۔۔۔۔حبا نے اسے پیچھے کیا تھا۔

ہاں میں خواجہ انڈسٹری میں جاب کرتی ہوں ہاں میں نے تمہارے منع کرنے کے باوجود ایسا کیا۔۔۔مگر یہ میری ضرورت تھی۔۔۔حبا نے بہتے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے کہا

ضرورت۔۔۔۔ایک منٹ۔۔۔وہ واپس ڈرائیونگ سیٹ کی جانب گیا۔ پیسے نکال کر حبا کے سامنے آیا۔۔پانچ پانچ ہزار کے ڈھیر سارے نوٹ اس نے حبا کے ہاتھ میں پکڑائے۔۔۔۔

اور کتنی ضرورت ہے تمہاری اور کیا ضرورت ہے جسکے لیے تمہیں سرتاج خواجہ کی گاڑی میں جانا پڑا۔۔ وہ اب واقعی زہر اگل رہا تھا۔۔

مجتبیٰ۔۔۔وہ اسکے اس قدر بے ہودہ الزام پر تڑپ گئی تھی۔۔۔مجتبیٰ خدا کے لیے بس کر دو۔۔۔کاش اس

میں اتنی ہمت ہوتی کے وہ مجتبیٰ کے پیسے اسکے منہ پر مار سکتی مگر نہیں کر سکی۔۔اسکے سر میں پھر شدید درد ہونے لگا تھا

میری پوری بات سن کر الزام تراشی کرنا۔۔۔تم جیسا سمجھ رہے ہو ایسا کچھ نہیں۔۔

مجھے کچھ سننے کی ضرورت نہیں حبا عظیم میں نے تم پر اندھا اعتماد کیا جسکی مجھے یہ سزا ملی۔۔ میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں مگر کردار پر سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔۔

وہ حبا سے دور ہوا تھا حبا نے مجتبیٰ کے پیسے گاڑی کی سیٹ پر رکھے۔۔۔

مجتبیٰ تمہیں مجھ پہ یا میرے کردار پہ شک ہے؟ ان لڑکیوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کو دن رات تم ساتھ رکھتے ہو وہ کردار کی ٹھیک ہیں؟ حبا نے ہمت کر کے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا تھا۔۔۔

ہاں وہ ٹھیک نہیں۔۔آج تم نے بھی تو اپنے اور انکے بیچ اس فرق کو ختم کر دیا۔۔مجتبیٰ حد سے زیادہ بدگماں تھا

حبا صرف خاموش آنسو بہا رہی تھی۔۔۔۔

حبا میں نے تم سے واقعی محبت کی ہے صرف محبت۔۔۔۔اور تم نے۔۔۔

میں آج ابھی اسی وقت تمہیں چھوڑتا ہوں۔۔۔۔اور یہ۔۔۔اس نے حبا کا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اگر تم نے مجھ سے ایک لمحے کے لیے بھی محبت کی تو تمہیں اس محبت کی قسم یہ انگوٹھی تمہارے ہاتھ سے کبھی جدا نا ہو۔۔تمہیں بھی پل پل یہ دیکھ کر سوچ آئے کی تم نے کسی سے۔۔۔۔۔۔۔

اوہ سوری۔۔۔۔۔کسی نے تم سے محبت کی تھی۔۔۔

میں خود کو نہیں بدل سکتا تم سے شادی بھی نہیں کر سکتا تھا ابھی مگر تمہاری طرح دھوکے باز بھی نہیں تھا میں۔۔۔تم ہمارے بیچ ہمیشہ عجیب باتیں لے کر آتی رہی ہمارا رشتہ تمہیں اسی لیے کھٹکنے لگا تھا تمہیں یہاں جو مصروفیت مل گئی تھی۔۔۔۔

مجتبیٰ۔۔۔۔وہ بولنا چاہتی تھی جب ہاتھ کے اشارے سے اس نے اسے روک دیا۔

وہ اپنی گاڑی کی جانب بڑھنے لگا۔

مجتبیٰ جمال۔تم یہ ٹھیک نہیں کر رہے۔۔۔وہ اسے جاتا دیکھ کر رو پڑی تھی۔۔۔۔

میں کچھ غلط بھی نہیں کر رہا۔۔۔اس نے مڑ کر اسے دیکھا

مجتبیٰ جمال میں جن راستوں کی مسافر ہوں انکی منزل صرف تم ہو۔۔۔تم نا ملے تو در بدری ہی میرا مقدر ہو گی۔۔۔وہ خوبصورت آنکھوں میں اشکوں کا سمندر قید کیے ہوئے بولی۔

جس خدا کی تم مانتی ہو وہ تمہیں در بدر نہیں کریگا۔۔۔وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔۔۔

میں جس خدا کی مانتی ہوں وہ تمہارا بھی خدا ہے مجتبیٰ۔۔۔وہ اسے جتاتے ہوئے بولی

ہاں ہے۔۔۔لیکن میں اس خدا کو کبھی ہمارے بیچ نہیں لایا۔۔۔وہ اسکی باتوں سے اکتا رہا تھا

لانے کی ضرورت نہیں وہ تو ہر جگہ موجود ہے۔۔۔حبا نے نرمی سے کہا۔۔۔

فار گاڈ سیک۔۔۔جسٹ اسٹاپ اٹ ناؤ۔۔۔میں ہمیشہ کے لیے جا رہا ہوں۔۔۔وہ رخ موڑ گیا تھا

مجتبیٰ مجھے تم سے محبت۔۔۔وہ مزید بولنا چاہتی تھی جب مجتبیٰ نے اسکے لبوں پر سختی سے شہادت کی انگلی رکھی تھی۔

شش ششش۔۔۔یہ محبت کا نام اپنی زبان سے مت لو سمجھی۔۔۔لعنت بھیجتا ہوں میں ایسی محبت پہ وہ سختی سے بولا تھا غصّے سے اسکی آنکھیں لال تھیں اس نے سختی سے حبا کو اپنے راستے سے ہٹایا تھا۔

وہ اسے وہیں تاریک سنسان گلی میں چھوڑ کر زناٹے سے گاڑی لے نکال کر لے گیا تھا۔۔۔

اور یوں مجتبیٰ جمال اسکی زندگی سے ہمیشہ کے لیے چلا گیا تھا

سٹریٹ لائٹس نا جانے کیوں بند تھیں۔۔۔ہر سو ہنوز سناٹا تھا۔۔۔مگر جو سناٹا اسکے اندر بین کر رہا تھا۔

جو تاریکی اسکے دل کی دنیا پر چھا چکی تھی اسکے آگے اسے یہ سناٹے یہ تاریکیاں کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہے تھے وہ سکتے کے سے عالم میں گھر پہنچی تھی۔۔۔۔دروازہ بند کر کے وہ کئی گھنٹے کمرے میں زمین پر بیٹھی رہی۔۔۔بادلوں کی گرج آج اتنی زیادہ تھی کہ در و دیوار تک لرز رہے تھے۔۔۔نا جانے کہاں سے اچانک بادل آئے تھے۔۔۔بارش اسلام آباد کی گلیوں میں اتنی ٹوٹ کے برسی جیسے حبا کے وجود پر چھائے حزن کے ملال میں آسمان بھی بلک بلک کے رو پڑا ہو۔۔۔باہر آسمان آج برس رہا تھا اندر حبا آج اتنا روئی کہ گھر کے در و دیوار اسکے غم پر ماتم کرنے لگے۔۔۔وہ آج سب کچھ کھو چکی تھی۔۔۔اپنے احساس جذبات دل دھڑکن سب برستی بارشوں میں بہہ گئے تھے۔۔۔

☆......☆......☆

کیا۔۔۔۔ ماڑا تم کیسی باتیں کر رہا ہے۔۔۔ گلاب خان سب کچھ سننے کے بعد بالکل خاموش تھا مگر حبا کی آخری بات پر وہ حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

ہاں گلاب خان۔۔۔۔ رات میں نے پھر ابو کو خواب میں دیکھا انھیں میری تکلیف سے زیادہ شاہ میر کا احساس ہے وہ یہ ہی کہہ رہے تھے تم نے شاہ میر کے ساتھ غلط کیا اور اب تو مجھے بھی ایسا لگتا ہے۔۔۔۔ مجھے شاہ میر کی ضرورت ہے میں اکیلے نہیں رہ سکتی اب آپ ان سے بات کریں مجھے کسی طرح کے چکروں میں نہیں پڑنا۔۔۔ آپ کہیں کہ نکاح پڑھا کر مجھے یہاں سے اپنے گھر لے جائیں مجھے یہاں اب نہیں رہنا۔۔

اور اسی دن آئیں جس دن نکاح کرنا ہو۔۔۔ حبا نے صاف لفظوں میں کہا۔

مگر تم کی پھوپھی کو تم جانتا ہے ام کیسے تم کو۔۔۔۔

گلاب خان رات میں نے طوفان کی زد میں کاٹی ہے۔۔۔۔ یہ رات میں نے اپنی زندگی کا فیصلہ کر لیا ہے۔۔۔ شاہ میر کے علاوہ اب کوئی میری قسمت نہیں۔۔۔ آپ بات کریں میں اپنا آپ اللہ کے سپرد کر چکی ہوں۔۔۔ وہ میرے اس فیصلے پر راضی ہوگا۔۔۔ آپ شاہ میر سے بات کریں۔۔۔

حبا کہہ کر ظہر کی نماز ادا کرنے چلی گئی اور گلاب خان سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ شاہ میر کی محبت امر ہونے پر خوش ہو یا حبا عظیم کی محبت کے اجڑ جانے کا غم منائے۔۔۔

تقدیر کبھی کبھی انسان کو اس دوراہے پہ لا کھڑا کرتی ہے کہ انسانی عقل سمجھ نہیں پاتی کہ کونسا راہ اسکے حق میں بہتر ہے پھر آخر ہوتا وہی ہے جو رب کا فیصلہ ہوتا ہے اور رب کے فیصلے پر راضی رہنا ہی دانشمندی ہے۔۔۔

☆......☆......☆

خیریت گلاب خان آپ نے مجھے یوں اچانک بلایا۔۔۔ شاہ میر آفس سے سیدھا گلاب خان کے گھر آ گیا

ہاں خیریت ہی ہے۔۔۔ ام کو تم سے کچھ ضروری بات کرنا ہے۔۔۔ مطلب تم سے کچھ پوچھنا ہے۔۔۔ گلاب خان کے چہرے پر پریشانی واضح تھی اسکی الجھن اسکے چہرے سے عیاں تھی۔

حبا ٹھیک ہے گلاب خان۔۔۔ آپکو معلوم ہے کل رات ماموں جان کو خواب میں دیکھا وہ مجھے جیسے حبا کا خیال رکھنے کی تلقین کر رہے تھے۔۔۔ اس وقت سے میں بہت شرمندہ ہوں اور بہت بے بس محسوس کر رہا ہوں

میں ماموں کی اکلوتی اولاد کا خیال نہیں رکھ سکا۔۔۔۔وہ بے بسی سے بولا۔

اور گلاب خان اسکا خواب سن کر چونک گیا۔۔۔۔حبا نے بھی تو رات خواب دیکھا تھا۔۔۔۔واہ رے قدرت۔۔۔۔کیا اشارہ دیا تو نے۔۔۔۔کون کہتا ہے مجازی کا حقیقی سے تعلق نہیں ہوتا۔۔۔۔حقیقی سے مجاز اور مجاز سے ہی حقیقی تک رسائی ممکن ہے۔۔۔۔اس پروردگار نے ان دونوں کا اگر ایک ہونا لکھا ہے تو ایسا ہو کر ہی رہنا تھا چاہے اس میں مجتبیٰ جمال کی شکست ہو یا حبا عظیم کا نقصان لیکن جب کہیں ہار ہوگی تب ہی کہیں جیت ہوگی کوئی گھاٹے میں جائے گا تو کسی کا منافع ہوگا۔۔۔۔

دلوں کا ٹوٹنا بکھرنا اور پھر جڑنا اسے ہی تو کہتے ہیں۔۔۔۔۔

اگر تقدیر تم کو یہ موقع دے تو۔۔۔۔گلاب خان دور کہیں خلاؤں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

کیا مطلب۔۔۔۔شاہ میر نے گلاب خان کو دیکھا

مطلب حبا نے تم کو نکاح کا پیغام بھیجا ہے وہ تم سے شادی کر کے تم کے ساتھ تم کے گھر جانا چاہتا ہے۔۔۔۔گلاب خان نے اسے صاف لفظوں میں بتایا۔۔۔

کیا۔۔۔۔گلاب خان دوبارہ کہنا۔۔۔۔شاہ میر اپنی نشست چھوڑ کر کھڑا ہو گیا تھا

ہاں ماڑا یہ سچ ہے۔۔۔۔گلاب خان مسکرایا تھا

مجھے یقین نہیں آرہا گلاب خان۔۔۔۔شاہ میر سچ ہی کہہ رہا تھا۔۔۔

تو آپ یقین کر لیں۔۔۔۔حبا کی آواز پر شاہ میر نے پلٹ کر دیکھا۔۔۔ بے یقینی کی سی کیفیت اس پر طاری تھی۔۔۔

حبا نے سکون سے کہا اور اندر بی اماں کے کمرے میں چلی گئی۔۔۔۔

گلاب خان اور شاہ میر ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔۔۔

☆......☆......☆

اسے نہیں معلوم ایک ہفتے کے اندر اندر شاہ میر نہ پھوپھو کو کب کیسے منایا۔۔۔وہ بمشکل نکاح میں شامل ہوئیں تھی۔۔۔انتہائی سادگی سے اسکا نکاح شاہ میر علی سے پڑھوا دیا گیا تھا۔۔۔

مولوی صاحب گلاب خان اور گاؤں سے آیا گلاب خان کا بڑا بیٹا ابھی ابھی اس سے نکاح نامہ دستخط کروا کر گئے تھے۔۔۔

بی جان جن کو وہ کبھی بی اماں اور کبھی بی جان کہتی تھی انہوں نے اسے اپنے سینے سے لگا کر ڈھیروں دعائیں دی تھیں۔۔۔

حبا کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے پھوپھو عارفہ کے وجود پر گویا سوگ طاری تھا مریم اپنے نخرے میں تھی جب کہ تابندہ نے اسے مبارکباد دے کر مٹھائی کھلائی تھی۔۔۔۔

وہ اپنے جلد بازی کے اس فیصلے سے مطمئن تھی کہ نہیں مگر دل شاہ میر کی جانب سے مطمئن تھا وہ بہت خوش تھا اس نے نکاح کے تمام انتظامات خود کیے تھے۔۔۔رخصتی ایک ہفتے بعد طے ہوئی تھی۔۔۔

نکاح کے جوڑے سے لے کر حبا کی میچنگ جیولری تک اس نے تابندہ کو دے کر بھیجی تھی۔۔۔

عارفہ اور مریم بیگم مہمانوں کے جاتے ہی رخصت ہوگئی تھیں انہوں نے حبا کو دیکھنا تک گوارا نہیں کیا بی جان اور گلاب خان اور انکے بچے ہی آس پڑوس کے مہمانوں کو دیکھ رہے تھے شاہ میر کے کچھ دوست احباب بھی موجود تھے۔۔۔شاہ میر نے رات کے کھانے کا بہت اچھا انتظام کروایا تھا۔۔۔سب مہمان کھانا کھا کر جا چکے تھے۔۔۔

گلاب خان عشاء کی نماز کے لیے چلا گیا۔۔۔بی اماں گھر کی صفائی کروا کر وہیں صوفے پر بیٹھے بیٹھے سو گئیں۔حبا کو غیر معمولی خاموشی کا احساس ہوا تھا نکاح کے بعد سے وہ چپ چاپ بغیر کچھ کھائے پیے بیٹھی رہی۔

اچانک دروازے کی آواز پر اس نے دیکھا تو سفید شلوار کرتہ پہنے شاہ میر اندر آیا تھا۔۔۔اسکے چہرے پے جیسے نور سا بکھرا ہوا تھا۔۔۔نکاح جیسے مقدس رشتے نے جیسے اسے مہکا دیا تھا۔

وہ اپنی خوشبو بکھیرتا ہوا کھانے کی ٹرے پکڑے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔۔۔

اسلام علیکم نکاح مبارک حبا۔۔۔۔وہ مسکراتا ہوا بول رہا تھا۔۔۔

حبا کمرے میں بچھے دیوان پر بیٹھی تھی شاہ میر کو دیکھ کر کھڑی ہوگئی تھی۔۔۔

بے بی پنک کلر کا خوبصورت سے کام والا فراک پہنے بالکل کوئی گڑیا لگ رہی تھی۔۔۔جیولری کے نام پر

صرف بندیا اس نے ماتھے پر سجای ہوئی تھی۔۔۔۔باقی جیولری وہ اتار چکی تھی۔۔۔

کاجل سے بھری سیاہ بڑی بڑی آنکھیں اور گلابی ہونٹ۔۔۔وہ آج واقعی بے حد سادگی میں بہت پیاری لگ رہی تھی کسی معصوم بچی کی طرح وہ سر جھکائے کھڑی ہو گئی تھی۔۔۔۔

شاہ میر کھانیکی ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر حبا کی جانب بڑھا تھا۔۔۔

ایک بات کہوں۔۔۔۔ میں نے اتنی سادہ اور اتنی خوبصورت دلہن پہلی بار دیکھی ہے۔۔۔۔ یہ تمہارے لیے۔۔۔۔شاہ میر نے اسکی کلائی تھام کر خوبصورت گولڈ کا بریسلیٹ اسکی کلائی میں پہنا دیا۔۔۔

حبا نے جھکا سر اٹھا کر شاہ میر کو دیکھا وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔

جانتا ہوں ابھی رخصتی نہیں ہوئی مگر تم میرے نکاح میں آ گئی ہو تمہارے نام کے ساتھ میرا نام جڑ چکا ہے خدا کی قسم یہ سوچ ہی میری روح تک کو سرشار کر گئی ہے۔۔۔

حبا یک ٹک اسے دیکھنے لگی اور پھر نظریں چرا گئی۔۔۔

چلو آؤ کھانا کھاؤ پھر میں نکلتا ہوں بہت رات ہو گئی ہے۔۔۔وہ چمچ سے اسے رائس کھلانے لگا تھا۔

وہ چپ چاپ کھانے لگی تھی فی الحال اس سے کچھ بھی بولا نہیں جا رہا تھا۔۔۔

اس نے چہرے پر آئے بال پیچھے کیے۔۔۔

یہ رنگ بہت سوٹ کر رہی ہے تمہارے ہاتھ میں۔۔۔اسے اتارنا مت۔۔۔۔شاہ میر نے اسکے ہاتھ میں پہنی مجتبیٰ کی دی ہوئی انگوٹھی کو دیکھ کر کہا حبا نے ایک دم نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا چاول اسکے حلق میں پھنس گئے تھے وہ زور زور سے کھانسنے لگی۔۔۔

شاہ میر کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

آج صبح میں کچھ نیا تھا کچھ مختلف تھا کچھ ایسا جو براہ ہرگز نہیں تھا کچھ دل کو خوش کرنے والا بھی نہیں تھا مگر پھر بھی کچھ تھا جس سے دل شانت تھا روح مطمئن تھی ہر شے میں جیسے ایک ٹھہراؤ تھا وہ گھر بھر کی ایک ایک شے کو غور سے دیکھ رہی تھی وہ آج شام اس گھر سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہی تھی۔۔۔شاید کبھی نا لوٹنے کے لئے۔۔۔ اس نے اس گھر میں آنکھ کھولی اس گھر نے اسے جہاں مان عزت پیار محبت مسکراہٹیں دیں وہیں اس گھر میں اس نے اپنوں کو کھویا اپنی کی محبتوں کو کھو کر زندگی بھر کی محرومی اسکے حصّے میں آئی اسی گھر میں تاریک تنہا راتوں میں وہ بہت روئی اور پھر اپنی ہاری ہوئی محبت کی پوٹلی بھی تو وہ بند کر کے اسی گھر میں چھوڑ کر جا رہی تھی۔۔۔وہ اس گھر کو کبھی بھلا تو نہیں سکتی تھی مگر وہ یہاں واپس نا آنے کا مصمم ارادہ کر چکی تھی۔۔۔

لیکن کیوں؟؟؟؟؟ گلاب خان کو جب اسکے اس ارادے کا علم ہوا تو وہ عجیب پریشان ہوا۔

بتاتی ہوں پہلے آپ مجھ سے وعدہ کریں۔۔۔حبا گلاب خان کے پاس بیٹھ کر گلاب خان کے ہاتھ عقیدت سے تھام کر بولی۔

ہاں ماڑا بولو۔۔۔گلاب خان جانتا تھا وہ لڑکی کس کٹھن مرحلہ سے گزری اور گزر رہی ہے وہ اسکے دکھوں کا مداوا تو نہیں کر سکتا تھا کیونکہ دکھ کا مداوا دکھ دینے والا ہی کرتا ہے اور جب دکھ دینے والا ہی بے حسی پر اتر آئے تو اللہ کے سپرد معاملہ کر دینا چاہئے پھر وہ جانے اور اسکا کام گلاب خان بھی اسکے لئے بس دعا گو تھا۔۔۔

گلاب خان میں نے جب سے ابو کو دیکھا تب سے آپکو دیکھا۔۔۔جو عزت ابو کو دی وہ آپکو دی غرض جو محبت عقیدت ایک بیٹی اپنے والد کے لئے دل میں رکھتی وہی آپکے لئے میرے دل میں رہی اور رہے گی لیکن آپ ابو سے بھی ایک نمبر آگے رہے معلوم ہے کیسے۔۔۔حبا کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ گلاب خان کے ہاتھوں کو تھامے بول رہی تھی۔۔۔وہ ایسے جب جب میں سب سے چھپ کے روتی آپ مجھے چپ کرواتے میں اکلوتی ہونے کے باوجود عام بچوں کی طرح ماں باپ سے ضد کرنے کے بجائے آپکو اپنی خواہش بتاتی اور آپ ابو سے بات کرتے امی کی وفات کے بعد ابو بھی آپ کے آگے چھپ چھپ کر روتے اور میں بھی گویا آپ ابو اور میرے ہم دونوں کے راز دار رہے۔۔۔ابو کے بھی جانے کے بعد میں نے ایک شخص سے محبت کی اور بہت

زیادہ کی اور آپکو بتا کر کی آپ کے سامنے حبا عظیم کھلی کتاب ہے میں نے غلط نہیں کیا گلاب خان میں نے صرف محبت کی سیج میں گلاب خان میں نے مجتبیٰ جمال سے بے پناہ محبت کی مگر جو ذلت ورسوائی مجھے مجتبیٰ کے شک سے محسوس ہوئی اس رات مجتبیٰ نے چھوٹی سی غلط فہمی کی بنا پر میرے کردار پر شک کیا وہ مجھے اب کبھی پلٹنے نہیں دے گا ۔۔اس نے مجھے پیسوں کے لئے ۔۔۔۔۔۔بولتے بولتے اسکا ضبط جواب دے رہا تھا۔۔اس نے میری تنہائی میری مجبوری کو نہیں سمجھا۔۔۔میرے شادی کے مطالبے کو بار بار جھٹلایا۔۔۔میں ابھی بھی مانتی ہوں اس نے بھی محبت کی۔۔مگر وہ مجبور نہیں ہے وہ اکیلا نہیں ہے وہ لڑکی نہیں ہے مرد ہے وہ میرے خیال احساسات کو نہیں سمجھ سکا۔۔۔وہ گناہ ثواب کے جھنجٹ میں نہیں پڑ سکتا مگر مجھے کسی ایک راستے کو چننا تھا گلاب خان میرا ضمیر بار بار مجھے جھنجوڑ رہا تھا۔۔۔ابو خواب میں آکر مجھے کہہ رہے تھے کہ میں غلط ہوں تو میں۔۔۔۔۔۔میں کیا کرتی میں ضمیر سے آنکھ نا بچاسکی میرے پاس صرف ایک راستہ تھا ان سب سے فورا دور جانے کا اور وہ راستہ تھا شاہ میر۔۔۔اور اب۔۔۔۔اس نے اپنے لگاتار بہتے اشکوں کو صاف کیا۔

اب میں مطمئن ہوں گلاب خان۔۔۔آج میں تمام باب اس گھر میں بند کر کے جاؤں گی۔۔۔آپ سے ایک وعدہ یہ چاہیے۔۔۔اس نے گلاب خان کی آنکھوں میں اپنی سرخ ہوتی بھیگی آنکھوں سے دیکھا۔۔۔میرے جانے کے بعد مجتبیٰ کو معلوم نہیں ہونا چاہیئے کہ میں اس وقت کہاں ہوں کس کے ساتھ ہوں اور کیوں ہوں؟ عجیب پراسرار سا لہجہ تھا اسکا۔

تم کو ابھی بھی لگتا ہے کہ وہ آئے گا؟ گلاب خان نے سوال کیا

ہاں وہ آئے گا۔۔۔ضرور آئے گا ایک بار ہی سہی جب اسے اپنی غلطی معلوم ہوگی تو وہ آئے گا۔۔۔اور آپکے پاس ہی آئے گا۔۔۔حبا نے اچھی طرح اپنا چہرہ ہتھیلیوں سے صاف کیا اور لمبی سانس لی۔۔۔

ضروری تو نہیں وہ ام کے پاس ہی آئے اور پھر...... خیر چھوڑو۔۔۔دفع کرو تم اسکو۔ٹھیک ہے جیسا تم چاہتا ویسا ہوگا مگر تم کو خوش رہنا ہوگا بس۔۔گلاب خان نے مسکرا کر اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔وہ حبا کو مزید نہیں الجھا سکتا تھا۔۔

اور آخری وعدہ وہ کبھی بھی یہاں آئے آپ مجھے یہ بات نہیں بتائیں گے کبھی بھی نہیں۔

۔۔۔یہ کیسے ہوسکتا تھاوہ اپنی محبت کو بے قرار کر کے خود قرار میں رہتی گویا ناختم ہونے والی ایک اذیت کا انتخاب اس نے اپنی ذات کے لیے بھی کرلیا تھا۔۔۔یہ کہتے ہوئے حبا کے چہرے پر ایک کرب تھا جو گلاب خان کی آنکھوں سے چھپ نا سکا وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔

اور پھر وہ ہمیشہ کے لئے شاہ میر کی زندگی میں آ گئی۔۔۔شاہ میر ایک باوفا با کردار اور خیال رکھنے والا شوہر ثابت ہوا تھا وہ اپنے انتخاب پر مطمئن تھی۔۔۔گو کہ عارفہ بی بی اور مریم نے ابھی تک اسے دل سے تسلیم نہیں کیا تھا مگر شاہ میر جو ہر ہر کٹھن موڑ پر حبا کی ڈھال بن جاتا اسکے سبب زندگی اتنی مشکل محسوس نا ہوتی۔۔ اسلام آباد حبا کے گھر سے راولپنڈی شاہ میر کے گھر تک کا فاصلہ کوئی آدھے گھنٹے کا تھا فاصلہ تو نا ہونے کے برابر تھا مگر سٹیٹس کا بہت بڑا افرق تھا ایک مڈل کلاس محلے کی تنگ گلی میں یہ سادہ لیکن قدرے کشادہ گھر شاہ میر کا تھا سامنے کی جانب قطار میں 3 کشادہ کمرے کمروں کے آگے چپس ڈلا برآمدہ اور برآمدے کے آگے بنا اینٹوں کا صحن۔۔جسکی بائیں جانب مٹی کی کیاریوں میں پودے لگے تھے اور انہی کے ساتھ چھت کو جانے والی کچی پکی سیڑھیاں تھیں اور دائیں جانب کچن اور کچن کے ساتھ ہی چھوٹی سی بیٹھک تھی جسکا ایک دروازہ صحن جبکہ دوسرا گلی میں کھلتا تھا۔۔حبا نے ان دو سالوں میں گھر سے لائے ہوئے اپنے زیادہ تر سامان سے گھر کو اچھا خاصا مینٹین کرلیا تھا ۔۔۔۔وہ شاہ میر کے جانے کے بعد کام والی ماسیوں کی طرح گھر بھر کے کاموں میں جت جاتی۔۔۔عارفہ بی بی اپنی دونوں بیٹیوں کو لے کر بس کھاتی پیتی یا گھومتی پھرتی رہتیں۔۔۔شاہ میر کے سامنے انکے رویے میں پھر بھی تھوڑی نرمی آجاتی مگر اکیلے میں انہوں نے سرے سے کسی کام کو نا خود ہاتھ لگانا ہوتا نا ہی اپنی بیٹیوں کو لگانے دیتی۔۔گلاب خان اکثر اسکی خبر لینے کسی نا کسی سوغات کے ساتھ ضرور آتا تھا۔۔۔مگر عارفہ بی بی کی جلی کٹی باتیں سن سن کر طعنے برداشت کر کر وہ تھک بھی جاتی اور حبا اسی وجہ سے بہت بار بیمار ہوتی مگر شاہ میر سے کچھ بھی شکایت نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔اکثر شاہ میر اسکی حالت دیکھ کر اسے ڈپٹتا کبھی خود کو کوستا از حد فکر مند ہوتا مگر حبا کی زبان پر صبر کے ایسے قفل لگے تھے جو کھلنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔۔اور کھلتے بھی کیسے کوئی سبب ہی نہیں تھا اب جو قسمت میں تھا جیسا تھا بس وہی اسکا تھا جو اسے ہر صورت برداشت کرنا تھا بہت ہمت سے بہت حوصلے سے۔

☆......☆......☆

مغرب کے فورا بعد بادلوں نے جڑواں شہروں میں ایسے ڈیرے ڈالے کے ہر سو کالی گھٹائیں چھا گئیں گرج تیز ہوئی اور آسمان سے زوردار مینہ برسنے لگا۔۔۔حبا عظیم بادل کی زوردار گرج کے ساتھ ہی اپنے ماضی کے دریچوں سے باہر نکل آئی۔۔۔اس ماضی سے نکلنے میں اسکا دل دماغ تھک کر چور ہو گیا تھا غم و ہجر کی مسافتوں کے زخم جیسے کسی نے کھرچ ڈالے تھے اور ایک بار پھر سب کچھ کھونے کا احساس اسے شدت سے ہوا تھا۔۔۔

وہ بمشکل کمرے کی کھڑکی تک آئی تھی جو گھر کے پیچھے ایک خالی پلاٹ کی جانب کھلتی تھی۔۔۔کھڑکی کھلتے ہی یخ ہوا نے اسکے لمبے سنہری بالوں کو بکھیر دیا تھا وہ بخار سے تپتے وجود کے ساتھ کھڑکی کا سہارا لئے کھڑی ہو گئی۔۔۔ہاتھ کھڑکی سے باہر نکالا تو ٹھنڈی بوندوں نے اسکی ہتھیلی کو بھگو کر کچھ احساس دلایا۔۔۔حبا کی آنکھوں نے بھی برسنا شروع کر دیا۔۔۔ اس نے اچانک گھبرا کر آنکھیں کھولیں۔۔۔مجتبیٰ کا احساس اسے اپنے قریب محسوس ہوا تھا بارش اور تیز یخ ہوا سے جیسے مجتبیٰ کی خوشبو ٹکرا کر اس تک پہنچ رہی ہو۔۔۔وہ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔۔۔کھڑکی تھامے ہاتھ پر نظر پڑی تو اسکی پہنائی انگوٹھی آب و تاب سے چمک رہی تھی۔۔۔

وہ جلدی سے کھڑکی بند کر کے اسکے ساتھ ہی ٹک گئی۔۔۔

وہ بخار سے تپ رہی تھی مزید اس میں کھڑے رہنے کی ہمت نہیں تھی نہ اس نے صبح سے کچھ کھایا تھا اور نہ ہی کسی نے پوچھنے کی زحمت کی نجانے کیوں مجتبیٰ جمال کا احساس اسے تڑپا رہا تھا وہ محسوس کر رہی تھی جیسے وہ اسکے آس پاس ہو لیکن وہ تو کہیں نہیں تھا پھر کیوں یہ ہوائیں چیخ چیخ کر اس کی موجودگی کا احساس دلا رہی تھیں۔۔۔

وہ خود کو سنبھالتے ہوئے بستر تک لائی اور پھر اسے کچھ ہوش نہ رہا وہ وہی بستر پر ڈھے گئی۔۔۔

☆......☆......☆

بابو عالی بی بی کہہ رہی ہیں تم جلدی گھر جاؤ۔۔۔تارا جلدی سے خیمے سے باہر آتے ہوئے بولا۔۔۔ہاتھ میں چھتری پکڑے وہ خواجہ سرا اسکے پاس کھڑا تھا۔۔۔

مگر ابھی تو۔۔۔شاہ میر کچھ بولنے لگا جب تارا نے اسکی بات کاٹی۔

بابو بات سمجھو فورا گھر جاؤ عالی بی بی نے فوری طور پر تمہیں جانے کو کہا۔۔۔آئے ہائے۔۔۔یہ پکڑو اور جاؤ۔۔۔تارا نے چھتری شاہ میر کے ہاتھوں میں تھما کر مخصوص انداز میں تالی پیٹی۔۔۔اور خود واپس اپنی جھگی

میں چلی گئی۔۔۔۔۔

عالی بی بی۔۔۔سب خیر۔۔۔آج میر بابو کے لیے دعا بھی نہیں کی۔۔۔تارا ٹھنڈی روٹی پر اچار رکھ کر عالی بی بی کو دیتے ہوئے بولا۔

خیر ہی تو نہیں تارا، سب جیسے جیسے فنا ہو رہا کس کا درد کب کس کے درد پر بازی لے جائے کچھ معلوم نہیں۔۔۔ہمیں سب کچھ تکلیف میں لگ رہا ہم بچپن سے اب تک ایک بہت بڑی اذیت جھیل رہے ہیں مگر سچ کہیں اپنی اذیت اب محسوس نہیں ہوتی اس رب سوہنے کی دنیا میں دکھوں کی کمی نہیں بہتات ہے ہر طشتری میں دکھ بکھرے ہوئے ہیں۔۔۔خیر آج میر بابو کو میری دعا کی نہیں کسی کو میر بابو کی ضرورت ہے۔۔۔پھر بھی ہماری دعا انکے ساتھ ہے۔۔۔ہمیشہ ہر پل۔۔۔۔عالی بی کے نیلے ہونٹوں سے دھواں نکل رہا تھا۔۔۔

☆......☆......☆

وہ صبح دیر سے جانے کی وجہ سے 5 بجے گھر آنے کے بجائے 7 بجے واپس لوٹا تھا وہ سارا دن حبا کے لیے فکر مند رہا واپسی پر وہ تیز بارش ہونے کے باوجود عالی بی بی کے پاس پہنچ گیا تھا۔۔۔وہ سارے راستے سمجھ نہیں پایا کہ آج عالی بی بی نے کیوں اسے جلدی گھر جانے کو بولا۔۔۔مگر گھر جاتے ہی یہ انکشاف بھی ہو گیا۔۔ گھر آتے ہی بائیک پارک کر کے اس نے ہیلمیٹ اتارا ۔۔۔پینٹ شرٹ پر بلیک لیدر کی جیکٹ جو مکمل بھیگ چکی تھی جلدی سے اتار کر برآمدے کی چارپائی پر پھینکی اور اپنے گیلے سیاہ بالوں کو ہاتھوں سے ادھر ادھر کرتے وہ تیزی سے کمرے میں آیا تھا۔۔۔

غیر معمولی خاموشی شاہ میر کو کھٹکی تھی لائٹس آن کر کے وہ کمبل لپیٹے بے سدھ پڑی حبا کے قریب آیا وہ بخار میں تپ رہی تھی۔۔۔

حبا۔۔حبا۔۔۔تین چار آوازیں دینے کے باوجود وہ ٹس سے مس نا ہوئی تو شاہ میر نے اسکا کمبل ہٹا کر اسکے چہرے کو ہاتھ لگایا تو شاہ میر کو کرنٹ سا لگا تھا اس کے سرد ہاتھ کو گویا کسی بھٹی میں رکھ دیا ہو۔۔۔اسکے ہلانے پر بھی حبا کے وجود نے کوئی حرکت نہیں کی شاہ میر کے اوسان خطا ہو گئے۔۔۔

تابی تابی۔۔۔۔اس نے بدحواسی میں زوردار آواز لگائی۔

ج جی۔۔۔ بھائی۔۔۔۔تابی سہمی ہوئی آئی۔

حبا کو کیا ہوا؟ اس نے کچھ کھایا؟ کوئی دوا وغیرہ لی تھی اس نے؟ وہ پریشانی سے چلایا تھا

بھائی۔۔۔ بھابھی تو آج باہر نکلی ہی نہیں۔۔۔۔تابی نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا

تو تم لوگوں نے بھی نہیں پوچھا؟؟؟ اف خدایا۔۔۔وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔۔۔

وہ ایک بار پھر بے بسی سے حبا کو بلانے لگا۔تابی کو کچھ بھی کہنا فضول تھا مریم اور عارفہ بی بی کو حبا کے مرنے جینے سے فرق نہیں پڑتا تھا اور علی صاحب تو خود بستر پر بے بسی کی تصویر بنے لیٹے تھے۔ایسے میں تابی ماں بہن کے مکمل کنٹرول میں تھی وہ کیا بول سکتی تھی۔۔حبا کو بار بار ہلانے کے باوجود وہ ہوش میں نہیں آ رہی تھی۔۔۔وہ بے بسی سے تابی کو دیکھنے لگا جو واقعی فکر مند دکھائی دے رہی تھی تم حبا کے پاس رہو میں آتا ہوں۔۔۔وہ کہہ کر باہر نکلنے لگا

پر بھائی بھابھی۔۔۔۔تابندہ کو حبا کی حالت تشویشناک لگ رہی تھی

شاہ میر ایک نظر تابی اور دوسری نظر حبا پر ڈال کر باہر نکل آیا۔

باہر بارش بھی حد سے سوا تھی۔۔۔شاہ میر باہر برآمدے تک آ کر برستی بارش کو دیکھنے لگا۔۔۔یہ بارش بھی رکنے کا نام نہیں لے رہی اور حبا کو کیسے لے کر جاؤں؟ کسی ٹیکسی میں؟ پر کیسے اس موسم میں۔۔۔۔اس نے کالے سیاہ آسمان کو تیز مینہ برساتے دیکھا اور پھر جیب سے والٹ نکالا۔

والٹ میں صرف چند سو روپے تھے مہینے کا اینڈ تھا اور شاہ میر کے پاس صرف روز بائیک کے لیے پیٹرول کے پیسے تھے۔۔۔شٹ۔۔۔وہ زور سے دیوار پر ہاتھ مار کر رہ گیا

اور اسی شش و پنج میں گھر سے باہر نکل گیا۔۔۔

☆......☆......☆

نوال کمال حسن نے اتنی تذلیل کے بعد بھی کمال ضبط کا مظاہرہ کیا تھا وہ ہنستی مسکراتی ارحم کے ساتھ اس گیٹ ٹو گیدر میں شامل تھی۔۔۔دل کی حالت تو عجیب تھی مگر اس دشمن جاں کی سالگرہ کو خراب کرنے کا اسکا کوئی موڈ نہیں تھا وہ تو اسکو خوش دیکھنا چاہتی تھی اسکے اندر موجود کرب کو ختم کرنا چاہتی تھی۔۔۔زندگی سے بھرپور مجتبیٰ کی ہنسی

دیکھنا چاہتی تھی۔۔۔مگر نہیں وہ نہیں بدلا تھا وہ ویسا ہی تھا جیسا ان دو سالوں میں رہا بدمزاج چڑ چڑا اکھڑ۔۔۔مگر وہ نوال سے اس لہجے میں کیوں بولا۔۔۔وہ اپنی تذلیل بھول کر اب اسکے لیے فکرمند تھی۔۔۔

دوسری جانب ارحم جمال حسن نوال کی خوبصورت مسکان پر نثار ہو رہا تھا اسکی دھڑکنوں نے جیسے نوال کے نام پر دھڑکنا شروع کر دیا تھا۔۔۔

اسلام آباد راولپنڈی کی طرح شام ڈھلتے ہی monal پر بھی بادلوں نے ڈیرے جما لیے تھے سردی کے مہینے میں سرد رات ٹھنڈی مست ہوا پہاڑوں کے بیچ و بیچ دلکش قیمتی لائٹس سے آراستہ یہ ریسٹورنٹ اور بادلوں کی اٹھکیلیوں نے ماحول کو چار چاند لگا دیے تھے۔۔۔ہلکی ہلکی موسیقی نے ماحول کو اور بھی خوبصورت بنا دیا نوجوانوں کے دل اس ماحول میں اور بھی جھوم اٹھے تھے۔۔۔مہمان گو کہ زیادہ نہیں تھے مگر کچھ قریبی عزیزوں کو صبیحہ بیگم نے انوائٹ کیا ہوا تھا۔۔۔

صبیحہ بچے ماشاءاللہ کتنے خوش ہیں نا۔۔۔نجمہ بیگم نے ارحم اور نوال کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا

الحمدللہ ابھی دیکھنا کچھ دیر بعد اور بھی خوش ہو جائیں گے۔۔۔صبیحہ بیگم نے آنکھ دبا کر مسکرا کر بہن کے کان میں سرگوشی کی جس پر دونوں بہنیں خوب محظوظ ہوئیں اور دیگر مہمانوں کے ساتھ ہلکے پھلکے سنیکس کے ساتھ ساتھ خوش گپیوں میں مصروف ہو گئیں۔۔۔

☆......☆......☆

وہ کافی دیر اکیلا سائیڈ پے کھڑا سگریٹ پھونکتا رہا آدھے آدھے سگریٹوں کو کش لگا لگا کر پھینکنے اور بینسن کی ڈبی خالی کرنے کے بعد۔۔۔ویٹر سے دو کوک منگوا کر پی۔۔۔جب دماغ ٹھنڈا ہوا تو ذرا سا گیلٹ بھی ہوا۔۔۔میں نے اس بیچاری کے ساتھ کچھ زیادہ ہی اوور ری ایکٹ کر دیا۔۔۔خیر کوئی بات نہیں apology کر لوں گا وہ اب اس بات کو مکمل نظرانداز کر چکا تھا

وہ رومان اور اپنے دیگر دوستوں اور کزنز کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔۔۔رومان کی گفتگو بہت دلچسپ ہوتی تھی وہ سب اب خوب محظوظ ہو رہے تھے۔۔۔

ارحم نوال اور اسکی فرینڈز کو خوب کمپنی دے رہا تھا وہ تمام لڑکیوں میں مسخرا بنا بیٹھا تھا سب لڑکیوں کا وہ ہمیشہ

ہی فیورٹ رہتا تھا۔

یار کتنا بور میوزک ہے۔۔۔نوال تم کیوں نہیں گاتی۔۔۔اتنی سریلی آواز ہے تمہاری۔۔۔نوال کی ایک دوست نے تو گویا نوال کے سر پر بم پھوڑا تھا وہ یہ راز فاش ہونے پر اچھل ہی تو پڑی۔۔۔

شٹ اپ انعم۔۔۔نوال نے ٹیبل کے نیچے سے اسکے پیر پر اپنا ہیل والا سینڈل زور سے مارتے ہوئے گھورا وہ جانتی تھی اب ارحم اسے نہیں بخشے گا

ریئلی ؟؟؟؟؟؟ارحم نے نظریں گھما کر شرارت سے نوال کو دیکھا۔۔۔

No ofcourse she is kidding

نوال نے بوکھلا کر کہا تھا

No m not kidding arham damn sure about it...

انعم نے بھی تو پاؤں پر لگنے والی ہیل کا بدلہ لینا تھا

اوکے چلو پھر آج تو بھائی کی برتھڈے پارٹی اور بھی امیزنگ ہونے والی ہے نوال کمال حسن کے سانگ کے ساتھ۔۔۔

وہ نوال کا ہاتھ پکڑ کر اسے مائک کے پاس بیٹھے ایک سنگر لڑکے کے پاس لے آیا۔۔۔

ارحم پلیز میں تمہیں اکیلے میں سنا دوں گی ابھی نہیں سب کے سامنے۔۔۔اب وہ کیا بتاتی مجتبیٰ سے بے عزتی کروانے کے بعد اسکا دل گانے کو کیسے کرے کوئی اور موقع ہوتا تو وہ گا بھی لیتی۔۔۔

تم یونیورسٹی میں سنگنگ کمپیٹیشن ون کر سکتی ہو تو کہیں بھی گا سکتی ہو سو پلیز۔۔۔ارحم نے اسکے ہاتھ کو دوستانہ انداز سے اپنے ہاتھ میں دبایا تو نوال کمال حسن بے بسی سے اپنے اس پیارے سے کزن کو دیکھ کے مسکرائی تھی۔۔۔دور بیٹھا مجتبیٰ جمال اپنے بھائی اور نوال کمال حسن دونوں کو دل ہی دل میں احمق کہہ کر دوبارہ باتوں میں لگ گیا

☆......☆......☆

رات کے 8 بجے مجتبیٰ جمال اور انکی فیملی کے لیے ایک بڑی سے فیملی ٹیبل لگوائی گئی جس پر انواع اقسام کے

کھانے سجے ہوئے تھے ارحم اور نوال لائٹس آف ہونے پر کیک کی ٹرالی لیے لڑکے لڑکیوں کے شور اور ہیپی برتھڈے کے ہلکے سے میوزک کے ساتھ وہاں آئے تو مجتبیٰ جمال انکی اس بچگانہ سی حرکت پر بے ساختہ مسکرایا تھا۔۔۔

لائٹس آن ہونے پر کیک کو مجتبیٰ کی سیٹ کے سامنے رکھ کر ویٹر نے knifecutting پکڑائی۔۔۔

ہیڈ چیئر پر مجتبیٰ تھا ساتھ دائیں جانب صبیحہ بیگم اور بائیں جانب نجمہ بیگم تھیں۔۔۔ باقی لوگ بھی اپنی اپنی سیٹس پر بیٹھے لطف اندوز ہو رہے تھے۔۔۔

رومان اپنے قیمتی آئی فون سے پکس لینے میں مصروف تھا جبکہ نوال اور ارحم بھی مجتبیٰ کی ہیڈ چیئر کے ساتھ چپکے کھڑے تھے۔۔۔

مجتبیٰ کے لیے یہ situation offend تھی وہ ایسی بچگانہ حرکتیں ہرگز پسند نہیں کرتا تھا مگر اس وقت جو سکون وخوشی وہ اپنوں کے چہروں پر دیکھ رہا تھا اسے دیکھ کر مجتبیٰ کو بھی اچھا لگ رہا تھا اگر ان سب کی خوشی اس میں تھی تو وہ انکے اس سیلیبریشن پر بھی خوش تھا۔۔۔

بھرپور تالیوں کی گونج میں اس نے کیک کاٹا۔۔۔ اس نے امی اور خالہ جان کو کیک کھلایا پھر ارحم کو کھلانے کے بعد اس نے کیک والا ہاتھ نوال کی جانب بڑھایا۔۔۔ نوال نے خفگی سے مجتبیٰ کو دیکھا۔۔۔

مجتبیٰ نے مسکرا کر اسے سوری بولا

اور نوال کمال حسن کا دل جیسے سنگ مرمر کی طرح شفاف ہو گیا مسکرا کر اس نے کیک کھایا اور مسکراتے ہوئے مجتبیٰ کو ہیپی برتھڈے بولا۔۔۔

پھر ڈھیروں قیمتی تحائف وصول کرنے کے بعد وہ اب یہاں سے جانا چاہتا تھا مگر صبیحہ بیگم نے بتایا ابھی ایک اور سرپرائز ہے تمہارے لیے۔۔۔ مجبوراً اسے بیٹھنا پڑا مہمانوں کو کیک کے ساتھ ساتھ سوپ شاشلک فرائیڈ رائس، چومن اور مختلف ڈیزرٹ ویٹر سرو کر رہے تھے۔۔۔ مجتبیٰ کے لیے اب یہ بہت زیادہ ہو گیا تھا وہ اب اکتانے لگا تھا وہی اداسی وہی گھٹن اس پر سوار ہونے لگی تھی۔۔۔

یار رومان اب یہ سب بند کرواؤ۔۔۔ مجتبیٰ نے سائیڈ پر جا کر رومان کو کہا۔

یار پتا نہیں کیا سر پرائز ہے جو ڈیلے ہو رہا ڈونٹ وری تم ریلیکس رہو میں پتا کرتا ہوں۔۔۔رومان مجتبیٰ کو اچھے سے جانتا تھا اس سے پہلے اسکا دماغ پھر گرم ہو وہ فورا نجمہ بیگم کے پاس گیا۔

ماما موسم خراب ہے اب یہ گیدرنگ وائنڈ اپ کریں۔۔۔

اور اتنی ہی دیر میں ہلکی رم جھم تیز بارش میں بدل گئی۔۔۔

نجمہ اور صبیحہ بیگم ایک بار پھر کھسر پھسر کر کے بیٹھ گئیں آجاؤ بچوں قریب آؤ۔۔۔

انہوں نے مسکرا کر سب کو مخصوص ٹیبل پر اکٹھا کیا مجتبیٰ ارحم نوال اور رومان قریب آ گے۔۔۔

آج یہ گیدرنگ صرف مجتبی کی سالگرہ کیلیئے ہی نہیں تھی بلکہ ہم بہنوں نے اپنے رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے بچوں کو بھی ایک ساتھ رشتے میں جوڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔۔۔صبیحہ بیگم کے انکشاف پر سب ہی حیران تھے جبکہ مجتبیٰ نے اس بات کو ہی قطعی نظر انداز کیا تھا۔

رومان کے اردگرد کسی انہونی کے ہونے کے خدشات منڈلانے لگے تھے۔

نوال ناسمجھی سے ماں سے آنکھوں ہی آنکھوں میں استفسار کر رہی تھی۔

رشتہ۔۔۔مطلب میرا اور نوال کا رشتہ۔۔۔مگر امی کو کیسے علم ہوا؟؟؟؟ کیا واقعی آج کا دن بھائی کے ساتھ ساتھ میرے لیے بھی خاص ہونے والا ہے۔۔۔ارحم نے خوشگوار حیرت سے سوچا

ہم جانتے ہیں ھمارے بچے اس فیصلہ سے لاعلم ہیں مگر ہمیں یقین ہے بچے ھمارے اس فیصلے کو نا صرف قبول کریں گے بلکہ خوشی خوشی رضامند بھی ہوں گے نجمہ بیگم نے بہت مان اور محبت سے کہا۔۔۔

ماما یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔۔۔پلیز کوئی بھی ایسی ویسی بات ابھی نا کیجیئے گا۔۔۔رومان نے ماں کے قریب ہو کر دبے لہجے میں تنبیہ کی تھی۔۔۔

مہمانوں کی توجہ اب اور بھی مبذول ہو چکی تھی۔۔۔

میں اپنی بہن نجمہ کی بہت پیاری بیٹی نوال کمال کو اپنے بیٹے مجتبیٰ جمال سے منسوب کرتی ہوں اور باقاعدہ رشتہ پکا کرتی ہوں۔۔۔صبیحہ بیگم نے خوشی خوشی اعلان کیا

جس پر رومان ایک ہاتھ سر پر رکھ کر منہ پھیر کر بے بسی سے شٹ شٹ بول کر رہ گیا۔۔۔

نوال نے بوکھلا کر مجتبیٰ کو دیکھا۔۔۔مجتبیٰ کی نظریں ایک دم ہی بدلی تھیں آنکھوں میں عجیب غصہ تھا جس غصّے سے اس نے نوال کو دیکھا نوال تو جیسے جرم نا ہونے کے باوجود مجرم سی بن گئی تھی۔۔۔پھر وہ حیرت سے ماں کو دیکھنے لگا۔۔۔آنکھوں میں غصّہ لیے وہ ششدر سا ماں کو دیکھنے لگا۔

کچھ ٹوٹا تھا تو وہ قدم قدم پیچھے ہوتے ارحم کا ٹوٹا تھا دل ٹوٹا امید ٹوٹی خواب ٹوٹا یا جو بھی تھا دل نے جیسے ایک لمحے کے لیے دھڑکنا چھوڑ دیا ہو آنکھوں سے جیسے بینائی چھن گئی ہو پل بھر میں جیسے ایک سناٹا چھا گیا ہو۔۔۔

مجتبیٰ سب کے بیچ کچھ بولنے لگا جب فوراً سے پیشتر رومان نے آگے بڑھ کر تمام مہمانوں سے معذرت کی اور ضروری فون کے بہانے اسے سائیڈ پر لے آیا۔۔۔

چھوڑو مجھے اس سب کے لیے روکا تھا مجھے۔۔۔تم۔۔۔تم اس سے پہلے کچھ بولتا رومان نے اسے ٹوکا میں قسم کھاتا ہوں تمہاری طرح میں بھی اس معاملے سے لاعلم تھا۔۔۔

مجتبیٰ بیٹا۔۔۔صبیحہ بیگم نے پیچھے سے آواز دی رومان بے بسی سے انھیں دیکھ کر سائیڈ پے ہو گیا۔۔۔

مجتبیٰ رخ پھیرے کھڑا رہا وہ کیسے خود پر ضبط کر رہا تھا یہ وہی جانتا تھا۔۔۔

مجتبیٰ یہ کیا طریقہ ہے۔۔۔صبیحہ بیگم نے اسکے سامنے آ کر کہا

بارش اور سرد یخ ہوا کے باوجود مجتبیٰ کا وجود جیسے سلگ رہا تھا

امی یہ تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ کیا طریقہ ہے بنا پوچھے دس بندوں میں اتنی بڑی بات کیسے اور کیوں کی؟ مجھ سے پوچھے بغیر میری زندگی کا اتنا اہم فیصلہ کر لیا۔۔۔۔وہ احتجاجاً بولا

ماں ہوں تمہاری تمہارے لیے جو بھی فیصلہ کروں گی بہتر کروں گی۔۔۔۔صبیحہ بیگم نے مطمئن سے انداز میں کہا جیسے وہ مجتبیٰ کے اس ری ایکشن کے لیے تیار تھیں

باقی جو مرضی ہے کریں آپ کر سکتی ہیں مگر یہ حق میں نے آپکو بھی نہیں دیا سو ایم رئیلی سوری۔۔۔مجھے یہ لڑکی قبول نہیں کسی صورت نہیں یہ کیا کوئی بھی لڑکی نہیں سو پلیز ایسا سوچیے گا بھی مت۔۔۔اور یہ کونسا دور ہے ایسے سرپرائز کا۔۔۔یہ کوئی فلم نہیں ہے امی رئیلٹی ہے۔میں ابھی اسی وقت جا رہا ہوں۔وہ دو ٹوک انداز میں بولا۔

تم اپنی ماں کو یوں بے عزت کر کے جاؤ گے مجتبیٰ۔۔میری بہن کے جذبات اس بچی کے احساسات کو مجروح کر کے جاؤ گے۔۔۔

تو امی آپکو کہا کس نے کہ اس بچی کو مجھ سے منسوب کرنے کی بات کریں۔۔۔کوئی اتنی بڑی بات نہیں آئیں میں آپکے ساتھ چل کر سب سے معذرت کر لیتا ہوں۔۔۔وہ صبیحہ بیگم کا ہاتھ پکڑ کر چلنے لگا جب صبیحہ بیگم کے الفاظ نے اسکے قدم جکڑ لیے

۔اگر آج تم نے نوال سے منگنی نا کی تو تم اپنی ماں ہمیشہ کے لیے کھو بیٹھو گے۔۔۔انداز اٹل تھا۔

مجتبیٰ کی گرفت اپنی ماں کے ہاتھ پر ڈھیلی ہوئی تھی۔۔۔

وہ سرخ ہوتی آنکھوں سے بے یقینی کے سے عالم میں صبیحہ بیگم کو دیکھنے لگا۔۔۔

یہ دیکھو۔۔۔آج تو میری مان لو۔۔۔میری یہ خواہش ہے میری خوشی ہے۔۔۔صبیحہ بیگم اسکے آگے دونوں ہاتھ جوڑے رو پڑیں۔۔۔

اور اگر آج تم نے میری نہ مانی تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔۔

مجتبیٰ اتنا کمزور ہو گیا ایک دم سے اسکی ماں نے اسکی جان مانگ لی اور ماں کے بندھے ہاتھوں کو دیکھ کر شاید ہی کوئی غیرت نہ کھائے۔۔۔

امی آج آپ نے اچھا نہیں کیا۔۔۔۔دل نے بے بسی سے گرہ لگائی۔

☆......☆......☆

رومان نے بھی اپنی ماں کے پاس جا کر استفسار کیا۔۔۔

ماما اتنا بڑا فیصلہ یوں پل بھر میں کر لیا آپ نے مجھ سے پاپا سے کسی سے ڈسکس کرنا ضروری نہیں سمجھا۔۔۔

بیٹا یہ فیصلہ پل بھر میں نہیں ہوا ہم بہنوں کی دیرینہ خواہش تھی یہ اور رہا سوال تمہارے پاپا کا تو انکی خوشی اور رضامندی بھی اسی میں ہے۔۔۔تم سے اسلیئے نہیں پوچھا کہ تم اور مجتبیٰ دونوں ہی ہاتھ نہیں آتے اور پھر اگر تمہیں معلوم ہوتا تو مجتبیٰ کو بھی معلوم ہو جاتا جبکہ ہم تم بچوں کو سرپرائز دینا چاہتے تھے۔نجمہ بیگم نے تسلی سے جواب دیا

اور نوال اس سے پوچھا آپ نے؟رومان کو کوئی سرا ہاتھ نا آیا۔

ماں ہوں اسکی، اسکی پسندیدگی مجھ سے نہیں چھپ سکتی۔۔۔میں سمجھ سکتی ہوں تم نوال کی طرف سے فکر مند نا ہو ہماری نوال مجتبیٰ کی جوڑی بہت زبردست جوڑی ہوگی۔۔۔وہ مسکرائیں۔

ماما۔۔۔میں آپکو کس طرح سمجھاؤں۔۔۔ابھی مجتبیٰ خود ہی انکار کردے گا تو نوال کے دل پر کیا گزرے گی آپکو اندازہ نہیں۔۔۔وہ انسان تو ہے ہی کسی اور کا اسکے سر پر اس وقت کوئی بم ہی پھٹا تھا اور رومان اسکی کنڈیشن کو سمجھ سکتا تھا۔رومان بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گیا۔

☆......☆......☆

ارحم کی جانب شاید کوئی متوجہ نہیں تھا۔۔۔وہ سخت اذیت میں بالکل خاموش اپنے آپ کو سنبھالنے میں مصروف تھا۔۔۔اتنے خوبصورت دن کا اختتام ایسے موڑ پر ہونا تھا اسکی اسے قطعی امید نہیں تھی وہ تو آج اپنی محبت کا اظہار کرنے والا تھا بچپن کی محبت سے آج اپنی اس محبت کا سوال کرنے والا تھا مگر یہ کیا ہوا اظہار سے پہلے ہی اسکے ارادوں کی تکمیل سے پہلے ہی اسکے تمام جذبوں کو روند دیا گیا تھا جس انسان کے قریب ہونے کا ارحم دعویدار تھا اس انسان کو اسی کے بڑے بھائی سے منسوب کر دیا گیا تھا۔۔۔ماما آپکو اپنے اس بیٹے کی خواہش اسکی چاہت کیوں نہیں نظر آئی۔۔۔

کیا بھائی اتنے خاص ہیں انکے آگے آپ کسی کے جذبوں کو روند کر گزر جائیں گی۔۔۔آپکو میری آنکھوں میں نوال کی محبت کے عکس کیوں نظر نہیں آئے۔۔۔کیوں نہیں۔۔۔وہ وہیں جامد کھڑا رہا۔۔۔وقتی طور پر جب دل ٹوٹتا ہے تو کچھ اچھا نہیں لگتا اور ارحم کو تو اس وقت اپنا آپ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا وہ سخت تکلیف میں تھا۔

آجاؤ ارحم بیٹا مجتبیٰ راضی ہوگیا۔۔۔صبیحہ بیگم اسے بتا کر چلی گئیں۔۔۔اور ارحم نہ چاہتے ہوئے بھی ان سب کے ساتھ شامل ہوگیا۔

نوال الگ اس اچانک افتاد پر ہکا بکا تھی دل کی مراد پوری ہونے پر اسکی خوشی دیدنی ہونی چاہیئے تھی مگر اسکے دل میں ہزاروا ہمے جنم لینے لگے۔

نوال بی بی کیا ہوا۔۔۔گل بی نے اسکو گم صم بیٹھا دیکھ کر گھیر لیا۔

گل بی کچھ ٹھیک نہیں ہو رہا۔۔۔نوال کی گھبراہٹ واضح تھی۔

ٹھیک نہیں ہو رہا؟ پر تم تو یہ ہی چاہتا تھا نا پھر کیسے یہ سب ٹھیک نہیں ہو رہا۔گل بی نے حیرت سے آنکھیں پھیلا لیں۔

ہاں میں یہ چاہتی ہوں مگر مجتبیٰ یہ نہیں چاہتے وہ خوش نہیں ہیں۔۔۔اس نے بھیگتی آنکھوں سے دور تنہا سگریٹ پیتے مجتبیٰ کی پشت کو دیکھا۔۔۔جو برستی بارش کو دیکھی جا رہا تھا

اوہ یہ کیا بات کی تم نے۔۔۔آج کل تو سب ہی لڑکے ان باتوں سے جان چھڑاتے ہیں ایک بار اس نے تم کو انگوٹھی پہنا دی تو خود ہی وہ بھی تم کو چاہنے لگے گا کچھ رشتے وقت کے ساتھ اپنا آپ دکھاتے ہیں۔۔۔گل بی نے اسے تسلی دی۔۔۔

نوال ایک نظر گل بی اور دوسری مجتبیٰ جمال پر ڈال کر رہ گئی۔

سب فرینڈز اسکی قسمت کو سراہ رہی تھیں مجتبیٰ کی تعریفیں کر رہی تھیں مگر نوال کمال کے دل میں کچھ تھا جو خالی تھا یہ کیسا احساس تھا سمندر کے پاس ہونے پر بھی وہ سراب نہیں ہوئی تھی۔۔اس نے ارحم کے پاس جانے کی کوشش کی وہ اس سے سب شیئر کرنا چاہتی تھی اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ اب کیا کمی تھی جی کھٹک رہی تھی کیا وہم تھا جو ستا رہا تھا یہ وہ خود سمجھنے سے قاصر تھی مگر وہ اسکا کزن تھا دوست تھا وہ اس سے بات کر سکتی تھی مگر اسے موقع نا ملا اور یوں بھرپور تالیوں میں صبیحہ بیگم نے نوال کو انگوٹھی پہنائی۔۔۔نجمہ بیگم نے مجتبیٰ کو انگوٹھی پہنانے کے لیے ہاتھ آگے کیا مجتبیٰ نے انگوٹھی پکڑ کر تیزی سے اپنی جیب میں رکھ لی۔۔۔خالہ جان میں چلتا ہوں مجھے بہت ضروری کام یاد آ گیا مجتبیٰ کا صبر بس یہیں تک تھا اس نے ارد گرد کچھ بھی نہیں دیکھا سر جھکائے بیٹھی نوال جو صبیحہ بیگم کی پہنائی انگوٹھی میں لگے خوبصورت روبی کو غور سے دیکھ رہی تھی یوں مجتبیٰ کو تیزی سے جاتا دیکھتی رہی وہ تیز بارش کی پرواہ کیے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتا نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔۔۔نوال کی آنکھوں میں نمی ٹھہر سی گئی تھی باقی سب نے تو بہت اچھے سے سچویشن کو سنبھال لیا مگر نوال مجتبیٰ کے یوں چلے جانے کا مطلب اچھے سے سمجھ گئی تھی۔۔۔

☆......☆......☆

وہ اتنی تیزی سے وہاں سے نکلا تھا کہ سب کے سب مہمان اسے جاتا دیکھتے رہ گئے۔۔۔صبیحہ بیگم کا تو بھرم

اس نے سب کے سامنے رکھ لیا تھا۔۔۔مگر وہ انسان جسکا دماغ پہلے ہی اپنے بس سے باہر ہو وہ کیا کرتا وہ بھیگتا ہوا تیزی سے اوپر پارکنگ ایریا میں آرہا تھا۔۔۔وہ راستے میں آئی چیرز ٹیبلز یہاں تک کہ ویٹرز کو بھی پرے دھکیلتا ہوا جارہا تھا آج اسے بہت تکلیف ہوئی تھی۔۔۔اسکے نام کی انگوٹھی کوئی اور کیسے پہن سکتا ہے۔۔۔شاید وہ رو رہا تھا۔انسان اس حد تک بھی بے بس ہو جاتا ہے۔۔۔

ہاں شاید برستی بارش اسکے آنسو چھپانے میں ناکام رہی تھی۔۔۔

وہ کرب کی سی کیفیت میں اپنی گاڑی تک پہنچا تھا اندھیرا ہر سو چھا چکا تھا۔۔۔اسلام آباد کی صاف شفاف سڑکیں بارش کے پانی سے چمک رہی تھیں۔۔۔گاڑی کے قریب پہنچ کر اس نے دو تین لمبے لمبے سانس لیے اور دروازہ زور سے کھول کر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا کچھ لمحے سٹیرنگ کو گھورنے کے بعد اس نے گاڑی سٹارٹ کی اور تیزی سے گاڑی نکال لے گیا۔۔۔اسکے پیچھے آتا رومان انتہائی تیز رفتاری سے اسے گاڑی نکالتا دیکھ کر وہیں رک گیا۔۔۔کچھ ہی منٹوں میں وہ تیز اور انتہائی خطرناک ڈرائیو کرتا ہوا monal سے نکل کر اسلام آباد شہر سے ہوتا ہوا موٹروے پر آچکا تھا۔۔۔

وہ موٹروے پر گاڑی ڈال چکا تھا اور موٹروے پر بارش اس حد تک تیز تھی کہ کچھ دیر کے لئے ٹریفک کو روک دیا گیا۔۔۔

مجتبیٰ جمال کی نظروں میں حبا عظیم کے ہاتھ ابھی تک ویسے ہی تھے جیسے اس نے پہلی بار اسے دیکھا وہ پارک میں بیٹھی رو رہی تھی اور اپنے شفاف چمکتے نرم سے ہاتھوں سے بار بار آنسو صاف کر رہی تھی۔۔اسکی انگلیوں میں ایک خاص چمک تھی۔۔۔کیسے اس نے ان ہاتھوں میں اپنے ہاتھوں سے انگوٹھی پہنائی تھی۔۔۔وہ اسکا خیال بار بار جھٹک رہا تھا اس نے میوزک پلیئر آن کیا اور آواز فل کر دی۔۔۔

محبت تجھے کرنا سکوں

تو بندگی کیا بندگی

تیرے بنا جینا پڑے

تو زندگی کیا زندگی

کیا رنگ لایا دل کا لگانا

گونجے ہوا میں بچھڑے دلاں دیا ہادھایاں

وے بڑی لمبیاں سی جدایاں

حبا کے ہاتھوں میں اس نے اپنے ہاتھوں سے انگوٹھی پہنائی تھی وہ کیسے کسی اور کو خود سے منسوب کر سکتا ہے ہر گز نہیں۔۔۔یا خدایا۔۔۔اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے بال جکڑ لیے۔۔۔

حبا۔۔۔وہ روتے ہوئے چلایا اور زور زور سے اپنے ہاتھ ہینڈل پر مارنے لگا۔۔۔پھر خود ہی سر سٹیرنگ وہیل پر رکھ کر بیٹھ گیا۔۔۔

حبا آجاؤ کہیں سے آجاؤ بس کر دو اتنی سزا کافی ہے حبا بس اب۔۔۔

تیرے نشان یادوں میں ہیں

تو کیوں نہیں تقدیر میں

نادان دل ہے ڈھونڈتا

قربت تیری تصویر میں

ممکن نہیں ہے تجھ کو بھلانا

دیکھے خدایا دو عاشقاں دیاں تباہیاں

وے بڑی لمبیاں سی جدایاں

چلیں سر۔۔۔موٹروے پولیس کی موبائل نے اسکا دروازہ ناک کر کے آواز لگائی تھی راستہ کھل چکا تھا۔۔ وہ سر اٹھا کر خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔۔۔حبا عظیم کی آنکھیں اسکے سامنے تھیں۔ میں نے بہت غلط کیا حبا مگر میں تم سے کتنی محبت کرتا تھا اسکا اندازہ مجھے بھی اس وقت نہیں تھا۔۔۔مگر مجتبیٰ تو تھا ہی تمہارا اور ہمیشہ تمہارا رہے گا۔۔۔مجتبیٰ کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔۔۔بس ایک بار میرے سامنے آؤ حبا ایک بار میں تمہیں سب سے چھین کر اپنا بنا لوں گا بس ایک بار۔۔۔

اتنی سزا حبا۔۔۔میرا جرم اتنا بڑا تھا کہ تم نے معافی مانگنے کا بھی کوئی آپشن نہیں چھوڑا۔۔۔یہ سزا صرف

میرے حصّے میں نہیں آئی میں جانتا ہوں تم بھی کہیں خود کو سزا دے رہی ہو۔۔۔اور جس دن مجھے کوئی سراہا تھ آیا میں تمہیں تم سے بھی چھین لوں گا حبا عظیم۔۔۔اینڈ آئی مین اٹ۔۔۔

اس نے گاڑی کی سپیڈ بڑھا دی۔۔۔اوور سپیڈ ہونے کی وجہ سے وہ 3 گھنٹوں میں لاہور پہنچا اور اب وہ مسکراتے ہوئے راستے میں ہونے والے چالان کروا رہا تھا۔۔۔

☆......☆......☆

رت جگوں کے عذاب اب
مقدر ہو چکے ہیں
تیرے وصل سے پہلے ہی
میرے دل کے آنگن میں
ہجر کے طویل موسم
ٹھہر چکے ہیں
اب آؤ اور دیکھو
یہ خستہ حالی اس دل کی
شاداب تھے جو کل تک
وہ موسم میری ذات کے
وہ خوش نما سے لمحے بھی
خزاں ہو چکے ہیں
تم آؤ گے
بیٹھو گے
سنو گے میرا بھی حال دل
خواہشیں تھیں کل تک

اب خواب ہو چکے ہیں

وہ میرا ہو گا کبھی

یہ میری خوش خیالی تھی

وہ جسکا تھا

اسکو مبارک

میرے دل میں موجود

اشجار محبت بھی اب

ویران ہو چکے ہیں۔۔۔

ارحم سب کے ساتھ ہو کر بھی جیسے سب میں نہیں تھا وہ گم صم سا بیٹھا تھا۔۔۔سب مہمان گھروں کو جا رہے تھے انکوسی آف کرنے کے بعد صبیحہ بیگم گم صم سی بیٹھے ارحم کے پاس آ گئیں۔۔۔

کیا تم بھی اپنی ماں سی ناراض ہو؟؟؟انہوں نے ارحم کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

کیوں؟؟؟؟ارحم کی آنکھوں میں جیسے بیگانگی سی اتر آئی تھی اس نے طنزیہ کیوں بولا تھا۔

مجتبیٰ بھی ناراض ہو رہا ہے۔۔۔۔صبیحہ بیگم کی آنکھوں میں نمی تھی۔

کیوں انھیں تو خوش ہونا چاہیئے۔۔ ایک بار پھر طنز کا تیر اچھالا تھا جسے صبیحہ بیگم نہیں سمجھ سکی تھیں۔

وہ پاگل ہے اتنی اچھی لڑکی سی منگنی پر رضامند نہیں ہو گا۔۔۔وہ انکار کر رہا تھا یہ تو اپنی قسم دی تو مانا۔۔۔صبیحہ بیگم بول رہی تھیں اور ارحم عجیب وحشت زدہ نگاہوں سے اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا۔

ہاں واقعی پاگل ہے جو انکار کر رہا تھا۔۔۔ارحم کہہ کر اٹھنے لگا۔

اب میں اپنے ارحم کے لیے بھی بہت پیاری سی لڑکی دیکھوں گی۔۔۔صبیحہ بیگم نے پیار سے ارحم کا ہاتھ تھاما۔۔۔

اسکی کوئی ضرورت نہیں۔۔۔۔ارحم ہاتھ چھڑاتا بغیر مڑے چلا گیا۔۔۔

اسی جانب آتی نوال نے صبیحہ بیگم کو آنکھوں سے اشارہ کیا۔۔۔خالہ جانی اسے کیا ہوا۔۔۔

کیا معلوم ان دونوں بھائیوں کے مزاج ہی ایسے ہیں پل میں تولہ پل میں ماشہ۔۔۔صبیحہ بیگم سر جھٹک کر مسکرائیں وہ نوال کو کچھ بھی محسوس نہیں کروانا چاہتی تھیں۔۔۔

ہم م۔۔۔ یہ تو ہے چلیں آئیں گھر چلیں میری فرینڈز تو چلی گئیں آپ لوگوں کو میں لے جاتی ہوں۔۔۔

نوال گاڑی کی چابی گھماتے ہوئے بولی۔

ہاں ہاں چلو۔۔۔صبیحہ بیگم بھی اپنا انتہائی ڈیسنٹ قیمتی پرس پکڑے کھڑی ہو گئیں۔۔۔نجمہ بیگم اور گل بی بھی آ گئیں۔

ویسے آپ مجھے گھر جا کر لازمی بتایئے گا کیا کھا کر آپ نے ان دو سپوتوں کو پیدا کیا۔۔۔نوال انکو ہنستے ہنساتے گھر تک لائی تھی۔۔۔

☆......☆......☆

وہ بہت مشکل سے ٹیکسی پر حبا کو ہسپتال تک لایا تھا۔۔۔ تیز بخار کے ساتھ اسکا بی پی اور شوگر لیول بالکل ڈاؤن ہو چکا تھا۔۔سردی سی اسکا جسم نیلا پڑ رہا تھا۔کمزوری حد سے زیادہ تھی اسکو فوری طور پر ڈرپ لگا دی گئی تھی۔۔۔شاہ میر اسے پرائیویٹ ہوسپٹل ہی لایا تھا سرکاری ہسپتالوں سے وہ کبھی بھی مطمئن نہیں رہا۔۔۔وہ حبا کو ڈرپ لگوا کر خود بھاگ دوڑ کرنے لگا۔۔۔اسکی جیب خالی تھی اسے کم از کم 3 یا 4 ہزار روپے کی ضرورت تو تھی ہی۔۔۔مگر اس وقت کوئی بھی اسکا فون نہیں اٹھا رہا تھا۔۔۔

اس نے فون لسٹ چیک کی میڈم سویرا۔۔۔کا کنٹیکٹ نمبر کنٹیکٹ لسٹ میں دیکھ کر کوئی امید نظر آئی۔

بیل جا رہی تھی۔۔۔وہ پریشانی میں فون کان کے ساتھ لگائے ادھر ادھر ہسپتال کے چکر لگا رہا تھا رہا تھا

ہیلو۔۔۔دوسری طرف سے فون اٹھا لیا گیا

اسلام علیکم مس سویرا۔۔۔شاہ میر کی پریشانی اسکے لہجے میں عیاں تھی۔

وعلیکم سلام۔۔شاہ میر خیریت۔۔۔فکرمندی سی پوچھا گیا۔

سوری مس سویرا آپکو ڈسٹرب کیا مگر میرے پاس فی الوقت اور کوئی آپشن نہیں تھا۔

نو پرابلم شاہ میر بولیے

شگفتہ لہجے میں کہا گیا

مس سویرا مجھے کچھ پیسوں کی ضرورت ہے ارجنٹلی۔۔۔۔میری وائف ہوسپٹلائیز ہے۔۔۔شاہ میر نے جھجکتے ہوئے ہی کہا تھا

اوہ ہو۔۔۔یہ تو فکرمندی کی بات ہے۔۔۔سویرا واقعی پریشان ہوگئی تھی۔

میں آپکو کال بیک کرتی ہوں شاہ میر۔۔۔سویرا نے کہہ کر فون بند کر دیا۔۔۔

شاہ میر فون کو دیکھ کر رہ گیا۔۔۔دل میں پھر خدشات سر اٹھانے لگے۔۔۔جسکو بھی پیسوں کا کہو وہ کال بیک کرنے کا کہہ کر دوبارہ فون کرنا تو دور سنتا بھی نہیں تھا ایسے میں مس سویرا کا فون بند کر دینا اسکے لیے مزید پریشانی کا باعث بنا۔۔۔

وہ چلتا ہوا حبا کے بیڈ کے قریب آیا وہ ابھی بھی نیم بے ہوشی میں تھی۔۔۔

شاہ میر اسکے سنہری بالوں کو بہت پیار سے پیچھے کرنے لگا۔۔۔پھر دونوں ہاتھوں سے حبا کا ہاتھ تھام کر اس نے اپنی آنکھوں سے لگا لیا۔۔۔

مجھے معاف کر دو حبا۔۔۔تمہارا شوہر تمہارا خیال نہیں رکھ پا رہا۔۔۔تم جس مقام کے قابل ہو وہ مقام نہیں دے پا رہا۔۔۔حبا مجھے معاف کر دو۔۔۔مگر حبا میرا تم سے وعدہ ہے میں تمہیں اب کچھ نہیں ہونے دوں گا۔۔۔جو تمہاری اصل جگہ ہے تمہیں وہاں رہنا ہوگا۔۔۔اپنی محبت کو اس حالت میں دیکھنا بہت تکلیف دہ امر ہے اور مجھ سے یہ تکلیف اب برداشت نہیں ہوگی۔۔۔بس آج صرف آج اللہ پاک کوئی راستہ نکال دیں میری مدد کر دیں۔۔۔میں تمہیں یہاں سے ٹھیک کروا کے گھر لے جاؤں بس ایک بار۔۔۔انتہائی ضبط کے باوجود اسکی آنکھیں نم ہوگئیں تھیں۔۔۔

وہ فون کی بیل پر تیزی سے فون نکال کر کھڑا ہوا مس سویرا کی کال تھی۔

شاہ میر میں نے رومی کو کال کی وہ اور اسکی سسٹر دونوں ابھی تمہارے پاس پہنچ رہے ہیں تم اپنی وائف کی اچھے سے بے فکر ہو کر ٹریٹمنٹ کرواؤ۔۔۔اوکے۔۔۔میں خود آجاتی مگر میں 2 دن سے کراچی میں ہوں اسلئے

رومی کو میں نے سمجھا دیا ہے

you just don't worry about this

,ابھی رومی تم سے رابطہ کر لے گا۔۔۔مس سویرا بہت اپنایت سے بول رہی تھیں۔

بہت بہت شکریہ مس سویرا۔۔شاہ میر کی پریشانی اک دم سے جیسے ختم ہوگئی۔۔۔

Don't b shah meer

مجھے خوشی ہوگی جو میں سب کے کام آنے والے انسان کے کام آؤں۔۔انہوں نے مسکرا کر فون بند کر دیا۔

شاہ میر نے اوپر منہ کر کے رب کا شکر ادا کیا اتنے میں رومی کی کال آ گئی۔

ہیلو یار کیسے ہو۔۔بھابھی کیسی ہیں۔رومی نے بہت دوستانہ انداز میں پوچھا۔

ان دونوں کی ملاقات 2 بار ہی ہوئی تھی مگر اس ایک ماہ میں اچھی خاصی دعا سلام ہو چکی تھی ایک بار سویرا کے کہنے پر ہی شاہ میر نے رومی کو لفٹ دی تھی کیونکہ اسکی گاڑی خراب ہوگئی تھی اور شاہ میر نے اسی روٹ سے گزرنا تھا۔دوسری بار آفس میں مس سویرا کی برتھڈے پارٹی پر۔۔رومی بہت اچھی اور فرینڈلی نیچر کا تھا۔۔شاہ میر کو عادتاً وہ اچھا لگا تھا۔

وہ ٹھیک نہیں ہیں۔۔۔شاہ میر پریشان تھا۔

تم پریشان نا ہو میں آ رہا ہوں۔۔اوکے۔

بہت شکریہ یار۔۔شاہ میر نے کہا۔

شکریہ کیسا۔۔بس گلہ ہے تم مجھے ڈائریکٹ بھی یاد کر سکتے مجھے بھی خوشی ہوتی خیر تم بھابھی کا خیال رکھواو کے۔ رومی نے اپنائیت سے کہہ کر فون بند کر دیا۔۔۔

اور شاہ میر سوچ کر رہ گیا کیا ایسا بھی ہوتا ہے اسکی ماں بہن کسی کا کوئی فون نہیں آیا تھا اس وقت ایک عورت کا بھی ساتھ ہونا ضروری تھا جسے حبا کے پاس چھوڑ کر وہ با آسانی بھاگ دوڑ کرتا مگر اب یوں اکیلے حبا کو چھوڑنا اسے مناسب نہیں لگ رہا تھا۔۔۔وہ حبا کے پرسکون چہرے پر نظریں جمائے ایک بار پھر وہیں کھڑا ہو گیا۔۔۔

☆......☆......☆

بارش کچھ تھمی تو سردی کی شدت میں مزید اضافہ ہو گیا۔۔۔خانہ بدوشوں کی بستی میں گہرا سناٹا تھا ہر سو ہُو کا عالم تھا۔۔۔سب اپنے اپنے خیموں میں دبکے بیٹھے تھے۔۔۔تارا اور عالی بی بی کے خیمے میں مٹی کے تیل والے چراغ کی مدھم مدھم روشنی میں تارا سورت یٰسین کی تلاوت کر کے اپنے اور عالی بی بی کے اوپر پھونک مار کر دعا مانگنے لگی۔۔۔

عالی بی بی مکمل طور پر کالی چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔۔۔ہونٹ ذکر خدا سے مسلسل حرکت میں تھے۔۔۔

اور نظریں تارا پر مرکوز تھیں

تارا دعا مانگ کر عالی بی بی کے پاس آ بیٹھا

حضور مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں تلاوت یا دعا میں پھر کوئی غلطی کر دی کیا تارا کو معلوم تھا اکثر و بیشتر عالی بی بی اسکی غلطیاں بتا کر اسکی اصلاح کرتی تھیں۔۔۔

نہیں نہیں ہم تو تمہارے چہرے پر موجود نور کو دیکھ رہے تھے۔۔۔عالی بی بی مسکرائی تھیں۔

نور ہائے ہائے۔۔۔میرے چہرے پر۔۔۔نا جی نا۔۔۔تارا مخصوص انداز میں تالی پیٹ کر بولا۔

سچ خدا کے حضور سر جھکانے والی ہر پیشانی سے ہمیں نور پھوٹتا نظر آتا ہے مصحف کی تلاوت کرنے والے ہر چہرے پر قدرتی نور بکھرا نظر آتا ہے ظاہر ہے جب نورانی الفاظ غذا بن جائیں تو اثر بھی نورانی سا ہوتا ہے نا۔۔۔عالی بی بی مسکرائی تھیں۔

کیا واقعی؟؟؟؟ تارا مارے اشتیاق کے عالی بی بی کے قریب ہوا۔۔۔

ہاں تارا تم پر خدا کا فضل ہو تم دنیا و آخرت کی کامیابی سمیٹو۔۔۔ہم جانتے ہیں اس بپھری دنیا میں خود کو سنبھالنا کتنا مشکل ہے بدکاری سے بچنا تو جیسے ناممکن سا ہے اسکے باوجود تم بھی ہمارے ساتھ فاقے کاٹ رہے ہو ہم کو سنبھال رہے ہو اللہ پاک تمہیں اجر عظیم عطا کرے۔۔۔عالی بی بی نے دل سے دعا دے کر تارا کے سر پر ہاتھ پھیرا۔۔۔

عالی بی بی شرمندہ مت کریں۔۔۔آپکی خدمت کرنے میں جو سکون مجھے ملتا ہے اسکا کوئی نعم البدل نہیں۔۔۔اللہ رب العزت آپکی برکت سے ہمیں دیتا ہے۔۔۔آیندہ مجھے شرمندہ مت کرنا آپ ہاں۔۔۔

تارا کے آنسو بہنے لگے تھے۔۔۔

☆......☆......☆

ہونا تو یہ چاہیے تھا واپسی پر ماحول اور زیادہ خوشگوار ہوتا مگر مجتبیٰ کے یوں چلے جانے سے سب ہی کہیں نا کہیں پریشان ضرور تھے۔۔۔صبیحہ بیگم اپنی بہن نجمہ کے آگے تاویلیں باندھ رہی تھیں سارے راستے نوال نے نا چاہنے کے باوجود بھی خوب باتیں کیں تاکہ سب کا دھیان مجتبیٰ سے ہٹ جائے اور وہ ایسا کرنے میں کامیاب بھی ہوگئی تھی۔۔۔وہ گھر پہنچے تو رومان گاڑی باہر ہی کھڑی کرے نوال کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔

سب اندر چلے گئے تو رومان نے نوال کو روک لیا۔

نوال۔۔۔

جی بھائی۔۔۔۔وہ جاتے جاتے مڑی تھی

آؤ باہر چلتے ہیں۔۔۔رومان نے مسکرا کر اپنی چھوٹی۔۔بہن کو دیکھا۔

ابھی۔۔۔وہ حیران ہوئی۔

ہاں تھک گئی ہو تو نو پرابلم۔۔۔ رومان نے مسکرا کر اپنی چھوٹی بہن کو دیکھا۔

وہ اندر جانے لگا جب نوال نے روک لیا

بھائی۔۔۔چلیں چلتے ہیں۔۔۔وہ بھی مسکرائی تھی۔

اوکے تم ماما اور خالہ کو بتا کر آؤ میں گاڑی سٹارٹ کرتا ہوں۔

وہ دونوں جناح سوپر کے ایک مشہور آئس بار کے سامنے گاڑی میں بیٹھے آئس کریم کھا رہے تھے۔

بھائی یہ کیا میری منگنی کی خوشی میں کھلا رہے ہیں وہ مسکرائی تھی۔۔۔

مگر رومان کسی گہری سوچ میں غرق تھا وہ نوال کو مجتبیٰ کی حقیقت بتانا چاہتا تھا۔۔۔وہ نہیں چاہتا تھا مجتبیٰ اور نوال دونوں ہی بہت مجبور ہو جائیں۔۔۔وہ مجتبیٰ کو نہیں بدل سکتا تھا مگر اپنی بہن کو بھی تا عمر روگ پالتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا اس نے نوال کو مجتبیٰ کے ماضی سے آگاہ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا اسی میں مجتبیٰ اور نوال دونوں کی بھلائی ہے۔۔۔

نوال مجھے تم سے ایک بات۔۔۔۔وہ بولنے ہی والا تھا جب اسکے موبائل کی بیل بج اٹھی۔۔۔

رومان نے نمبر دیکھا۔۔۔

ہم کون ہے میری ہونے والی بھابھی ہیں کیا؟؟؟؟نوال نے شرارت سے کہا

ہاہاہاں وہی ہے۔۔۔۔ہیلو ۔۔۔۔رومان مسکرایا تھا

میں نوال کے ساتھ باہر۔۔۔کیوں خیریت۔۔۔؟؟؟؟

اوہو۔۔۔۔چلو اوکے ڈونٹ وری۔میں جاتا ہوں۔۔۔ہاں ہاں نوال بھی ساتھ ہے اوکے ٹھیک ہے۔۔۔

رومان بھی پریشان ہوگیا تھا

بھائی خیریت؟؟؟؟نوال رومان کی گفتگو سن کر تشویش میں مبتلا ہوگئی۔۔۔

سویرا کی کمپنی کا برانچ مینیجر ہے بہت اچھا لڑکا ہے اسکی وائف کی طبیعت بہت خراب ہے

and she is in hospital...

انھیں فیور چاہیے۔۔۔سویرا تو کراچی ہے مجھے لگتا ہے ہم دونوں کو جانا چاہیے۔۔۔رومان نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔۔۔

جی بھائی ضرور چلیں۔۔۔۔نوال کا دل تو تھا ہی ایسا وہ کسی کی بھی تکلیف کا سن کر پریشان ہوجاتی۔۔۔

راستے میں رومان نے اے ٹی ایم سے فی الوقت 25 ہزار روپے نکلوائے ساتھ نوال نے کچھ جوس وغیرہ کے پیک بھی لے لیے اب وہ راولپنڈی کی مشہور ترین شاہراہ پر ایک اچھے پرائیویٹ ہسپتال کے باہر موجود تھے۔۔۔

☆......☆......☆

شاہ میر انھیں لے کر ہسپتال کے اندر آ گیا تھا۔۔۔نوال کو بھی شاہ میر بہت سلجھا ہوا اور جاذب نظر نوجوان لگا تھا جسکی آنکھ میں حیا تھی۔۔۔

نوال تم بھابھی کے پاس بیٹھو ہم ابھی آتے ہیں۔۔۔رومان نے نوال کو اشارہ کیا وہ اندر 6 بیڈ کا ہال تھا وہاں چلی گئی اور شاہ میر نوال کو بیڈ تک چھوڑنے آیا جبکہ رومان کو مناسب نا لگا تو وہ باہر ہی کھڑا رہا۔۔۔

یہ ہیں آپکی وائف ۔۔۔نوال نے بیڈ پر لیٹی خوبصورت سنہری بالوں اور سیاہ جھالر جیسی پلکوں والی دراز قد اور خوبصورت نقوش والی اس لڑکی کو دیکھا جو بہت پیاری تھی اگر چہ بیماری کی وجہ سے وہ مرجھائی ہوئی تھی مگر نوال کو اسکی خوبصورتی کو ماننا ہی پڑا وہ بہت مکمل سی لڑکی تھی بہت پرکشش ۔۔۔

نہیں ۔۔۔یہ میری زندگی ہیں شاہ میر کے لہجے کی اداسی واضح تھی ۔

آپ پریشان نا ہوں یہ ٹھیک ہو جائیں گی ۔۔۔آپکے گھر سے کوئی نہیں آیا ساتھ ۔۔۔بے اختیار ہی نوال کے منہ سے نکلا ۔

نہیں ۔۔۔شرمندہ سا کہہ کر شاہ میر باہر چلا گیا ۔۔۔

نوال خود کو سرزنش کرنے لگی مجھے کیا ضرورت تھی یہ پوچھنے کی ۔۔۔وہ حبا کے بیڈ کے پاس پڑے اسٹول پر بیٹھ گئی ۔۔۔وہ بے اختیار سی حبا کو دیکھنے لگی ۔۔۔وہ اسے اتنی اچھی کیوں لگ رہی تھی اس نے تو بہت بہت حسین لڑکیاں دیکھ رکھی تھیں پھر اس چہرے میں ایسا کیا تھا جو وہ بار بار اسے دیکھنے پر مجبور ہو رہی تھی ۔۔۔آخر انکو ہوا کیا ۔۔۔وہ کشمکش میں پڑ گئی ۔۔۔۔

ایکسکیوز می ۔۔۔۔اس نے نرس کو آواز لگائی

یس ۔۔۔۔ایک نرس اسکے قریب آئی ۔۔۔

انہیں کیا ہوا آئی مین کیا پرابلم ہے ۔۔۔۔

انکو 104 بخار ہے شوگر لیول اور بی پی بالکل ڈاؤن ہے پلس ویکنس بہت زیادہ ہے نا معلوم کب سے بھوکی ہیں ۔۔۔نرس بتا کر چلی گئی ۔

اتنی حالت خراب ہے انکی تو ۔۔۔۔نوال خود بخود حبا کے قریب ہوئی تھی اس نے نا جانے کس احساس کے تحت حبا کا ہاتھ تھام لیا تھا ۔۔۔

حبا نے تھوڑی سی آنکھیں کھولیں اسے اپنے ہاتھ پر نرم ملائم سا لمس محسوس ہوا تھا ۔

ایک ہاتھ پر ڈرپ لگی تھی اس نے دیکھا ایک اجنبی سا چہرہ اسکا ہاتھ تھام کر بیٹھا تھا ۔

وہ الجھی نگاہوں سے نوال کو دیکھنے لگی ۔۔۔پھر ارد گرد نظر دوڑانے لگی وہ ادھر کیسے آئی تھی شاہ میر کہاں تھا وہ

سوچ میں پڑ گئی۔

نوال نے اسکے ہاتھ کو پیار سے سہلایا تھا آپ پریشان نا ہوں آپکے ہیز بینڈ باہر گئے ہیں ابھی آتے ہی ہوں گے پرسکوں رہیے۔۔۔لگ بھگ 23 یا 24 سالہ وہ سلم سمارٹ سی لڑکی تھی پونی ٹیل بنائے آنکھوں پر گلاسز لگائے وہ بہت بھلی سی محسوس ہوئی

آپ آپ کون؟؟؟ حبا نے اسے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

میں آپکے ہزبینڈ کے دوست کی بہن ہوں۔۔۔ہم آپکو دیکھنے آئے تھے۔

اب آپ کیسا محسوس کر رہی ہیں۔۔۔نوال نے خوش دلی سے کہا۔

میں ٹھیک ہوں۔۔۔حبا بھی مسکرائی تھی۔۔۔

اپنا خیال رکھا کریں نوال نے محبت سے کہا۔

جی بہت شکریہ آپکو بھی اس وقت زحمت ہوئی۔

نہیں ایسی کوئی بات نہیں انشاءاللہ آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گی آپکے ہسبنڈ بہت پریشان ہیں انکے لیے بس جلدی سے ٹھیک ہو جائیں ۔۔۔نوال نے شرارت سے کہا

حبا جھینپ سی گئی تھی۔۔۔

وہ پھر گم صم سی آنکھیں بند کیے لیٹ گئی۔۔۔دیکھیں پیشنٹ کو سونے مت دیں ڈاکٹر بس آرہے ہیں۔۔۔۔ نرس نے نوال کو کہا اور نوال کو سمجھ نا آئی آخر وہ اس اجنبی سی لڑکی سے کیا بات کرے اس نے ہال کے دروازے پر دیکھا رومان اور شاہ میر بھی موجود نہ تھے۔۔۔۔

☆......☆......☆

رومان نے پچیس ہزار سائیڈ پر لے جا کر شاہ میر کے ہاتھ پر رکھے اور بھی ضرورت ہوں تو بلا جھجک مجھے فون کرنا او کے۔۔۔

تھنکس یار بڑی مہربانی یہ ادھار رہا شاہ میر نے تشکر آمیز نگاہ سے رومان کو دیکھا۔

نہیں نہیں ایسے نہیں بس اس شکریے کے طور پر جیسے ہی بھابھی ٹھیک ہوں تمہیں ہمارے گھر آنا ہوگا بھابھی کو

لے کر۔۔۔اوکے

اوکے شاہ میر مسکرایا تھا۔۔۔

☆......☆......☆

آپکو معلوم ہے آج میری منگنی تھی۔۔۔نوال کو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی جیسے ہی نظر اپنے ہاتھوں پر پڑی اس نے یہ ہی بات چھیڑ دی۔

حبا نے آنکھیں کھولیں اور بمشکل نوال کو دیکھ کر مسکرائی مبارک ہو۔۔۔

خیر مبارک۔۔۔یہ دیکھیں کیسی ہے۔۔۔انگوٹھی والا ہاتھ حبا کے سامنے لہرایا۔

بہت پیاری۔۔۔اللہ پاک نصیب کرے۔۔۔حبا نے محبت سے کہا۔

ہاں مگر ایک بات کہوں؟ نوال نے کہا۔

ہاں کہو نا۔۔۔حبا نے آرام سے کہا۔

آپکی یہ رنگ بہت ہی خوبصورت ہے اور آپکے ہاتھ میں مزید پیاری لگ رہی ہے پتا نہیں کیوں آپکی اس رنگ کے آگے مجھے اپنی انگوٹھی کی چمک ماند پڑتی محسوس ہو رہی ہے نوال کو واقعی حبا کے ہاتھ میں موجود انگوٹھی بہت پسند آئی تھی۔لگتا ہے آپکے ہسبنڈ نے بہت محبت سے پہنائی ہوگی نوال مسکرائی تھی۔۔۔

حبا تو جیسے سن سی ہوگئی تھی جس ذکر سے وہ جان چھڑاتی وہ پھر کہیں نا کہیں چھڑ جاتا۔۔۔

نہیں وہ۔۔۔حبا بولنے ہی والی تھی جب شاہ میر انکے پاس آگیا تھا۔

حبا۔۔۔حبا تم ٹھیک ہو اب۔۔۔وہ اسکے قریب ہوتے ہوئے بولا۔

جی میں ٹھیک ہوں۔۔۔اس نے شاہ میر کو دیکھا جو ازحد پریشان دکھائی دے رہا تھا۔۔۔حبا یک ٹک اسے دیکھنے لگی۔۔۔

نوال۔۔۔رومان کی آواز پر وہ تینوں چونک گے۔۔۔وہ ادھر حبا کے بیڈ کی جانب ہی آرہا تھا۔

کچھ شناسا سی محسوس ہوئی کچھ سنی سنی مگر وہ رومان کو اتنا کب جانتی تھی اور کب اس نے رومان کی آواز پر اتنا غور کیا جواب پہچان لیتی مگر کچھ تھا جو اسے کھٹکا تھا۔۔۔اسکی نظریں وہیں نوال کے پیچھے مرکوز تھیں۔۔۔آخر یہ اجنبی لوگ کون ہیں۔۔۔وہ الجھی ہوئی نوال کو دیکھ رہی تھی آج حبا عظیم کے دماغ پر عجیب بوجھ تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر یہ ہو کیا رہا ہے

سوری شاہ میر مجھے اب جانا پڑے گا۔۔۔گھر سے کال آگئی۔۔۔وہ جو کوئی بھی تھا فون کی بیل پر رک گیا۔

اٹس او کے یار بہت شکریہ اور معذرت بھی، تمہیں اتنے خراب موسم میں تکلیف دی۔۔۔شاہ میر اس کے پاس ہی چلا گیا تھا حبا منہ دوسری جانب کیے ہوئی تھی۔۔۔

اب ایسے تو نا کہو تم بھابھی کا خیال رکھو ہم چلے جاتے ہیں جب بھی ضرورت ہو مجھے بتانا۔۔۔آ جاؤ نوال۔۔۔رومان کہہ کر وہاں سے نکل گیا۔۔۔

جی۔۔۔نوال جاتے جاتے حبا کے قریب ہوئی۔۔۔او کے میں چلتی ہوں۔۔۔آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔۔۔پیار سے حبا کے بال سہلاتے ہوئے کہا

حبا نے اسکے ہاتھ کو اپنے ہاتھ سے دبایا۔۔۔بہت شکریہ اچھی لڑکی۔۔۔وہ بمشکل بند ہوتی آنکھوں سے مسکرائی تھی۔۔۔مگر نوال کے قریب ہونے سے ایک عجیب سا احساس حبا کے اندر جاگا تھا۔۔۔وہ جا چکی تھی مگر کچھ تھا جو حبا عظیم کے پاس چھوڑ گئی تھی۔۔۔

کیا میں اسے جانتی ہوں۔۔۔کیا ہم کبھی ملے وہ نا چاہتے ہوئے بھی سوچنے لگی۔۔۔

کیا سوچ رہی ہو۔۔۔شاہ میر اسکے قریب بیٹھ گیا تھا۔۔۔

محبت سے حبا کے ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر وہ پوچھ رہا تھا۔۔۔

ہم م۔۔۔یہ۔۔۔یہ کون تھی۔۔۔کیا ہم ان کو جانتے ہیں۔۔۔اسکا مطلب نوال سے تھا

نہیں حبا تم نہیں جانتی یہ میرے دوست کی سسٹر ہے دونوں بہن بھائی تمہیں دیکھنے آئے تھے۔۔۔شاہ میر نے الجھی ہوئی حبا کے چہرے پر آتے سنہری بالوں کو پیار سے پیچھے کیا تھا۔۔۔

اچھا انکو کیسے معلوم ہوا۔۔۔حبا نے معصومیت سے پوچھا۔

اف اوہ چھوڑو تم زیادہ نا اپنے ذہن پر بوجھ ڈالو آرام کرو بس۔۔۔شاہ میر ٹال گیا اور حبا نے بھی پھر پوچھنا ضروری نہیں سمجھا۔۔۔

وہ آنکھیں بند کر کے لیٹی تھی

شاہ میر کی نظر اسکے چہرے پر ٹک سی گئی۔۔۔اسکی سیاہ گھری پلکیں عجیب سی کشش رکھتی تھیں۔وہ آج تک سمجھ نہیں پایا تھا وہ حبا سے کتنی اور کیوں محبت کرتا تھا مگر حبا کے وجود میں اسے اپنی زندگی دوڑتی محسوس ہوتی تھی۔۔۔وہ حبا کی نازک ہتھیلی اپنے لبوں تک لایا اور مہر محبت ثبت کی۔پھر حبا کے ہاتھوں کو دانستہ طور پر اپنے گالوں سے لگانے لگا۔۔۔

یہ کیا کر رہے ہیں شاہ میر۔۔۔حبا نے آنکھیں کھول کر اسکی جانب دیکھا

زندگی محسوس کر رہا ہوں۔۔۔جب میری رگوں میں بہتا خون منجمند ہو جاتا ہے تو تمہارا لمس اسے روانی بخشتا ہے۔۔شاہ میر کی گرفت اسکی ہتھیلی پر بہت مضبوط ہوئی تھی۔۔۔

حبا خاموشی سے اسکے پریشان سے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

میں جانتا ہوں میرے حالات تمہیں خوش رکھنے کی اجازت نہیں دے رہے مگر حبا تم ٹھیک ہو جاؤ میں تمہارے بغیر کچھ نہیں جب تک سانسیں چل رہیں ہیں میں تمہارا ساتھ چاہتا ہوں تمہیں اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔تمہیں اس حالت میں دیکھنا میرے بس میں نہیں۔معلوم نہیں میں اچھا شوہر بنا کہ نہیں مگر تم بہت اچھی ہو ہر لحاظ سے ہر رشتے میں۔میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا مگر خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔

وہ بولتے بولتے رک سا گیا تھا۔۔

حبا اسکو دیکھی جا رہی تھی وہ عام سا انسان اسکے لیے کتنا خاص تھا یہ تو وہی جانتی تھی۔۔۔وہ کیسے پل پل اسکی ڈھال بنا تھا کیسے وہ ان دو سالوں میں اسکے لیے فکرمند رہا تھا کیسے اس نے پل پل اسے سنبھالا تھا یہ تو وہ ہی جانتی تھی وہ مشکل وقت میں اسکا شریک بنا تھا۔۔۔محبت اس سے تھی کہ نہیں تھی مگر وہ اسکے نکاح میں تھی خوشی غم کی شریک تھی وہ اس میں ہی راضی تھی۔

اب تو وہ کسی بچی کی مانند شاہ میر کے پیچھے ہوتی اسکا سایہ تلاشتی اسکی پناہ میں خود کو محفوظ محسوس کرتی۔

میں ابھی آیا۔۔۔وہ کئی لمحے خاموش رہا اور پھر تیزی سے باہر چلا گیا۔۔۔

حبا اسے جاتا دیکھتی رہی۔۔۔

☆......☆......☆

صبیحہ کہیں جلدی میں ہم نے کوئی غلط فیصلہ تو نہیں کر دیا۔۔۔نجمہ بیگم رات کو کافی پریشان تھیں اور یہ پریشانی وہ اپنی بہن کو بتائے بغیر نا رہ سکیں۔۔۔

نہیں آپا۔۔ایسا کچھ نہیں مجتبیٰ کے مزاج کا تو علم ہے ہی ہے آپکو۔۔۔صبیحہ بیگم نے بات ٹالی تھی

ہاں وہ تو مجھے معلوم ہے مگر سچ میرا دل مطمئن نہیں ہے۔۔مگر مجتبیٰ مجھے بہت عزیز ہے امید ہے سب ٹھیک ہو گا۔۔۔نجمہ بیگم کے خدشات بجا تھے

انشاءاللہ انشاءاللہ۔۔۔یہ رومان اور نوال کہاں رہ گئے۔۔۔صبیحہ بیگم نے مسکرا کر بات گھمائی وہ اپنی بہن کے خدشات کو درست ثابت نہیں ہونے دیں گی ایک عہد تھا جو اندر ہی اندر کیا تھا۔۔

بہن کی منگنی کی خوشی میں آئس کریم کھلانے لے گیا ہے۔۔۔نجمہ بیگم مسکرائی تھیں۔۔۔

میں فون کرتی ہوں کہ اب گھر آ جائیں موسم بھی ٹھیک نہیں۔۔۔نجمہ بیگم موبائل فون سے نمبر ڈائل کرنے لگیں۔مگر صبیحہ بیگم کا دل مجتبیٰ میں اٹکا ہوا تھا کہاں گیا یہ لڑکا۔۔کیا چاہتا ہے یہ لڑکا۔وہ سوچ کر رہ گئیں۔۔۔

☆......☆......☆

واپسی پر بارش بہت تیز تھی۔۔۔وہ دونوں شاہ میر اور حبا کہ ذکر کرتے ہوئے ہی واپس آ رہے تھے۔۔۔

بھائی مسز شاہ میر تو بہت پیاری ہیں سچ میں آپکے دوست بہت لکی ہیں۔۔۔نوال کی نظروں میں حبا کی قدرتی سیاہ آنکھیں آ گئیں۔

اچھا شاہ میر خود بھی بہت اچھا ہے۔۔۔رومان مسکرایا تھا۔

ہاں وہ ہوں گے لیکن معلوم ہے یہ پہلی لڑکی ہیں جنہیں دیکھ کر دل میں ایک خواہش سی پیدا ہوئی بھائی۔۔۔نوال مسکرا رہی تھی۔

اچھاوہ کیا۔۔۔رومان نے گاڑی یوٹرن لیتے ہوئے اسکی جانب دیکھا

اگرانکی شادی نا ہوئی ہوتی تو میں انھیں اپنی بھابھی بناتی۔۔۔نوال نے شرارت سے کہا۔۔

یہ بات سویرا کو معلوم ہوئی نا تو تمہارے ساتھ ساتھ مجھے بھی وہ کچا چبا جائے گی۔۔۔رومان نے قہقہہ لگا کر شرارت سے ہی جواب دیا۔

ارے اب تو سویرا ہی بھابھی بنیں گی میری،، ڈونٹ وری مائی برادر۔۔۔

ویسے ہوا کیا ہے شاہ میر کی وائف کو۔۔۔رومان نے پوچھا

نرس بتا رہی تھی انہوں نے کچھ کھایا نہیں بی پی اور شوگر لیول دونوں ڈاؤن ہیں۔۔۔مگر اس سے بھی زیادہ وہ مجھے مینٹلی ڈسٹرب لگیں۔۔۔عجیب سوگوار سی۔۔۔نوال کی آنکھوں میں حبا کا وجود جیسے سما گیا تھا۔

اوہ۔۔۔سیڈ۔۔۔چلو کچھ کرتے ہیں شاہ میر کے لیے بھی بہت باصلاحیت اور محنتی انسان ہے۔۔وہ اس سے زیادہ ڈزرو کرتا ہے۔

تو کیا ابھی انکی فنانشل پرابلم ہے؟؟؟نوال نے پوچھا

نہیں یار براوقت بتا کر نہیں آتا ہیلپ کی ضرورت تو سب کو پڑتی ہے پھر شاہ میر کی پوسٹ بھی اچھی ہے سیلری بھی ٹھیک ہوگی مگر تم اسکی وائف کی جو کنڈیشن بتا رہی ہو اس میں مجھے تشویش ہو رہی ہے۔۔۔رومان واقعی فکرمند تھا۔

یہ ٹھیک رہے گا۔۔۔خیر بھائی آپ نے مجھ سے کوئی بات کرنی تھی۔۔۔نوال کو یاد آیا کہ وہ تو اسی مقصد کے لیے آئے تھے۔

بات۔۔۔ہاں تم اس منگنی سے خوش ہو۔۔۔رومان اب زیادہ بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھا وہ مجتبیٰ کے لیے بھی فکرمند تھا۔۔۔

خوش۔۔۔نوال کو سمجھ ہی نا آئے کہ وہ کیا جواب دے کہ خوش ہے کہ نہیں۔۔۔

بولو نوال۔۔۔رومان نے اپنی سٹریٹ میں داخل ہوتے ہوئے گاڑی کی رفتار آہستہ کر کے نوال کو دیکھا

ہاہاں۔۔بھائی خوش ہوں۔۔۔یہ کہتے ہوئے اسکے اندر سے کسی نے جھوٹی ضرور کہا تھا۔

اچھا۔۔۔رومان نے اچھا پے ہی اکتفا کیا وہ خود بہت ڈسٹرب ہو چکا تھا۔۔۔

☆......☆......☆

ہتھیلی پر تمہارا نام لکھتے ہیں مٹاتے ہیں

تم ہی سے پیار کرتے ہیں تم ہی سے کیوں چھپاتے ہیں

زبان پے بات ہے لیکن

سنانا ہی نہیں آتا

ہمیں تم سے محبت ہے

جتانا بھی نہیں آتا۔۔

گٹار کے ساتھ خوبصورت گیت کی آواز سن کر نوال لان میں چلی آئی ۔۔رات آدھی گزر چکی تھی۔۔۔وہ پانی پینے کی غرض سے کچن میں گئی تو لان سے آتی آواز پر چونک گئی مگر اس آواز کو وہ کیسے بھول سکتی تھی وہ یقیناً ارحم ہی تھا۔۔۔وہ کھلی سی ٹی شرٹ اور ٹراوزر کے اوپر شال لے کر باہر آئی تھی لان کے ایک طرف بنی مصنوئی جھیل کے ساتھ گٹار تھامے بیٹھا ارحم ہی تھا۔۔۔نوال کو اپنی جانب آتا دیکھ کر وہ خاموشی سے گٹار پر اپنا چہرہ ٹکائے مسکرانے لگا۔۔۔اسکی مسکراہٹ میں ایک عجیب درد تھا جسے شاید وہ یہ سرد رات کی خنکی میں کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

خاموش کیوں ہو گئے؟ مجھے نہیں سناؤ گے؟؟؟ وہ بھی اسکے ساتھ جھیل کے کنارے ٹک گئی۔

اونہوں۔۔۔نہیں۔۔میں بس سونے کے لیے ہی جا رہا تھا۔۔۔وہ تیزی سے اٹھ گیا۔۔۔جانے ہی لگا جب اسکے ہاتھ کو کسی نازک ہاتھ نے اپنی گرفت میں لیا تھا وہ تھم سا گیا تھا

پلیز؟ نوال نے اسکا ہاتھ تھام کر ملتجی نگاہوں سے اسکی جانب دیکھا

کیا ہوا تم ٹھیک ہو؟ ارحم کو اسکی آنکھوں میں نمی سی محسوس ہوئی وہ فکر مند سا ہو گیا

نہیں ارحم۔۔۔نوال نے اوس پڑی شبنمی گھاس کو نوچتے ہوئے کہا تھا سر ہنوز جھکا ہوا تھا۔

بتاؤ کیا ہوا؟ ارحم اب اپنی جگہ پر دوبارہ بیٹھ گیا۔

دل عجیب بوجھل سا ہے ارحم لوگ منگنی کر کے خوش ہوتے ہیں اور honestly انگوٹھی پہنتے ہی میرے دل پر عجیب بوجھ سا ہے جیسے کچھ غلط ہو گیا ہے جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔۔۔نوال کے آنسو بہہ نکلے تھے

کیا مطلب؟ تم اس منگنی سے خوش نہیں؟ وہ عجیب تذبذب کا شکار ہوا تھا۔

ہونا تو خوش چاہیئے تھا مگر نا جانے کون سی چیز ہے جو مجھے انجانے سے خوف میں مبتلا کر رہی ہے۔۔۔مجتبیٰ۔۔۔مجتبیٰ کی جانب سے مجھے عجیب واہمے ستا رہے ہیں۔۔۔وہ پریشانی سے ارحم کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

بھائی ایسے ہی ہیں سب جانتے ہیں اس میں پریشانی والی کوئی بات نہیں۔۔۔ارحم نے سرسری سی تسلی دی۔

ایک بات بتاؤ ارحم تم تو انکے بھائی ہو میرے دوست ہو سچ سچ بتاؤ کیا وہ اس منگنی سے خوش نہیں؟ نوال اپنا دل تو ہلکا کر رہی تھی مگر ارحم کا دل جیسے جیسے بھر رہا تھا۔

دیکھو منگنی ہو گئی تم دونوں ایک دوسرے سے منسلک ہو گئے تو بات ختم، آج پہلا دن ہے اور تم اتنے خدشات دل میں لے کر بیٹھی ہو ریلیکس رہو۔۔۔وہ نا چاہتے ہوئے بھی اسے مسکراتے ہوئے تسلی دے رہا تھا۔

ہمم م۔۔صحیح کہا۔۔تم مجھے سمجھ بھی سکتے ہو اور سمجھا بھی سکتے ہو ارحم۔۔مجھے اتنا بدگمان نہیں ہونا چاہیئے۔وہ ارحم کا ہاتھ دباتے ہوئے بولی۔

مگر تم کچھ بھی نہیں سمجھ سکی نوال کچھ بھی نہیں۔۔دل نے شور کیا۔۔۔

کہاں کھو گئے۔؟؟؟نوال نے اسے کندھے سے پکڑ کے ہلایا

بس تھوڑا سا سونگ سنا دو پھر میں بھی سوتی ہوں۔۔۔پلیز وہی جو تم گا رہے تھے میری منگنی کی خوشی میں ہی سہی۔۔۔نوال بضد تھی۔۔۔

اوکے۔۔۔تمہاری خوشی کے لیے نوال۔۔۔وہ گٹار پکڑ چکا تھا۔۔۔

چوری چوری چپکے تم کو دیکھا کرتے ہیں

حال دل سنانے سے نا جانے کیوں ڈرتے ہیں

کتنا پاگل دل ہے میرا

منانا بھی نہیں آتا

ہمیں تم سے محبت ہے

جتانا بھی نہیں آتا

نوال اسے گڈ نائٹ بول کر جا چکی تھی اور وہ مارے کرب اور بے بسی کے اپنے جامد ساکت وجود کو دھکیلتا ہوا اندر لے گیا۔

☆......☆......☆

فجر کے وقت ہوا میں موجود خنکی کی یہ خاصیت ہے جو اوائل دسمبر کی یخ سحر میں بھی بھلی محسوس ہوتی ہے۔۔۔

وہ فجر کی نماز بہت سکون سے برآمدے میں ادا کرتی تھی کیونکہ سب سو رہے ہوتے تھے اور وہ بغیر کسی کی نظروں میں آئے اذان کے فوراً بعد نماز ادا کر کے تلاوت کرتی تھی آج بھی وہ کافی دن بعد برآمدے میں فجر کی نماز ادا کر پائی تھی تو دل میں طمانیت سی اتری تھی بوجھل من کو قرار سا محسوس ہوا تھا ایک سکون تھا جو تو اتر سے اسکی رگوں میں بہنے لگا تھا۔۔۔خدا کے ذکر میں کتنا سکون ہے کتنا ٹھہراؤ ہے اسکے ذکر میں ہر شے کو پرسکوں کرنے کی طاقت ہے۔۔۔وہ سخت سردی کے باوجود آج کئی دنوں بعد خود کو تازہ دم محسوس کر رہی تھی وہ برآمدے کے ایک پلر کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی سامنے موجود ہرے بھرے گملوں کی قطار کو دیکھ رہی تھی۔۔۔صبح کی تازہ ہوا گھر میں گہری خاموشی اور اسکی تنہائی نے اسے اپنے گھر کی شدت سے یاد دلائی تھی۔۔۔حبا عظیم تم نے کیسی پابندی لگا لی خود پے صرف ایک شخص کی وجہ سے اپنے گھر کے تمام راستے خود پر بند کر دیے۔۔۔

امی بابا بھی سوچتے ہوں گے ہماری بیٹی کتنی خود غرض ہے اپنے ماں باپ کے گھر کو یوں ویران چھوڑ گئی۔۔۔

مگر میں بھی مجبور ہوں میں دوبارہ اس گھر میں جا کر خود کو کمزور نہیں کرنا چاہتی جن راستوں نے مجھے محبت سکھا کر رسوا کیا ان راستوں پے میں ہرگز نہیں جانا چاہتی۔۔۔

حبا۔۔۔شاہ میر نے اسکے کندھے پر اپنا چہرہ ٹکا کر آہستگی سے اسے پکارا تھا جس پے وہ اچھل پڑی تھی۔۔۔

ہاہاں جی۔۔۔آپ شاہ میر ڈرا دیا مجھے۔۔۔وہ خفگی سے بولی تھی

اوہ تو آپ ڈرتی بھی ہیں حبا عظیم وہ اب شرارت سے مسکرا رہا تھا۔

آپ۔۔آپ کیسے اس وقت اٹھ گئے۔۔اور تیار بھی ہو گئے ابھی تو آفس میں بہت ٹائم ہے۔وہ شاہ میر کے یوں اتنی جلدی اٹھنے اور تیار ہونے پر پر متعجب تھی

آج مجھے کسی کام جانا ہے پھر جلدی ہی آفس جاؤں گا۔۔تم اندر بھی نماز پڑھ سکتی تھی ابھی تم مکمل ٹھیک نہیں ہو حبا۔۔وہ اپنا شیڈول بتا کر فکر مندی سے اسکے گالوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولا وہ یقیناً اسکا بخار دیکھ رہا تھا۔

اب میں ٹھیک ہوں۔۔۔وہ مسکرائی تھی۔

اچھا؟ واقعی اب تم بالکل ٹھیک ہو؟ پکا وہ بھی مسکراتے ہوئے بولا۔

جی بالکل۔۔۔

تو ٹھیک ہے شام کو میں جلدی آؤں گا تیار رہنا اور اپنے اور میرے کچھ کپڑے بھی پیک کر لینا او کے۔۔۔ شاہ میر نے کہا۔

ہیں؟؟؟؟ کیوں؟ خیریت۔۔۔حبا حیران ہوئی ایسا تو کبھی ان دو سالوں میں نہیں ہوا۔

ہاں خیریت۔۔۔ہم تمہارے گھر جا رہے عظیم ماموں کے گھر کچھ دن وہاں رہیں گے۔۔۔شاہ میر کہہ کر کمرے میں چلا گیا۔

کیا۔۔۔حبا اب اسکے پیچھے پیچھے تھی۔۔۔کیا مطلب شاہ میر وہاں کیوں۔۔۔کوئی ضرورت نہیں۔۔۔۔وہ بول رہی تھی جب شاہ میر اسکے قریب ہو گیا۔

حبا میں نے کہا ہم شام کو جا رہے ہیں سو تیار رہنا۔۔اور اب مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔۔۔انداز اٹل تھا حبا نے شاہ میر کو دیکھا لہجہ بدلا ہوا تھا۔۔۔وہ خاموشی سے اپنی جگہ کھڑی رہی۔۔۔

شاہ میر اپنی کچھ فائلز لیپ ٹاپ اور موبائل فون اٹھا رہا تھا۔۔۔جاتے جاتے وہ چپ چاپ کھڑی حبا کے شفاف چہرے کو دیکھ کر تھم سا گیا وہ جب بھی الجھی ہوتی اسکا ایک ایک نقش الجھ سا جاتا تھا لبوں پر قفل لگے تھے مگر نظریں تکرار کرتی تھیں وہ خاموش تھی مگر شاہ میر سے اسکی الجھن دیکھی نا گئی وہ چلتے ہوئے اسکے قریب آیا محبت سے اسے شانوں سے تھام کر اپنی طرف گھمایا۔۔۔

حبا کی جھکی نظریں اس بات کا اشارہ تھیں کہ وہ خفا خفا سی ہے۔۔۔

حبا۔۔۔حبا میری طرف دیکھو۔۔۔شاہ میر نے مسلسل جھکی نظروں پر جھکی سیاہ گھنی پلکوں کی جھالر دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ خاموشی سے شاہ میر کو دیکھنے لگی۔

تمہارے لیے چینج بہت ضروری ہے تم سمجھتی کیوں نہیں وہ بھی تمہارا گھر ہے اور یہ بھی۔۔۔لیکن میں چاہتا ہوں ہم کچھ وقت وہاں گزارا کریں کچھ یہاں۔۔میرا آفس بھی وہاں سے قریب ہے پھر وہاں گلاب خان بھی ہے تمہارا دل لگا رہے گا۔۔۔اور تمہارے لیے کچھ بہتر ہی سوچ رہا ہوں تو کہہ رہا ہوں نا۔۔۔شاہ میر نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

میرے لیے یا ہمارے لیے۔۔۔۔حبا نے براہ راست شاہ میر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا

شاہ میر اسکی آنکھوں میں بس دیکھ کر رہ گیا۔۔۔نا جانے کتنے لمحے یونہی گزر گئے۔۔۔

اس سے پہلے کہ شاہ میر کی آنکھوں کی نمی حبا دیکھتی اس نے آگے بڑھ کر حبا کی دوپٹے سے ڈھکی پیشانی پر مہر محبت ثبت کی اور تیزی سے بائیک نکال کر چلا گیا۔۔۔۔

حبا آنکھیں بند کر کے ہتھیلی سے اپنی پیشانی پر موجود اسکے لمس کو محسوس کرنے لگی۔۔۔سر جھٹک کر نگاہ گھڑی کی جانب کی تو 6 بج رہے تھے۔۔۔

صبح 6 بجے کونسا ضروری کام ہے شاہ میر کو۔۔۔نا جانے کیوں مجھے لگتا ہے شاہ میر آپ مجھ سے بہت کچھ چھپا رہے ہیں آپ نے نا جانے خود کو کیسے خول میں بند کیا ہوا ہے جس تک میری رسائی ممکن نہیں ہو پا رہی۔۔۔

2 سال بعد ابو کے گھر جانا اور اپنے آپ پر لگائی ہوئی پابندی سے دستبردار ہونا کیا آسان ہے۔وہ بری طرح الجھ گئی۔۔۔یا اللہ۔۔۔تیرے ذکر میں کتنا سکون محسوس ہو رہا تھا مگر یہ دنیا ہم انسانوں کو کیوں بھٹکا دیتی ہے کیوں ہم صرف سکون میں نہیں رہ سکتے۔۔۔وہ بیڈ پر ڈھے گئی۔۔

☆......☆......☆

امی کتنا لمبا راستہ ہے آپ کیسے یہاں کے چکر کاٹتی ہیں میرے تو چل چل کے پاؤں شل ہو گئے۔۔۔

مریم جو پچھلے 15 منٹ سے عارفہ بی بی کے ساتھ انجانے کچے پکے راستوں پر چل چل کر تھک چکی تھی اب

انتہائی کوفت سے بولی تھی۔

بس پہنچ گئے۔۔۔عارفہ بی بی ہانپتی کانپتی ایک بڑے سے لکڑی کے دروازے والے گھر میں داخل ہوئی مریم بھی انکے پیچھے ہی داخل ہوئی۔۔۔

گھر پرانی طرز کا بنا ہوا مگر پختہ تھا حیرت اس بات کی تھی اتنے بڑے گھر میں صرف ایک بائیں جانب کمرہ تھا باقی آدھی جگہ ایک نہایت کشادہ برآمدے نے لی ہوئی تھی جبکہ آدھے حصّہ میں صحن تھا جس میں ایک غسل خانہ تھا۔۔۔

مریم کو اندر داخل ہوتے ہی غیر معمولی سا لوگوں کا رش محسوس ہوا۔۔۔وہ سامنے برآمدے میں بیٹھی عورتوں کو کبھی دیکھتی کبھی اپنی ماں کو جو بہت عقیدت سے جوتے اتارے اسی جانب بڑھ رہی تھی۔۔۔

امی باباجی تو بڑی پہنچی ہوئی چیز لگتے ہیں۔۔۔مریم بھی باباجی کے اردگرد لگے جمگھٹے کو دیکھ کر متاثر تھی گو کہ باباجی کی زیارت کا شرف ابھی حاصل نہیں ہوا تھا۔۔۔

ہاں بس تو دیکھتی جا۔۔۔آ ادھر بیٹھتے ہیں باری جلدی آئے گی۔۔۔عارفہ بی بی برآمدے میں ایک مخصوص جگہ پر بیٹھ گئی۔۔۔

مریم بار بار سر اونچا کر کے باباجی کو دیکھنے کی کوشش میں تھی۔۔۔مگر باباجی بہت دور تھے۔۔۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد انکی باری آئی تھی۔۔۔

سلام باباجی۔۔۔عارفہ بی بی ایک مکروہ سی شکل والے بابے کے آگے عقیدت سے جھک گئی۔۔۔

بابے نے صرف سر ہلانے میں ہی اکتفا کیا۔۔۔اسکے ہاتھوں اور ناخنوں کی گندگی دیکھ کر مریم نے جھرجھری سی لی۔۔۔

باباجی میرا کام ہو رہا ہے نا؟؟؟عارفہ بی بی نے سرگوشی کی

کونسا؟ بابا شاید بھول چکا تھا

وہی بچے والا عارفہ بی بی بولی مریم حیرت سے انکی باتیں سن رہی تھی

ہاں ں۔۔۔بابا نے لمبی ہاں کی۔۔۔وہ تو بے فکر رہ تو چاہے گی تو وہ ماں بنے گی ورنہ کبھی نہیں کبھی

نہیں۔۔۔عجیب بھونڈا انداز تھا بابا کا۔

بس بابا جی کام پکا ہونا چاہیئے وہ کبھی ماں نا بنے کبھی بھی نہیں۔۔۔اور آج ایک اور کام بھی ہے بابا۔۔۔میرا بیٹا ان دو سالوں میں پکا زن مرید ہو گیا ہے اسکا بھی کوئی علاج کریں۔۔۔عارفہ بی بی التجائیہ انداز میں بولی

بی بی پہلے ایک کام ہو رہا تیرا۔۔۔اس میں تیرے بیٹے کا نام شامل ہے جب تک وہ عمل ختم نہیں کروائے گی دوسرا شروع نہیں کر سکتا۔۔۔اب بتا بچے کا کام یا یہ۔۔۔بابا اپنی کالی سیاہ آنکھیں گھماتے ہوئے بولا

ٹھیک ہے بابا۔۔۔بچے والا کام بس۔۔۔یہ لو بابا۔۔۔عارفہ بی بی نے فوراً 2 ہزار والے نوٹ بابا کی مٹھی میں دبائے۔۔۔

ٹھیک ہے یہ پکڑ اپنے بیٹے کو پلانا ہے اور یہ اپنی بہو کی قمیض میں ڈال کر جلانا ہے جا اب اور بے فکر رہ۔۔۔ بابا نے دو الگ الگ تعویذ دیے۔۔۔عارفہ بیگم کی نشست چھوڑنے کی دیر تھی دھکا دیتی ایک عورت دھم سے اسکی جگہ پے آ گئی۔۔ بابا انکے ساتھ گفتگو میں مگن ہو گیا۔

مریم اس گھر کے گیٹ سے باہر نکلتے ہی چپ نا رہ سکی۔۔۔

امی یہ کیا آپ بھائی کی اولاد نہیں۔۔۔وہ بول ہی رہی تھی جب عارفہ بی بی نے ٹوک دیا

اے چپ کر۔۔۔ہاں میں۔۔۔میں ہی دو سال سے ایسا کر رہی ہوں میں نہیں چاہتی کہ اس لڑکی سے سے میرے شاہ میر کی نسل چلے۔۔۔عارفہ بیگم تیز تیز چلتے ہوئے بولی

مگر امی یہ ٹھیک نہیں۔۔۔بھائی کو معلوم ہو گیا تو۔۔۔مریم کو بہت کچھ عجیب محسوس ہوا

اے منہ سے کچھ اچھا بولا کر کچھ نہیں معلوم ہو گا اسکو۔۔۔عارفہ بی بی نے ٹوکا

مگر آپ ایسا کیوں کر رہی امی۔۔۔مریم ہنوز الجھی ہوئی تھی

کیونکہ مجھے اس سے نفرت ہے بس نفرت۔۔۔عارفہ بی بی نے کر ختگی سے کہا

کیا اسکی ماں اتنی بری تھی۔۔۔مریم اس نفرت کی وجہ حبا کی ماں کو سمجھتی تھی۔

ہاں بہت بری بہت منحوس! اب خبردار جو کسی کو بھنک بھی پڑنے دی تو گھر میں۔وہ دونوں گھر میں داخل ہوئیں۔

☆......☆......☆

تم ٹھیک ہو۔۔۔اگلی صبح 11 بجے کے قریب رومان کا فون آیا۔

ہاں ٹھیک۔۔۔مجتبیٰ کے ہاتھ تیزی سے لیپ ٹاپ پر چل رہے تھے سیل فون کندھے سے ٹکائے وہ فون سن رہا تھا۔

آئی نو تم بہت ڈسٹرب ہو۔۔۔ بٹ ٹرسٹ می مجھے اس سب کے متعلق قطعی معلوم نہیں تھا۔۔۔رومان شرمندہ سا بولا۔

یار ڈونٹ وری تمہاری پوزیشن بھی سمجھ سکتا ہوں۔۔۔مجتبیٰ نے تسلی دی

لیکن میرا یقیں کرو ہوگا وہی جو تم چاہو گے۔۔۔رومان نے یقین دلایا

سرتاج خواجہ سے آج پھر ملاقات ہوئی حبا سے کی گئی اپنی زیادتی ایک بار پھر یاد آ گئی رگ و پے میں درد اٹھنے لگا ہے اس درد کو تکلیف کو کم کرنا چاہتا ہوں۔۔۔تم کر سکتے ہو۔۔۔حبا کو ڈھونڈ کر لا سکتے ہو؟ آہ میری چاہت تو اسکے سوا کچھ نہیں رومی۔۔۔بتاؤ یہ کر سکتے ہو؟ اگر نہیں تو میرا کچھ چاہنا چاہنا بے وقعت ہے میری چاہت لاحاصل ہے اسلیئے مجھ سے پوچھنا بھی فضول ہے۔۔۔مجتبیٰ نے فون بند کر دیا۔۔۔

کام سے دل اچاٹ ہو چکا تھا۔۔۔حبا پر الزام لگانے کے ٹھیک ایک ماہ بعد سرتاج خواجہ سے جب اسے علم ہوا کہ حبا کی طبیعت اس دن کس حد تک خراب تھی وہ کیسے اکیلی جا رہی تھی اور سرتاج خواجہ نے انسانی ہمدردی کے تحت اسے ڈاکٹر کو دکھا کر گھر تک چھوڑا وہ اسے چھوٹی بہن سمجھ بیٹھا تھا اور اسکی یوں اچانک گمشدگی پر فکر مند بھی تھا۔۔۔یہ سب مجتبیٰ کو 3 ماہ بعد معلوم ہوا جب اس نے سرتاج خواجہ سے حبا کے متعلق پوچھا۔

اور اسکے جواب نے تو جیسے مجتبیٰ جمال کے منہ پر زوردار طمانچہ مارا تھا۔۔۔اس حد تک گھٹیا ذہنیت۔۔اسے خود سے عجیب نفرت ہونے لگی تھی اس نے گیدرنگز چھوڑ دی تھیں لڑکیوں کے سائے سے بھی وہ دور بھاگنے لگا تھا۔۔۔پھر نوال کمال حسن سے اسکی منگنی تو اسکے وہم وگمان میں بھی نہیں تھی۔۔۔مگر اب وہ الجھا ہوا شخص مزید الجھ گیا تھا اب بات خاندان کی آ گئی تھی مد مقابل اسکی خالہ زاد تھی بات مجتبیٰ کی ماں نے طے کی تھی۔۔۔دوسری جانب اسکی اکلوتی خالہ کے جذبات تھے اسکے بیسٹ فرینڈ کی بہن۔۔۔رومان سب جانتا تھا اور وہ بھی اسی تکلیف سے گزر رہا تھا۔۔۔رومان کی پوزیشن بھی ایسی تھی نا ادھر کے نا ادھر کے۔۔۔ وہ سارا کام چھوڑ کر جلد آج گھر کے

لیے نکل چکا تھا۔

تم لوگ کب آئے۔۔۔وہ گاڑی سے نکل کر گم صم بیٹھے ارحم کے پاس آیا جو لان میں موجود کرسی پر بیٹھا کسی گہری سوچ میں مگن تھا۔

ارحم۔۔۔مجتبیٰ کے پکارنے پر ہنوز ساکت تھا

ارحم آر یو او کے؟ مجتبیٰ نے اسے کندھے سے ہلایا۔

ہاہاں۔۔۔یس ام او کے۔۔۔وہ چونکا تھا۔

کیا سوچ رہے تھے کوئی پریشانی ہے تو بتاؤ۔۔ مجتبیٰ کو تشویش ہوئی

نہیں بھائی۔۔بس نیند آئی تھی۔۔۔ابھی سونے ہی جا رہا تھا۔۔ارحم اٹھتے ہوئے بولا

اچھا امی بھی ساتھ آئی ہیں؟

جی وہ بھی آرام کر رہی ہیں۔۔۔ارحم لان کے ساتھ بنے گیراج میں موجود بڑے سے ترچھے نفیس لکڑی کے دروازے والے ہال کی جانب بڑھنے لگا جب مجتبیٰ نے آواز دے کر روک لیا

مونال میں انگیجمنٹ کی اناونسمنٹ ہونے کے بعد تم نے مجھے مبارکباد نہیں دی۔۔۔کیا تمہیں بھی میری منگنی کی خوشی نہیں ہوئی؟ مجتبیٰ چلتا ہوا اسکے سامنے آ گیا

مجھے بھی مطلب۔۔کسے خوشی نہیں ہوئی؟ ارحم نے الجھی نگاہوں سے اپنے بھائی کو دیکھا

ایک تو میں ہوں جسے خوشی نہیں ہوئی۔۔کیا تمہیں بھی نہیں ہوئی؟ مجتبیٰ نے کھوجتی نظروں سے ارحم کو دیکھا

نہیں ایسا کچھ نہیں۔۔۔مجھے کیوں نہیں ہوگی خوشی۔۔۔بہت خوش ہوں میں نوال بہت اچھی لڑکی ہے آپ دونوں ہر لحاظ سے ایک دوسرے کے لیے موزوں ہیں۔۔۔ارحم آگے بڑھنے لگا جب مجتبیٰ نے اسکے بازوں کو پکڑ کر روک دیا۔

اچھا تو یہ کیا ہے پھر؟؟؟ مجتبیٰ نے بریسلیٹ ارحم کی نگاہوں کے آگے لہرایا۔۔۔

یہ۔۔آپکے پاس۔۔۔کیسے۔۔۔ارحم کے دیکھتے ہی ہوش اڑ گئے۔۔۔

یہ کل تمہاری جیکٹ کی پاکٹ میں سے گرا اور میں نے اٹھا لیا۔۔۔اس وقت تو مجھے سمجھ نہیں آئی مگر منگنی کے

بعد تمہاری شکل نے مجھے سب بتا دیا۔۔۔یہ نوال کے لیے ہے؟مجتبیٰ نے عجیب بھید کھولا تھا۔

ارحم ہکا بکا کھڑا تھا مگر وہ بھی مجتبیٰ کا بھائی تھا اتنی آسانی سے اپنا راز کیسے دیتا۔

ہاہاہا۔۔۔ارحم کے قہقہے نے مجتبیٰ کے ماتھے پر تیوری چڑھا دی

بھائی۔۔۔آپ بھول گئے شاید منگنی سرپرائیز رنگ آپکے لیے تھی ہمارے لیے نہیں۔۔۔ہاہاہا۔۔۔ہاں یہ بریسلیٹ نوال کیلیے ہی ہے۔۔۔اور اس بیچاری کو منگنی کا تحفہ دینے کے لیے خریدا تھا مگر بدقسمتی سے وہ مجھ سے کھو گیا تو آپکے پاس پہنچ گیا۔۔ یہ بھی حسین اتفاق ہے نا سو اب آپ اپنے ان ہاتھوں سے نوال کی کلائی میں پہنائیے گا۔۔ٹھیک ہے۔۔۔ہاہاہا آپ بھی نا بھائی۔۔۔ارحم ہنستا ہنستا وہاں سے چلا گیا اور مجتبیٰ حیرانگی سے اسے جاتا دیکھتا رہا یہ سچ ہے یا جھوٹ۔۔۔؟؟؟وہ سوچتا ہوا ماں کے کمرے میں گیا۔۔۔ان سے ملکر وہ اپنے کمرے میں آکر لیٹ گیا۔۔کون سچا تھا اور کون جھوٹا وہ یہ نہیں سمجھ پا رہا تھا۔۔۔اسکا سر درد سے پھٹنے لگا تھا وہ دوا لے کر سونے کی غرض سے اپنے نرم گرم سے بستر پر نیم دراز ہو گیا۔۔۔

سنو۔۔۔تمہیں مجھ سے محبت ہے؟وہ اس دن کتنی حسین لگ رہی تھی گلابی رنگ میں بالکل سادہ سے چہرے پر قدرتی گلابی گالوں والی حبا کی آنکھوں میں مجتبیٰ کو دیکھتے ہی خاص چمک ابھرتی تھی جو مجتبیٰ واضح محسوس کرتا تھا۔

کیا تمہیں میری آنکھوں میں چمک نظر نہیں آتی جو مجھے تمہاری آنکھوں میں اپنے لیے نظر آتی ہے۔۔۔وہ دونوں پارک میں بینچ پر بیٹھے تھے

اسکی اس بات پر حبا نے نظر جھکا لی تھی نظر جھکا کر وہ بہت محبت سے مسکرائی تھی۔۔۔

مجتبیٰ بیڈ پر لیٹے آنکھیں موندے مسکرایا تھا۔۔۔

یکدم آنکھیں کھول کر وہ اٹھ بیٹھا۔۔۔

حبا عظیم تم مجھ سے بہت محبت کرتی تھی یہ ہجر کی مسافتیں جو تم کاٹ رہی ہو یہ فراق واذیت کے لمحے تم مجھے دے رہی ہو یہ بھی تمہارا طرز محبت ہے تم بہت شاطر ہو محبت میں ایک ایسی انوکھی سزا دی اس سزا نے میری محبت کو اور بھی نڈر کر دیا میرے جذبات کو بھڑکا ڈالا میری چاہت کے تمام تر جذبوں نے شدت پکڑ لی ہے حبا اب میں

اس رب سے ایک دعا کرتا ہوں تم ایک بار میرے سامنے آؤ اور میں تمہیں قید کرلوں اور تمہیں پل بھر کے لیے بھی خود سے جدا نا کروں۔۔۔تمہیں بتاؤں یہ فراق کے دن رات کس عذاب میں گزارے ہیں میں نے کیسے میری ایک غلطی نے تمہیں مجھ سے دور کر دیا بس ایک بار بس ایک بار۔۔۔اب وہ اپنے آپے سے باہر ہو چکا تھا اس نے کمرے میں موجود قیمتی شوپیس اٹھا اٹھا کر دیوار سے مارے۔۔۔اور بے بسی سے سگریٹ پے سگریٹ پھونکنے لگا۔۔۔ایک ہاتھ سے وہ سیل فون تھامے حبا عظیم کی تصویر دیکھنے لگا۔۔۔جو اسکے غصّے کو کم کرنے میں معاون ثابت ہوئی۔۔۔

☆......☆......☆

یہ زیادتی ہے میر بابو یہ زیادتی ہے۔۔۔کیوں کر رہے ہو اپنے ساتھ ایسا ہاں۔۔۔ہائے اتنا درد اس کلیجے میں کبھی نہیں ہوا۔۔۔جو آج یہ بری خبر سن کر ہوا۔تارا سینے پے ہتھڑ مار مار کر رو رہا تھا۔۔۔

اور کوئی راستہ نہیں تارا۔۔۔یہ بات چھپانا میری مجبوری ہے حبا کا پہلے ہی کوئی نہیں اس دنیا میں میرے علاوہ اسے معلوم ہوا تو وہ ٹوٹ جائے گی۔۔۔ماں اور بہنوں کا میرے علاوہ کوئی سر پرست نہیں میرے معذور باپ کا کوئی سہارا نہیں۔۔۔میرے ساتھ بہت سے لوگوں کی امیدیں وابستہ ہیں اور میں ان سب کی امیدوں کو مایوسیوں کے تاریک سائے میں نہیں بدل سکتا میں انکے چہروں پر مجھے کھونے کا خوف نہیں دیکھ سکتا۔۔۔شاہ میر ہسپتال کے بینچ پر بیٹھا تھا۔

میں ابھی جا کر حبا بی بی کو بتاتا ہوں۔۔۔تارا جانے لگا جب شاہ میر نے اسکا راستہ روک لیا۔

خبردار ہرگز نہیں۔۔۔کوئی اسے نہیں بتائے گا۔۔۔اگر اسکو یہ بات معلوم ہوئی تو ساری زندگی کے ملال کو اپنا لے گی۔۔۔میں اسے بتاؤں گا سب بتاؤں گا مگر اپنے طریقے سے سمجھے تم۔۔۔شاہ میر کہہ کر ہسپتال سے نکل گیا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا جا رہا تھا۔

تارا اسکے نکلتے ہی دوسری جانب بھاگا۔۔۔ایک ہی انسان تھا اب جو اسے سمجھا سکتا تھا اور وہ تھی عالی بی بی۔

☆......☆......☆

وہ دوپہر 3 بجے ہی گھر آ گیا تھا حبا دن کے کھانے کے برتن دھو رہی تھی مریم اور تابی دھوپ میں بیٹھ کر عارفہ

بی بی کے ساتھ مالٹے کھا رہی تھیں۔۔۔شاہ میران تینوں کے پاس ہی صحن میں بچھی چارپائی پر آ بیٹھا۔۔۔گول تکیے سے ٹیک لگائے وہ صحن میں اس رخ سے بیٹھا کہ برتن دھوتی حبا کا چہرہ اسے واضح نظر آ رہا تھا۔

ارے آج اتنی جلدی آ گیا میرا شہزادہ۔۔۔عارفہ بی بی شاہ میر کو دیکھ کر کھل اٹھی تھی۔

جی آج ہاف لیو پے آیا ہوں۔۔۔شاہ میر مختصر سا بولا نظریں کام کرتی حبا پر مرکوز تھیں جو چہرے پر آئے سنہری بالوں کو ہتھیلیوں کی پشت سے پیچھے کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔

خیر ہے آج طبیعت تو ٹھیک ہے؟ عارفہ بی بی شاہ میر کی نظروں کی سمت دیکھ کر بے دلی سے پہلو بدل کے رہ گئی۔۔۔

ہاں اب ٹھیک ہے۔۔۔نظریں ہنوز حبا پر تھیں۔

اسکی نظروں کی تپش تھی کہ بال پیچھے کرتی حبا نے نظریں اٹھا کر اسکی طرف دیکھا تھا اور شاہ میر یوں نگاہ ملنے پر مسکرا کر رہ گیا تھا۔۔۔

حبا حیرت سے شاہ میر کو ہنستا ہوا دیکھ کر پھر کام میں جت گئی۔۔۔

امی آپکو بتانا تھا میں اور حبا آج عظیم ماموں کے گھر جا رہے ہیں کچھ دن وہاں ہی رہیں گے۔۔۔شاہ میر اب مالٹے چھیل کر کھانے لگا۔

ہیں آج یوں اچانک کیسے وہاں جانے کا ارادہ کر لیا۔۔ اور کونسا تمہارا سسرال ہے جو تمہاری دعوت کرے۔۔ عارفہ بی بی بیٹیوں کو دیکھ کر کھی کھی کرنے لگی۔

آپکو بتانا تھا بس ہم جا رہے ہیں شام کو۔۔۔یہ کچھ پیسے ہیں رکھ لیں۔۔ یہ تم دونوں رکھ لو اس نے دونوں بہنوں کو ہزار ہزار کا نوٹ تھمایا۔۔۔

کونسا تو دوسرے شہر جا رہا ہے یہ جائے اپنے باپ کے گھر تو تو گھر آیا کر۔۔۔عارفہ بی بی نے پیسے پکڑ کر رکھ لیے۔

امی میں بھی کچھ دن ادھر ہی رہوں گا آفس قریب پڑتا ہے وہاں سے۔۔۔شاہ میر کہہ کر اپنے والد کے کمرے میں چلا گیا۔۔۔

ہائے دیکھا یہ تو ماں کو چھوڑ کر جا رہا ہے۔۔۔عارفہ بی بی سوچ میں پڑ گئیں اسے انکار کرنا یا روکنا بھی جھگڑا لینے کے مترادف تھا پھر فی الحال اپنے اور بیٹیوں کے ہاتھ پر پیسے دیکھ کر بھی دل کچھ ٹھیک تھا۔۔۔

وہ کمرے میں داخل ہونے لگا تو حبا وہاں پہلے سے موجود چمچ کے ساتھ انھیں دلیہ کھلا رہی تھی۔۔۔شاہ میر دروازے پر ہی رک گیا۔

آپ دیکھیں نا انکل میرا گھر جانے کا بالکل بھی دل نہیں مگر شاہ میر بھی اپنی بات کرنے کے بعد کسی کی سنتے ہی نہیں۔۔۔۔وہ منہ پھلائے بول رہی تھی اسکی پشت شاہ میر کی جانب تھی

شاہ میر کے والد علی شاہ میر کو دروازے پر کھڑا دیکھ چکے تھے مگر شاہ میر نے ہونٹ پر انگلی رکھ کر مسکراتے ہوئے انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا آیا وہ حبا کو شاہ میر کی موجودگی کا نا بتا دیں۔۔۔وہ توجہ سے حبا کی باتیں سن رہے تھے وہ انھیں کھلاتے کھلاتے بول رہی تھی۔

بس اب آپ بھی جلدی سے ٹھیک ہو جائیں نا تو اپنے بیٹے کے کان کھینچے۔۔۔کتنا مزہ آئے آپ شاہ میر کو ڈانٹیں۔۔۔اور میں دیکھوں کے شاہ میر ڈانٹ کھاتے ہوئے لگتے کیسے ہیں۔۔۔وہ خود ہی بول کر مسکرائی تھی علی صاحب بھی مسکرا رہے تھے اور دروازے پر کھڑا شاہ میر اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

آپکو ایک بات بتاؤں شاہ میر کچھ عجیب ہو گے ہیں جیسے انسان کچھ چھپا تا ہے نا ویسے۔۔ نا جانے مجھے ایسے لگتا ہے انکل کے میں بہت سی باتوں سے لاعلم ہوں۔۔۔مجھے بہت سی باتوں کا پردہ ہے اور جلد یہ پردہ اٹھے گا۔۔۔حبا کا انداز پریشان کن تھا مگر اگلے ہی لمحے کمال سے اسنے بات بدلی مگر مجھے اس سب سے زیادہ آپکو اٹھتے دیکھنے کی جلدی ہے تا کہ شاہ میر کی کلاس ہوتے دیکھ سکوں۔۔۔اب وہ علی صاحب کا منہ صاف کر کے پانی پلا رہی تھی۔۔

ابو ابھی تمہاری یہ خواہش پوری کر دیتے ہیں۔۔۔شاہ میر دروازے کے ساتھ ہاتھ باندھے کھڑا تھا شرارت سے بولا۔

حبا شاہ میر کی آواز پر چونک گئی۔ پلٹ کر دیکھا تو وہ اسی کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا علی صاحب بھی ہنسنے لگے۔۔۔

ہا۔۔۔انکل آپ بھی۔۔۔حبا بہت شرمندہ ہوئی۔۔۔

ہاں ابو آپکی بہو کا ایک ہی تو ارمان ہے جلدی سے ٹھیک ہو کر پورا کر دیں تا کہ انہیں بھی پتا چلے شاہ میر علی کی جب اپنے والد محترم سے کلاس لگتی ہے تو وہ کیسا لگتا ہے۔۔۔شاہ میر شرارت سے بولتا ہوا اسکے قریب بیٹھ گیا۔

وہ میں برتن رکھ آؤں۔۔۔وہ فوراً وہاں سے برتن اٹھا کے باہر بھاگی پیچھے سے آتے علی صاحب اور شاہ میر کے قہقہوں کی آواز نے اسے بھی ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔۔

☆......☆......☆

عشق ہوناسی ہو گیا

جگ رسناسی رُس گیا

اک او سی اک میں سا سائیں

عشق داڈاڈا سارے پاسے

مینہ ہوناسی ہو گیا

تو مینوں دس کی کریں گا

مینوں جان کر کملے سائیں

میں تے تیرے عشق اچ

چلیا وانگو ہو گیا

کوئی ہنس ہنس کے یار منالیندا

کوئی رووے زاروزار

میں چپ ہی سا چپ رہندے رہندے

میرا کم ہوناسی ہو گیا

میرا دل وی کملا تے تو وی کملی

پریت کر بیٹھی تو نال میرے

جیڑا آپ آپے تو باہر ہووے
اونوں جگ وی سارا رول گیا۔۔۔
انہاں لمبیاں اوکھی راہواں وچ
روح چلے میری کلم کلی
تو آکھے میرے نال ٹریں گی
گل نا منے کوئی
تو رہ سکھی رب نال تیرے
میرے اوکھے جئے قس دل دیاں
دن رات دعاواں نال تیرے
میں مکنا سی ہن مک گیا
میرا عشق فقیر میری ذات فقیر
میری خالی ہتھ وی دسدے نے
اس فقیری وچ میں میں لٹنا سی
جے لٹنا سی سب لٹ گیا

عالی بی بی بستی میں موجود بزرگ کے مزار پر منہ ڈھانپے بیٹھی تھیں۔۔۔مزار پر مغرب کے بعد قوالی کا اہتمام کیا جاتا تھا نا جانے کونسا درد تھا جو عالی بی بی کی آنکھیں تر رہتی تھیں۔۔اوپر سے تارا کی باتیں سن کر عالی بی بی کی آنکھیں ٹپ ٹپ بہنے لگیں۔۔۔

تم کو معلوم ہے ہمیں بچپن میں لگتا تھا شاید ھمارے نصیب ہی برے تھے جو ہم اس روپ میں پیدا ہوئے ہم تو تھے ہی دھتکارے ہوئے۔۔۔مگر معلوم ہے درد کب ہوتا ہے تکلیف کب ہوتا ہے جب حبا عظیم جیسی خوبصورت احساسات جذبات رکھنے والی لڑکی کے ساتھ مسلسل ایسا ہوتا ہے۔۔۔بار بار چھن جانے کی اذیت کیا ہوتی ہے ہم تم نہیں جان سکتے تارا وہ لڑکی بہت آزمائشوں سے گزر چکی ہے ھمارے تمہارے جیسے تو جب ہوش

سنبھالتے ہیں تو ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے آج ہیں مگر حبا عظیم سے پوچھے کوئی باری باری اپنوں کو کھونا کسے کہتے ہیں۔۔۔اوراب ایک بار پھر حبا عظیم۔۔۔عالی بی بی بول رہی تھی کہ تارا بول پڑا

نا عالی بی بی نا۔ میر بابو کو کچھ نہیں ہوگا۔۔ حبا بی بی کے ساتھ اس بار ایسا کچھ نہیں ہوگا آئے ہائے اتنے دکھ۔۔۔تارا کو نا جانے کیا انسیت تھی شاہ میر سے وہ اسے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔۔

تمہیں کیا لگتا ہے ابھی حبا کسی امتحان سے نہیں گزر رہی؟؟؟ وہ جس کرب مسلسل سے گزر رہی وہ خود بھی نہیں جانتی وہ کیا ہے۔۔۔؟؟؟

ابھی۔۔۔تارا حیران ہوا۔۔۔

ہاں ابھی۔۔۔خیر چھوڑ واللہ کرے سب بہتر ہو۔۔۔عالی بی بی نے آنسو صاف کیے

عالی بی بی کبھی کبھی دل کرتا ہے میں بھی حبا بی بی کو جا کے دیکھوں۔۔۔تارا نے بات کی

کبھی نہیں کوئی ضرورت نہیں۔۔ عشاء ہونے والی ہم نماز ادا کرنے جا رہے ہیں۔۔۔عالی بی بی کہہ کر اپنے خیمے کی جانب بڑھ گئی۔۔۔

☆......☆......☆

بسم اللہ بسم اللہ۔۔۔میرا بچا آیا ہے خوش آمدید!۔۔۔

حبا شاہ میر کے ساتھ گھر داخل ہوئی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی گھر بالکل ویسا ہی تھا جیسا وہ چھوڑ کر گئی تھی گلاب خان نے ان دو سالوں میں خوب خیال رکھا تھا۔۔۔صاف ستھرا گھر ہرا بھرا لان۔۔۔گلاب خان نے حبا کو سینے سے لگا کر شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرا۔۔۔حبا اور گلاب خان دونوں کی آنکھیں نم تھیں۔۔۔دونوں ہی اتنے وقت بعد ایک دوسرے سے ملکر خوب روئے۔۔۔

یہ تمہارا گھر ہے بچہ تم نے اچھا کیا تم آ گیا۔۔۔رونق آ گیا۔۔۔ام تو ڈیوٹی دے دے کر تھک گیا تھا اب سنبھالو اپنے گھر کو۔۔۔تم لوگ بیٹھو ام کھانے پینے کو لے کر آتا ہے گھر سے۔۔۔

نہیں گلاب خان آپ زحمت کیا کیجیئے۔۔۔شاہ میر بولا

ارے زحمت کیسا اسکی بی اماں نے سب کچھ تیار کر لیا ہے بس وہ چل پھر نہیں سکتا اب بالکل بیٹھ گیا وہ تو بچی کی

خوشی میں ام دونوں نے ملکر کھانا تیار کیا۔۔۔تم لوگ آرام کرو ام آتا ہے۔۔۔۔گلاب خان کہہ کر جانے لگا

میں بی اماں کو ملنے آؤں ساتھ۔۔۔۔۔حبا بے چینی سے کھڑی ہوئی۔

تم اب ادھر ہی ہے بی اماں سے بھی مل لینا ابھی بیٹھو فریج میں جوس وغیرہ پڑا ہے شاہ میر کو بھی دو خود بھی پیو ام آتا ہے۔۔۔۔گلاب خان محبت سے کہہ کر نکل گیا حبا محبت سے انھیں جاتا دیکھتی رہی۔۔۔

وہ پورے گھر کے درو دیوار کو کافی وقت تک ہاتھ لگا کر محسوس کرتی رہی۔۔۔ یہ بات واقعی حقیقت تھی اپنے گھر میں آتے ہی اسکو اپنے اندر جان محسوس ہوئی تھی ہر ہر شے میں اپنایت تھی ہر آتے جاتے لمحے میں سکون تھا۔۔۔ماں باپ کے گھر بیٹیوں کے لیے فل شفاف آکسیجن جیسی پناہ گاہ رکھتے ہیں جہاں بیٹیاں کھل کر نا صرف سانس لیتی ہیں بلکہ انکی روح بھی تر و تازہ ہو جاتی ہے۔۔۔اور اس بات کا اندازہ حبا عظیم کو شادی کے دو سال بعد یہاں آ کر ہوا تھا۔۔۔وہ اپنا کہا بھول گئی تھی وہ بھی اب زندگی کو بھرپور طریقے سے گزارنے کا عہد کر چکی تھی اپنے گھر اور اپنے شوہر کے ساتھ وہ کچھ وقت اچھا گزارنا چاہتی تھی۔اور یوں دن پہ دن جیسے پر لگا کر اڑنے لگے۔

☆......☆......☆

موسم صبح سویرے ہی ابر آلود ہو گیا تھا اسلام آباد میں آسمان نے سیاہ بادلوں کی چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔۔۔ سردی کی شدت میں حد سے زیادہ اضافہ ہو چکا تھا۔۔۔صبح کے دس بج رہے تھے حبا کی آنکھ آج دیر سے کھلی تھی جب سے اپنے گھر آئی تھی نیند بھی ٹوٹ کر اس پر مہربان تھی۔۔۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔۔۔شاہ میر آج خود ہی آفس چلے گئے کیا۔۔۔؟؟؟

وہ جلدی سے اٹھ کر باہر آئی تو گھر میں ہر سو سناٹا تھا ٹی وی لاؤنج میں سرد ہوائیں داخل ہو رہی تھیں کچن کی بیک سائیڈ کا دروازہ شاید کھلا تھا چلنے والی سرد ہوا سے اسکے وجود پر کپکپی سی طاری ہو گئی۔۔۔کچن میں آ کر دیکھا تو شاہ میر جالی کا بھی دروازہ کھولے سر دونوں ہاتھوں سے تھامے کھڑا تھا۔۔۔

شاہ میر حبا کو سیاہ ہلکے سے سوٹ میں تھی بغیر شال لیے تیزی سے اسکی جانب بڑھی تھی

شاہ میر۔۔۔شاہ میر کیا ہوا وہ شاہ میر کو بازو سے پکڑ کر بولی۔۔۔وہ صرف ٹی شرٹ اور ٹراوزر میں ملبوس تھا پسینے سے شرابور تھا حبا اسکی غیر ہوتی حالت دیکھ کر جیسے دنگ رہ گئی اسکے تو ہاتھ پاؤں پھول چکے تھے شاہ میر جیسے

بندے کو شاید پہلی بار زندگی میں اس طرح دیکھنا اسکے لیے اذیت کا باعث تھا۔۔۔

شاہ میر کیا ہوا اندر چلیں پلیز۔۔۔حبا کے آنسو خود ہی نکل آئے تھے جب مسیحا خود آنکھوں کے سامنے تکلیف میں ہو تو درد تو ہوتا ہی ہے حبا کی بھی کچھ ایسی ہی حالت تھی

وہ چپ چاپ اسکے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں آ گیا۔۔صوفہ پر بیٹھتے ہی اس نے حبا کی گرفت سے زور سے اپنا بازوں چھڑایا۔۔۔

کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ کیوں پیچھے پڑی ہو میرے دور ہو جاؤ مجھ سے۔۔۔شاہ میر اتنی زور سے بولا کہ حبا کا پورا وجود لرز گیا وہ صوفہ پر گری تھی اور اب بے یقینی سے نم آنکھوں سے شاہ میر کو تک رہی تھی۔

شاہ میر۔۔۔وہ صرف اتنا ہی بول پائی

کیا شاہ میر ہاں۔۔۔ جب سے زندگی میں آئی ہو میرے پیچھے پیچھے ہو خدارا مجھے بھی اکیلا چھوڑو اور خود کو بھی فری رکھو یہ کوئی دور نہیں ایک دوسرے کے پیچھے لگ کر چلنے کا اپنے اپنے راستے اپنے اپنے طریقے سے چلنے میں ہی بہتری ہے سمجھی۔۔۔ یہ شاہ میر بول رہا تھا لفظوں سے زیادہ لہجے میں بیگانگی کے عنصر نے حبا کو جیسے ساکت کر دیا تھا اتنا روکھا تو وہ ساری زندگی کسی کے ساتھ نہیں بولا تھا

وہ یک ٹک اسے دیکھی جا رہی تھی آنکھوں میں بے یقینی واضح تھی

میں آج گھر جا رہا ہوں۔۔۔وہ حبا سے نظریں چرا کر اٹھ گیا

آپ یا ہم۔۔ وہ بھی فورا سے بیشتر کھڑی ہو گئی

صرف میں۔۔۔۔انداز دو ٹوک تھا

مگر کیوں میں بھی ساتھ جاؤں گی حبا بولی۔

تم کہیں نہیں جاؤ گی۔۔۔کچھ دن یہاں ہی رہو اور مجھے بھی بریک دو یہ گھر بھی تمہارا ہے میں خود تمہیں یہاں رہنے کو بول رہا ہوں۔

مگر مجھے یہاں نہیں رہنا آپکے ساتھ جانا ہے۔۔۔حبا روہانسی ہوئی

قبر میں بھی میرے ساتھ جاؤ گی تم۔۔۔وہ دھاڑا تھا

شاہ میر ایسا کیا ہوا جو آپ ایسے بول رہے ہیں مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی کیا۔۔۔حبا آرام سے بولی

غلطی تم سے نہیں مجھ سے ہوئی تم سے شادی کر کے۔۔۔وہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا

تھوڑی ہی دیر بعد وہ تیار ہو کر باہر نکلا۔۔۔تو حبا کو اسی جگہ کھڑا دیکھ کر رک گیا کچھ لمحہ تو اسکی زبان جیسے حلق میں چپک گئی۔

تم ابھی تک یہاں کھڑی ہو خدا کے لیے حبا خود کو بدلو میں تنگ آ چکا ہوں تمہارے روز روز کے ایموشنل ڈراموں سے۔۔۔

یہ ڈرامہ ہے شاہ میر۔۔۔آپ تنگ آ گئے مجھ سے۔۔۔وہ اچانک ہی بری طرح توڑی گئی تھی۔

میں جا رہا ہوں تم یہیں رہو کچھ دن پیسے اندر کمرے میں رکھے ہیں کسی چیز کی ضرورت ہو گلاب خان کو کہہ دینا۔۔۔وہ کہہ کر بنا حبا کی جانب نگاہ کیے آگے بڑھ گیا

حبا چپ چاپ اسے جاتا دیکھتی رہی۔۔۔یہ کیا ہو رہا تھا ایک ہی تو رشتہ بچا تھا کیا اسے بھی زوال آ رہا تھا وہ وہیں صوفہ پر ڈھے گئی۔۔۔

☆......☆......☆

نہیں میں یہ رشتہ قبول نہیں کر سکتا ہرگز نہیں میں کسی بھی فرد کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔۔۔اس نے فیصلہ کر لیا تھا وہ اپنا قیمتی آئی فون اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔۔بیل جانے کے بعد نوال نے فون اٹھایا

ہیلو۔۔۔مجتبیٰ بولا

مجتبیٰ آپ۔۔۔خیریت۔۔۔نوال ہیلو پر ہی اس دشمن جاں کی آواز پہچان گئی تھی دھڑکنیں اسکی آواز سن کر ہی منتشر ہو گئی تھیں۔

ہم مم کیسی ہو۔۔۔مروتاً حال پوچھا تھا

میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہو۔۔۔وہ تو خوشی سے پاگل ہو چکی تھی

تم سے ملنا چاہتا ہوں۔۔۔تم کب فری ہو۔۔۔مجتبیٰ سنجیدہ تھا

کیا آپ اسلام آباد ہیں؟؟؟

نوال نے اسکی غیر معمولی سنجیدگی نوٹ کر لی تھی

نہیں۔۔۔تم بتاؤ جب فری ہو

i ll be there

وہ بولا

او کے آپکو جب مناسب لگے آپ آ جائیں۔۔۔۔

او کے ٹھیک ہے میں نکل رہا ہوں کچھ دیر میں، کہیں باہر ملیں گے اور ہماری اس ملاقات کا تمہارے اور میرے گھر والوں کو علم نا ہو۔۔۔مجتبیٰ نے بول کر ٹھک سے فون بند کر دیا۔۔۔

مجھے آؤ ملو کسی شام کو

میری زندگی کو سنوار دو

میری زیست کے فراق کو

تم چاھتوں کے جال سے

یونہی بے سبب سنوار دو

مجھے جا بجا ہے بکھرنا

تم جگہ جگہ سمیٹنا

میری عمر کے اندھیروں کو

یونہی روشنیوں میں ڈھال دو

اک روز ملو

کسی شام کو

تیری دھڑکنوں کے شور سے

میری دھڑکنیں جو چل پڑیں

قرب کی اک گھڑی سے تم

میرے ہجر کو بھی مٹا دو

میں جو بادلوں میں ملوں تمہیں

میری بارشوں سے بھیگنا

میرے خشک ماہ وسال کو

محبتوں کی پھوار سے

یونہی قطرہ قطرہ بھگا دو۔۔۔

وہ خوشی سے جھومنے لگی۔۔۔محبوب جب خود ملاقات کو بلائے تو ملنے کا خمار ہی کچھ اور ہوتا ہے۔۔۔نوال کمال حسن اب تیاری کرنے لگی تھی مجتبیٰ جمال نے اسے خود بلایا تھا اور اسے آج بہت اچھے سے تیار ہونا تھا

☆......☆......☆

شاہ میر کا رخ اسی خانہ بدوشوں کی بستی کی جانب تھا۔۔۔وہ بائیک سائیڈ پے کھڑی کر کے تیز تیز قدموں سے تارا اور عالی بی بی کے خیمے کی جانب بڑھ رہا تھا بادل اور دھند نے ماحول کو دھندلا رکھا تھا ہر منہ سے نکلنے والے دھوئیں اور لکڑیوں کے جلنے سے اٹھنے والے دھوئیں نے ماحول کو عجیب پراسرار کیا ہوا تھا سردی حد سے سوا تھی ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔۔۔خیمے کے باہر پہنچا تو آج خلاف توقع خیمے کا پردہ اٹھا ہوا تھا۔۔ اسکا مطلب تھا کہ عالی بی بی اک خیمے میں موجود نہیں تھی۔۔۔ باہر چائے کی کیتلی لکڑیوں پر لٹکی تھی۔۔۔اندر کوئی موجود تھا تو یقیناً وہ تارا ہی ہوگا۔۔۔

شاہ میر سوچ کر آگے بڑھ گیا۔۔۔

انتہائی لمبے گیلے اور پتلے بال پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔۔۔ بالکل سفید کمزور مگر قد آور سراپا یقیناً کسی عورت کا تھا۔۔۔شاہ میر کو شبہ ہوا کہ وہ کسی غلط خیمے میں تو نہیں آ گیا۔۔۔

اس نے باہر نکل کر ایک بار پھر ارد گرد نظر دوڑائی جھگی تو یہ ہی تھی مگر اس میں یہ عورت کون تھی شاہ میر الجھ گیا۔۔۔

وہ عورت شاہ میر کی جانب پشت کیے جھگی میں موجود ٹین کے بکسے میں سے کچھ نکال رہی تھی۔۔۔شاید کوئی

کپڑے۔۔۔

بات سنیں وہ تارا کدھر ہے۔۔۔شاہ میر کی بات ابھی مکمل بھی نا ہوئی تھی کہ اس لڑکی نما وجود نے بجلی کی سی تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔۔۔اور ٹھیک ایک لمحہ بھی ضائع کیے خود کو سفید چادر میں لپیٹ لیا۔۔ اور وہی ایک لمحہ شاہ میر کے وجود پر بجلیاں گرانے کو کافی تھا۔۔۔شاہ میر کو سخت سردی میں پسینے چھوٹ پڑے۔۔۔

تم۔۔۔؟؟؟۔ک کک کون۔۔۔۔؟؟؟ وہ دنگ تھا بمشکل بول پایا۔

دوسرا وجود نیچے زمین بوس ہو گیا سفید چادر میں لپٹا وجود۔۔۔زیر لب بڑبڑایا

عالی بی بی۔۔۔۔عالیہ۔۔۔۔لب کپکپا رہے تھے جسم لرز رہا تھا۔۔۔

اور شاہ میر وہ صورت دیکھ کر جامد سا کت کھڑا تھا اسکا دماغ ماوف ہو چکا تھا۔۔۔

یا اللہ۔۔ یہ کیا۔۔۔۔وہ انھیں پیروں پر تیزی سے خیمے سے نکلا اسے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔وہ لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

دن تھے کے گزرنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔۔۔شاہ میر کے دھوپ چھاؤں جیسے بدلتے تیور اسکی سمجھ سے بالا تر تھے۔۔۔اسے لگ رہا تھا ایک بار پھر وہ تنہا ہونے والی ہے شاہ میر کے بدلتے رویے نے اسکے اندر کے سب چھن جانے کے احساس کو دوبارہ سے جگا دیا تھا۔۔۔وہ گھر کے چھوٹے موٹے کام نمٹا کر تمام چیزیں اپنی اپنی جگہ پر رکھنے کے بعد اپنا بیگ پیک کرنے لگی تھی۔۔۔انھیں حبا کے گھر آئے دو ہفتے گزر چکے تھے۔۔۔اب وہ مزید یہاں نہیں رہنا چاہتی تھی۔۔۔شاہ میر 3 دن سے اس سے ملنے تک نہیں آیا تھا۔۔۔آج شام تک اگر شاہ میر نہ آیا تو میں خود واپس چلی جاؤں گی۔۔۔وہ اسی سوچ میں بیگ پیک کرنے کے بعد شاہ میر کو فون ملانے لگی

اسلام علیکم۔۔۔شاہ میر کی آواز میں میں ایک سکون تھا نہ جانے کیسا طوفانوں کے بعد ٹھہر جانے والا سکوت تھا۔

وعلیکم سلام۔۔۔کہاں ہیں آپ۔۔۔حبا نے سوال کیا

آفس ہوں۔۔۔خیریت ہے نا۔۔۔وہ فکرمند ہوا تھا

اونہہ۔۔۔تین دن بعد خیریت معلوم ہو رہی ہے۔۔۔دل تو کیا وہ اس میسنے شاہ میر کو خوب سنائے۔۔۔مگر وہ اصّل مدعے پر آ چکی تھی

جی میں اپنے گھر جانا چاہ رہی ہوں سوچا آپ سے پوچھ لوں آپ واپسی پر پک کریں گے یا میں کیب کر کے چلی جاؤں۔۔۔وہ سنجیدگی سے بولی

شاہ میر کو اسکا کچھ جتانے والا انداز بہت اچھا لگا تھا وہ فائل چھوڑ کر اپنے موبائل فون کو مسکراتے ہوئے دیکھنے کے بعد پھر کان سے لگاتے ہوئے بولا

کوئی ضرورت نہیں میں شام کو آؤں گا پھر بات کرتے ہیں۔۔۔

اچھا آج بھی کیا ضرورت ہے آنے کی۔۔۔مجھے عادت ہوگئی ہے اکیلے رہنے کی۔۔۔حبا خفگی سے بولی۔

سوچ لو رہ سکتی ہو میرے بغیر۔۔۔شاہ میر اب سب کام چھوڑ کر سیل فون کان سے لگائے آفس سے باہر نکلنے لگا تھا۔۔اس نے وال کلاک پر نظر کی دن کے 12 بج رہے تھے۔

جی بالکل۔ جب آپ ایسی حرکتیں کریں گے تو اکیلے رہنے کی عادت تو ہو گی ہی“ وہ بھی آرام سے بولی۔

حبا۔۔۔ کہو تم رہ سکتی ہو میرے بغیر۔۔۔ شاہ میر نے مدھم سے لہجے میں پوچھا۔

اگر ایسا ہوتا تو گھر جانے کو کہتی؟ حبا نے سوال پر سوال کیا

مجھے صرف یہ بتاؤ میرے بغیر رہ لوگی؟

نہیں۔۔۔ حبا کے کانوں میں شاہ میر کا مدھم لہجہ شیریں گھول رہا تھا اور وہ نا جانے اتنی خفگی کے باوجود پگھلنے لگی تھی۔

ایک بات کہوں۔۔۔ شاہ میر نے سرگوشی کی تھی۔

حبا فون کان سے لگائے دیوار سے ٹک گئی

ہم۔۔۔ ایک عجیب چپ سی تھی

بہت کوشش کی ان تین دنوں میں تم سے بہت دور رہنے کی مگر سب کوششیں ناکام ہو گئیں۔۔۔ نہیں رہ سکتا تم بن حبا۔۔۔

تو کس نے کہا رہنے کو۔۔۔ حبا نے ٹوکا تھا

میں آرہا ہوں۔۔۔ کہیں باہر چلتے ہیں۔۔ تم تیار ہو جاؤ او کے۔۔۔ وہ بہت خوش تھا۔۔۔ فون بند ہو چکا تھا

حبا حیرت سے موبائل فون کو دیکھتی رہی۔۔۔ آج دل میں عجب سا سرور چھا رہا تھا وہی مستی جو شاید محبوب سے ملنے کے شوق پر سر چڑھتی ہے۔۔۔ تو کیا شاہ میر شوہر سے محبوب بن گیا تھا تو کیا محبتوں کی ایک نئی شروعات ہونے جا رہی تھی کیا چاہتوں کے حسین باب سے شاہ میر کو گزرنا تھا کیا شدتوں کے سمندر عبور کرنے تھے کبھی کبھی تھوڑی سی دوریاں قربتیں بڑھنے کی نوید دیتی ہیں۔۔۔ اسے آج شاہ میر کے لیے تیار ہونا تھا۔۔۔ اسکی تمام تر ناراضگی رفو چکر ہو چکی تھی۔۔۔

☆......☆......☆

یہ عجیب منطق ہے اب لڑکیاں کمائیں گی اور گھر چلائیں گی۔۔۔ عارفہ بی بی غصّے سے لال پیلی ہو رہی تھی

تو امی اس میں حرج ہی کیا ہے ہمارے پڑھنے لکھنے کا کیا فائدہ۔۔۔ آپی کو یہ جاب کرنی چاہیے اور ضرور کرنی

چاہیے تابندہ روٹی توے پر ڈالتے ہوئے بولی۔

اس نگوڑی سے گھر تو سنبھلتا نہیں نوکری کیسے کرے گی۔۔۔عارفہ بی بی تیزی سے مٹر چھیلتے ہوئے بولی

امی آپ پریشان نا ہوں حبا بھابھی کو بھی دیکھیں شادی سے پہلی جاب بھی کرتی تھیں گھر بھی سنبھالتی تھیں۔۔۔تابندہ کی نظر میں حبا کا عکس گھوم گیا

اے بی بی تو تو رہنے ہی دے۔۔۔اس کا تو نام بھی مت لے۔۔۔اس جیسی مکار نہیں ہے میری مریم بھی۔

لیکن امی آپ نے بھی ایسی مکار لڑکی کو خوب دبوچا ہے۔مریم کھلکھلاتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی

مریم نے نا سمجھی کے عالم میں اپنی بہن اور ماں کو دیکھا

دونوں ہی خاموش ہو چکی تھیں۔۔۔

تابی کو بہت کچھ غلط محسوس ہوا مگر وہ چپ رہی۔۔۔

☆......☆......☆

آپ تو دو دن پہلے آنے والے تھے نا۔۔۔نوال اور رومان اسلام آباد کے پوش ایریا میں ایک مشہور ریسٹورنٹ کے آگے گاڑی پارک کیے کھڑے تھے۔۔۔

مجتبیٰ جمال کے دھیان میں حبا عظیم بری طرح سوار تھی۔۔۔وہی ریسٹورنٹ جہاں وہ اکثر حبا کو لے کر آتا تھا۔۔۔اسکی قربت میں جو احساس تھا وہ نوال کے ساتھ ہونے سے کیوں نہیں تھا یہ سوال اسے عجیب کشمکش میں مبتلا کر رہا تھا۔۔۔حبا اسی شہر میں تھی اس شہر کی سرد مہکتی ہوائیں جو حبا عظیم کی خوشبو سے معطر تھیں اس بات کی نوید تھیں کے ہونا ہو حبا عظیم کہیں آس پاس ہے مگر نظروں سے اوجھل کیوں ہے۔۔۔وہ انہی سوچوں میں بری طرح غرق تھا۔

مجتبیٰ۔۔۔نوال اسے کھویا کھویا دیکھ کر بولی

ہم۔۔۔ہا۔۔۔ہاں بولو کچھ آرڈر کیا تم نے۔۔۔مجتبیٰ چونک سا گیا

نہیں۔۔۔آپ کر دیں۔۔۔نوال بہت نپی تلی گفتگو کرنے کا ارادہ کر کے آئی تھی اسے بس اپنی کچھ غلط فہمیاں۔۔۔جو اسکے نزدیک مجتبیٰ کو لے کر تھیں۔۔۔دور کرنا چاہتی تھیں۔۔۔

اوکے۔۔۔وہ کندھے اچکا کر انتظار میں کھڑے ویٹر کو آرڈر کرنے لگا۔۔۔

اس نے نوال کو ایک نظر دیکھا وہ اچھی خاصی سمارٹ اور خود کو اچھے سے پریزنٹ کرنے والی لڑکی تھی۔۔۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حبا عظیم کے آگے وہ ایک واجبی سی شکل وصورت والی لڑکی تھی مگر اس بات سے مجتبیٰ کو فرق نہیں پڑتا تھا فرق پڑتا تھا تو اس بات سے کہ اسے حبا سے اسکے جانے کے بعد محبت ہوئی تھی اور شاید بہت زیادہ ہو چکی تھی اسے ڈھونڈنا اور اسے حاصل کرنا اسکی اولین ترجیح تھی۔۔۔

وہ اب یونہی ادھر ادھر دیکھنے لگا۔۔۔حبا کے بعد دو سال میں اس نے کوئی ڈیٹنگ نہیں کی کسی لڑکی کے ساتھ ڈرائیو پے نہیں گیا آج نوال جو اب اسکی منگیتر تھی اسکے ساتھ یوں بیٹھنا اسے عجیب لگ رہا تھا اور اسے یہ کیوں عجیب لگ رہا تھا یہ سوچ کر اور بھی ہچکچاہٹ سی ہونے لگی تھی۔۔۔

آپ پرسوں آنے والے تھے نا۔۔۔نوال بھی عجیب سی سچویشن کا شکار تھی مسلسل خاموشی سے اکتا کر وہ بھی بول پڑی۔

ہاں مگر رومان کی فلائٹ لاہور سے تھی تو اسلئے آنا کینسل ہو گیا۔۔۔رومان 2 دن پہلے ہی دبئ گیا تھا۔۔۔

اوہ۔۔۔اچھا۔۔۔نوال کو یاد آیا کے رومان کام کے سلسلے میں دبئ گیا ہوا ہے

بھائی کب آ رہے ہیں۔۔۔نوال نے عجیب بے تکا سا سوال کیا

تمہارا بھائی ہے تمہیں معلوم نہیں۔۔۔؟مجتبیٰ مسکرایا

نہیں بتایا تو ہے مگر صحیح بات تو آپ ہی بتا سکتے ہیں کیوں کہ آپکے علاوہ تو وہ بات گول مول ہی کرتے ہیں نا۔۔۔نوال کی بات پر مجتبیٰ کھل کر مسکرایا تھا۔۔۔

نوال کمال حسن اس دشمن جاں کی مسحور کن مسکراہٹ کو دیکھ کر پل بھر کے لیے تھم سی گئی۔

مسکراتا ہوا مجتبیٰ، نوال کو یوں دیکھ کر فوراً ہی سنبھلا تھا۔کھانا آ چکا تھا وہ سنجیدگی سے کھانے کی جانب متوجہ ہوا۔

☆......☆......☆

شاہ میر۔۔۔بس کر دیں مجھے مزید کچھ بھی نہیں خریدنا۔۔۔حبا کبھی بھی شاپنگ کی شیدائی نہیں رہی تھی۔۔۔اور آج یوں اچانک شاہ میر اسے دھڑا دھڑ شاپنگ کرا رہا تھا جو اسے ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

اونہوں۔۔۔ابھی تو ہم نے خوب خریداری کرنی ہے اور پھر تمہاری فیورٹ جگہ سے کھانا کھائیں گے اور پھر لانگ ڈرائیو پہ چلیں گے۔۔۔وہ بہت خوش تھا۔۔۔مگر اسکی طبیعت حبا کو کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔

ایک بات کہوں۔۔۔ ہمیشہ سے ہی تمہیں بلیک ڈریس میں دیکھنے کی خواہش رہی ہے۔۔۔وہ حبا کا ہاتھ تھامے دوسرے ہاتھ سے شاپنگ بیگز پکڑے مال میں چلتے چلتے بولا

اچھا تو اسلئے آپ نے تین تین بلیک ڈریسز خریدے۔۔۔حبا خوشگوار حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولی

ہاں نا اور اب ایک اور بلیک لینا ہے روزانہ اس روٹ سے آتے جاتے میں یہ سوٹ دیکھتا تھا اور حبا عظیم یہ سوٹ پہنے میرے سامنے کھڑی ہوتی تھی۔۔۔ پر سوچا تمہیں ساتھ لا کر خریدوں گا۔۔۔وہ بولتے ہوئے ایک شیشے کی بہت بڑی بوتیک میں داخل ہوئے۔۔۔بلاشبہ یہاں کپڑے بہت عمدہ نفیس اور اعلی کوالٹی کے تھے۔۔۔ لیکن وہ جانتی تھی جتنے کا یہاں سے ایک سوٹ ملے گا اتنے میں انکی پوری شاپنگ مکمل ہو سکتی ہے۔۔۔

شاہ میر اپنے مطلوبہ سوٹ کے پاس جا پہنچا تھا جسکا اسٹیچو شیشے کے کیبن میں ہی تھا مگر اسکا رخ مین روڈ کی جانب تھا۔۔۔

یہ دیکھو کیسا ہے؟؟؟ شاہ میر خوشی خوشی حبا کو دکھانے لگا حبا نے اسکے چہرے کی جانب دیکھا اسکی آنکھوں میں ستارے جگمگا رہے تھے وہ مبہوت سی اسے تکنے لگی۔۔۔

حبا۔۔۔شاہ میر نے محبت سے اسکے گالوں کو چھوا تھا۔۔۔

جی۔۔۔وہ ہوش میں آئی تھی

کیسا ہے؟؟؟ بلیک پر ہلکا سلور اور گولڈن کندن کا کام تھا ساتھ ہلکی بلیک کلر کی انتہائی نفیس ایمرائیڈری تھی۔۔۔لانگ اسٹریٹ شرٹ اور ساتھ ٹراوزر اور لمبا سا ایمرائیڈڈ دوپٹہ تھا سوٹ انتہائی نفیس اور خوبصورت تھا۔

یہ تو بہت خوبصورت ہے شاہ میر۔۔۔حبا نے اچھی طرح سوٹ کا جائزہ لیا۔

ہاں لیکن تم سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔۔۔

یہ ایک پیک کیجیے۔۔۔

اس نے سیلز گرل کو کہتے ہوئے حبا کا رخ کیا۔۔۔

پر شاہ میر۔۔۔یہ بہت expensive ہے۔۔۔حبا نے شاہ میر کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

اور اللہ نے جو مجھے یہ سب سے expensive گفٹ دیا اسکے آگے تو یہ سب کچھ بھی نہیں۔۔۔اس نے حبا کے گال پر چھیڑا تھا

حبا جھینپ سی گئی تھی آج شاہ میر عجیب ہی لے میں تھا اسکی آنکھوں کی چمک اور لہجے کی کھنک حبا عظیم کے دل میں ہزاروں دیپ جلا رہی تھی۔۔۔

☆......☆......☆

ساز میری ہستی کے
جب وہ نادان چھیڑ بیٹھا
میرے سامنے بیٹھ کر
وہ خاموش سا لڑکا
تمام رات چپ سادھے سوچتا رہا
اور پہاڑوں پر برفباری ہوتی رہی
بل کھاتے راستوں نے
جب شفاف روئی کی مانند
برف کی چادر اوڑھ کر
چپ تان لی
اس لڑکے کی شفاف چمکدار آنکھوں میں
مجھے اور بھی گہری
خاموشی نظر آنے لگی
ایسا محسوس ہوا
جیسے یہ پہاڑوں پر گرتی برف

میرے احساس پر بھی گر رہی ہو

اور میرے تمام تر جذبے

منجمد ہو گئے ہوں

اور وہ خاموش لڑکا

آنکھوں میں حیرانگی لیے

سرد آنکھوں سے بس

یک ٹک مجھے دیکھ رہا ہو۔۔۔

چلیں۔۔۔مجتبیٰ جمال بہت ہمت کرنے کے بعد بھی نوال کو واضح انکار نا کر پایا تھا یہاں تک کچھ بھی نہیں بول پایا تھا نوال اسکی کسی بھی جذبے سے خالی آنکھوں کو حسرت سے تکتی رہی شاید کوئی محبت کی لو جلتی دکھائی دے جائے مگر وہاں تو نوال کے لیے کوئی بھی تاثر نا تھا ایک خلا تھا اور بس۔۔۔

بل پے کر کے وہ کھڑے ہو گئے۔۔۔

نوال اتنی تو ناسمجھ تھی نہیں مجتبیٰ کے رویے سے وہ بہت کچھ سمجھ چکی تھی۔۔۔

جاتے ہوئے مجھے ایک مال میں اتار دیجیے گا مجھے کچھ شاپنگ کرنی ہے۔نوال گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

اوکے۔۔۔مختصر جواب اور انتہائی سنجیدہ رویے سے نوال کو بھی کوفت سی ہوئی تھی یکسر نظر انداز ہونے کا کرب اسکی رگ و پے میں اتر رہا تھا شام گہری ہو رہی تھی۔۔۔بظاہر وہ اپنے خالہ زاد اپنے منگیتر کے ساتھ تھی مگر کہیں سے بھی وہ دونوں منگیتر نہیں دکھ رہے تھے مجتبیٰ کا رویہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ساتھ سرد ہو رہا تھا اس وقت وہ صرف ایک جذبات سے عاری شخص معلوم ہو رہا تھا۔

مجتبیٰ ایک بات پوچھوں۔۔۔نوال نے گاڑی ڈرائیو کرتے مجتبیٰ کو دیکھا۔۔۔

ہمم پوچھو۔۔۔ہنوز سنجیدہ جواب۔

آپ مجھ سے ملنا کیوں چاہتے تھے۔۔۔

ایک لمحے کے لیے تو وہ چپ رہا اگلے ہی پل وہ بول پڑا۔

مجھے کسی سے ملنے کے لیے کسی وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔۔۔

نوال اسکے اس جواب پر تذبذب کا شکار ہوگئی آیا وہ اس جواب کا مطلب منفی لے یا مثبت۔۔۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ مال پہنچ گئے۔۔۔گاڑی کو بریک لگا کر وہ نوال کے جانے کا انتظار کرنے لگا

وہ گاڑی سے جاتے جاتے پھر پلٹی

مجتبیٰ ایک آخری بات۔۔۔وہ بمشکل بولی تھی۔۔۔

مجتبیٰ نے ابرو اٹھا کر سوالیہ نظروں سے اسکو دیکھا

آپ اس منگنی سے خوش ہیں۔۔۔دل میں ہزاروں واہمے سر اٹھانے لگے تھے

وہ گاڑی سے نکل کر فرنٹ سیٹ کی ونڈو پر بازوں ٹکائے اسکے جواب کا انتظار کرنے لگی

تمہیں کیا لگتا ہے۔۔۔اس نے دلچسپی سے اسے دیکھا اسکے چہرے پر سکون تھا ایک ٹھہراؤ تھا کہیں کوئی لرزش نہیں تھی کسی نقش میں جنبش نہیں تھی

مجھے لگتا ہے آپ خوش نہیں۔۔۔وہ دھیمے لہجے میں بولی

تو تمہیں ٹھیک لگتا ہے۔۔۔دھیان سے گھر جانا او کے بائے۔۔۔

وہ کہہ کر رکا نہیں تھا زناٹے سے گاڑی لے اڑا تھا۔

اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ نوال کے خدشات درست ثابت ہونے پر اس کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی اس کے انمول معصوم جذبوں کی یوں اچانک بے حرمتی پر وہ کیسے تڑپی ہوگی۔۔۔کیسے اسکے لطیف جذبوں کی ننھی کونپلیں کھلنے سے پہلے بری طرح مسلی گئی تھیں اسکے دل کی حالت اس وقت ایسی تھی کہ اسکے لیے اپنے پیروں پر کھڑا رہنا مشکل ہو چکا تھا۔۔۔یوں صاف انکار اور رد ہونے کا دکھ بہت جان لیوا تھا۔۔۔وہ پبلک پلیس پر کھڑی تھی اپنی قلبی اور ذہنی کیفیت چھپانا اسکی مجبوری تھی۔۔۔وہ تو اس معصوم سی لڑکی کا دل بہت مہارت سے مسکراتے ہوئے توڑ کر جا چکا تھا۔۔۔وہ وہیں مال کے سامنے سروس روڈ کے فٹ پاتھ پر بیٹھ گئی۔۔۔مجتبیٰ جمال نے مجھے دھتکار دیا۔۔۔اف۔۔۔ٹھکرائے جانا کتنا مشکل ہے۔۔۔وہ بہت مشکل سے چند منٹوں تک خود کو سنبھال پائی تھی وہ شاپنگ کے موڈ میں نہیں تھی۔۔۔اندھیرا ہر سو چھا گیا تھا۔۔۔سٹریٹ لائٹس آن ہو چکی تھیں

اسلام آباد کا یہ ایریا ویسے بھی روشنیوں میں نہایا ہوا تھا۔۔۔رنگ رنگ کے لوگ شاپنگ میں مصروف تھے وہ تھکے تھکے قدموں سے چلنے لگی جب ایک نسوانی وجود اسکے ساتھ بری طرح ٹکرایا تھا۔۔۔

آپ۔۔۔۔کیا ہوا۔۔۔؟؟؟نوال حیرت سے دوسرے وجود کو دیکھنے لگی۔

☆......☆......☆

مجھے معاف کرنا مگر میں diplomatic نہیں ہوں میں نے جس سے بے انتہا محبت کی جب اسے اتنا دکھ پہنچایا تو تمہارے دکھ کی تو میری نظر میں کوئی ویلیو نہیں ہے۔۔۔تمہاری آنکھوں میں محبت کے رنگ دکھتے ہیں مجھے۔۔۔مگر تمہاری محبت میں میری محبت شامل نہیں میری نظروں میں کسی اور کی نظریں نہیں سما سکتی۔۔تم تو ابھی دو دن رو کر خاموش ہو جاؤ گی بھول جاؤ گی سب۔۔۔مگر میں اپنی سانسوں میں بسی حبا عظیم کی یاد سے آنکھ نہیں چرا سکتا کبھی نہیں۔۔۔مجھے معاف کرنا نوال۔۔۔۔

وہ گاڑی روڈ کے سائیڈ پر کھڑی کر کے فون ملانے لگا

ہیلو۔۔۔۔

ہاں بیٹا مجتبیٰ کہاں ہو۔۔۔تسبیح پڑھتی صبیحہ بیگم نے تشویش سے پوچھا

امی میں اسلام آباد ہوں۔۔۔ضروری کام سے آنا پڑا۔۔۔مجتبیٰ نے مطمئن سا جواب دیا

بیٹا بتا کر تو جایا کرو فکر ہوتی ہے مجھے۔۔۔وہ پیار سے بولیں

بتانے کے لیے ہی تو فون کیا ہے۔۔۔مجتبیٰ معنی خیز لہجے میں بولا

کیا بتانے کے لیے۔۔۔صبیحہ بیگم کو کچھ کھٹکا تھا۔۔۔

میں آپکی کی گئی منگنی نہیں نبھا سکتا براہ کرم آپ خالہ کو بھی آگاہ کر دیں کہ یہ سب کوئی مذاق سمجھ کے بھول جائیں۔۔۔وہ نہایت صاف گوئی سے بولا

کیا۔۔۔کیا کہہ رہے ہو مجتبیٰ۔۔۔تم ہوش میں ہو اتنی بڑی بات اتنی آسانی سے بول دی تم نے۔۔۔صبیحہ بیگم صدمے کی سی کیفیت میں بولیں۔

امی کیا بڑی بات۔۔۔؟بڑی بات تب ہو گی جب میں شادی کر کے آپکی بھانجی کو خوش نہیں رکھ سکوں گا

اسے وہ محبت نہیں دے سکوں گا جسکی وہ حقدار ہے۔۔۔ساری زندگی کا نا ختم ہونے والا روگ اسے دے دوں گا تب ہو گی بڑی بات۔۔۔تب صرف اسکا میرا نہیں بلکہ آپکا اور خالہ کا بھی رشتہ خراب ہو گا۔۔۔تب ہو گی بڑی بات تو بہتر نہیں کہ اس بات کو ختم کر کے سب کچھ پہلے کی طرح نارمل کیا جائے۔۔۔۔وہ سچ ہی تو بول رہا تھا

مجتبیٰ تم کیا کہہ رہے ہو بیٹا۔۔۔۔میری بھانجی میری بہن پر کیا بیتے گی۔۔۔میرے فیصلے کی سزا انکو کیوں۔۔۔۔وہ انتہائی بے بسی سے بولی

تو امی آپ ہی بتائیں پھر میں کیا کروں؟ جو سزا مجھے مل رہی ہے اسکا کیا کروں۔۔۔۔

بیٹا تم اپنی ماں کے فیصلے پر راضی ہو جاؤ۔۔۔نوال بہت اچھی بچی ہے تمہیں میرے فیصلے سے مایوس نہیں ہونا پڑے گا۔۔۔صبیحہ بیگم التجائیہ بولی تھیں

امی میں نے کب کہا وہ بری ہے۔۔۔وہ بہت اچھی ہے مگر میں اسے اپنے لیے منتخب نہیں کر سکتا۔۔۔میرے دل میں جو ہے وہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔۔۔اگر میری زندگی میں کوئی آیا تو وہ صرف ایک لڑکی ہے جس کا میں ہوں امی۔۔۔وہ آج ماں کے سامنے کھلا تھا

مجتبیٰ تم۔۔۔پہلے کبھی کیوں نہیں بتایا۔کون ہے وہ کہاں ہے۔۔۔صبیحہ بیگم کی آنکھوں کے سامنے اپنے بیٹے کے تڑپتے سلگتے روز و شب آ گئے جو تکلیف سب ہی سمجھنے سے قاصر تھے وہ اب صبیحہ بیگم کی سمجھ میں آ رہی تھی۔

ہاں امی میرا دل میری روح اسی کو چاہتی ہے۔۔۔مجھے اس سے عشق ہے امی مگر وہ مجھ سے میری ہی غلطی سے کھو چکی ہے۔۔۔آپکا بیٹا اسے دیوانہ وار ڈھونڈتا پھر رہا ہے مگر وہ کہیں نہیں ہے امی کہیں بھی نہیں۔۔۔وہ میرے ارد گرد ہو کے بھی میری دسترس سے بہت دور ہے نا جانے کیا غلطیاں کر بیٹھا جنکی سزا میں، میں دو سال سے ایک نا ختم ہونے والے کربناک انتظار سے گزر رہا ہوں۔۔۔

وہ بیٹا تھا اور سننے والی ماں تھی۔۔۔ماں سے بھلا جوان بیٹے کی یہ حالت کہاں دیکھی جاتی ہے۔۔۔صبیحہ بیگم مجتبیٰ کے یوں بری طرح رونے پر لرز کر رہ گئیں تھیں بیٹے کی تکلیف پے وہ بھی آنسو بہا رہی تھیں۔۔۔امی آپ دعا کریں میرے لیے یا مجھے وہ مل جائے یا میرا رب میری یہ سانسیں بھی مجھ سے چھین لے۔۔۔۔

☆......☆......☆

عالی بی بی کچھ کھالیں۔۔۔تارا کھانا لے کر عالی بی بی کے سامنے بیٹھ گیا۔

نہیں تارا جی نہیں تم کھاؤ۔۔۔وہ سکتے کی سی کیفیت میں بولی۔

عالی بی بی ایسا کیا ہو گیا آخر کیسا درد کیسا سوگوار سا وجود لگ رہا ہے آپکا آئے ہائے دو دن میں اللہ قسم سوکھ گئی ہیں۔۔خدا کا واسطہ ہے آج کچھ کھالیں۔۔۔تارا انکی منت کر رہا تھا۔

نہیں تارا بس وقت پورا ہو رہا ہے اب بھوک کس کو ہے اب بس درد ہے اور بے حساب درد ہے۔۔۔عالی بی بی کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے تھے۔۔۔بالکل خالی بڑی بڑی آنکھوں میں آج آنسوؤں کا سمندر امڈ آیا تھا۔۔۔

عالی بی بی۔۔۔بس۔۔۔نا کریں میں مر جاؤں گی تارا بی بی۔۔۔تارا نے بھی اپنا دل تھام لیا۔

اتنی جلدی نہیں ہے ابھی تارا۔۔۔ابھی کچھ راز فاش ہونا باقی ہیں۔۔ عالی بی بی روتی آنکھوں سے مسکرائی تھی۔۔۔

کونسے راز بی بی۔۔۔تارا کو حیرت ہوئی

ابھی بتا دیے تو ہم ابھی ختم ہو جائیں گے اور کوئی اور اس حقیقت کو جاننے سے رہ جائے گا۔۔اگر ہم سے تنگ آچکے ہو تو ابھی بتائے دیتے ہیں۔۔۔عالی بی بی مسکرائی

تارا نے آنسوؤں ملی مسکراہٹ کو دیکھا عالی بی بی کے سوگوار وجود پر ایک حزن طاری تھا۔۔۔

عالی بی بی بات کیا ہے۔۔۔کچھ تو بتائیں۔۔۔تارا نے آنسو پونچھ کر عالی بی بی کے پاؤں میں جرابیں پہناتے ہوئے پوچھا۔

اللہ تمہیں اخروی اور دنیاوی آسانیاں عطا فرمائے آمین۔۔۔تم نے بہت بہت خیال رکھا ہمارا۔۔۔ہم تم سے راضی ہیں۔۔۔یہ دنیا بہت ظالم ہے اپنے آپکو بچا کے چلنا ہمیشہ اللہ پاک تمہیں بہت اچھی جگہ عطا فرمائے گا۔۔۔

عالی بی بی نے تارا کا سر گود میں رکھ کر اسکے عجیب سے موٹے بالوں کو پیار سے سہلایا۔۔۔

آئے ہائے بتائیں عالی بی بی کیا بات ہے۔۔۔شاہ میر بابو ٹھیک ہے نا۔۔ تارا کا ذہن شاہ میر پر گیا تھا

نا۔۔۔وہ ٹھیک کیسے ہوگا۔۔۔۔وہ نہیں ٹھیک۔۔۔۔

کاش کاش اسکا درد ہمیں مل سکتا۔۔۔

آہ۔۔۔اللہ۔۔۔اللہ۔۔۔۔عالی بی بی کی طبیعت بگڑ چکی تھی۔۔۔۔اور تارا انھیں سنبھالنے لگی تھی۔۔۔

☆......☆......☆

ارے آپ۔۔۔۔۔نوال سے حبا اس قدر زور سے ٹکرائی تھی کہ دونوں ہی لڑکھڑا گئی تھیں۔۔۔

حبا کو وہ چہرہ پہچاننے میں وقت نہیں لگا تھا۔۔۔

جی وہ ٹیکسی روکیے پلیز۔۔۔۔حبا کے آنسو بہہ رہے۔۔۔وہ حواس باختہ سی روڈ کی جانب دوڑی تھی۔

سنئے۔۔۔نوال اسکی ابتر ہوتی حالت کو دیکھ کر اسکے پیچھے بھاگی تھی اپنا دکھ وہ فی الوقت بھول چکی تھی اسے احساس تھا اور لگ رہا تھا وہ شاید کسی مشکل میں ہے۔۔۔۔

آپ بتائیں ہوا کیا ہے پلیز مجھے اپنا سمجھیں۔۔۔

نوال اسکے قریب ہوئی

وہ۔۔۔وہ۔۔۔شاہ میر اندر۔۔۔۔وہ پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی اور اگلے کچھ منٹوں میں وہ وہاں موجود کچھ بندوں کی مدد سے شاہ میر کو لے کر ہسپتال پہنچ چکی تھی۔۔۔گلاب خان کو بھی حبا نے فون کر کے بلوا لیا تھا ساتھ کچھ رقم بھی منگوا لی تھی۔۔۔

نوال بھی اسکے ساتھ ساتھ تھی۔۔۔اس نے گھبراہٹ میں مجتبیٰ کو فون کیا تھا۔

ہیلو۔۔۔

مجتبیٰ آپ کہاں ہیں۔۔۔نوال پریشان تھی۔

کیوں خیریت؟؟؟مجتبیٰ کو تشویش ہوئی۔

وہ اصل میں بھائی کے ایک دوست ایمرجنسی میں ہیں۔۔۔انکی وائف اور وہ بھی اسی مال میں شاپنگ کر رہے تھے کہ اچانک انکی طبیعت خراب ہوگئی۔۔۔۔وہ بول ہی رہی تھی جب مجتبیٰ نے اسے ٹوکا

اوہ اوکے میں سمجھ گیا۔۔۔ڈونٹ وری۔۔۔

مجھے ہسپتال کا نام بتاؤ۔۔۔وہ بھی فکر مند ہوا

نوال اسے ایڈریس دے کر حبا کے قریب آ گئی جو روم کے باہر بالکل جامد ساکت بیٹھی تھی۔۔

پلیز پریشان نا ہوں۔۔۔نوال اسکے شانے پر ہاتھ رکھے محبت سے بولی

کیسے نا ہوں شاہ میر کے علاوہ میرا کوئی بھی نہیں۔۔۔تمہیں معلوم ہے مجھے سب اپنے چھوڑ گئے۔۔۔اور اب شاہ میر۔۔۔اسکی خشک آنکھوں سے آنسو ٹپکے تھے۔

آپ اللہ پر بھروسہ رکھیں۔۔۔سب ٹھیک ہو گا اصل میں بھائی یہاں نہیں ہیں میں نے اپنے کزن کو بلایا ہے وہ آتے ہی ہوں گے۔۔۔نوال نے اسے تسلی دی۔۔۔

اتنے میں گلاب خان بھی آ گیا۔۔

حبا کے قریب بیٹھتے ہوئے انہوں نے حبا کے سر کو شفقت سے اپنے سینے سے لگایا۔۔۔وہ تو اسکے ہر غم سے بخوبی واقف تھے دونوں کو کچھ کہنے کچھ بولنے کی ضرورت نہیں تھی۔۔۔

مسز شاہ میر کون ہیں۔۔۔ڈاکٹر نے انکے قریب آتے ہی پوچھا

حبا کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

جی میں ہوں۔۔۔پیشنٹ کی disease لاسٹ اسٹیج پر ہے آپ نے کوئی علاج وغیرہ نہیں کروایا انکا۔۔۔ڈاکٹر بولا نہیں تھا کوئی بم تھا جو حبا کے سر پر گرا تھا وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ڈاکٹر کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

گلاب خان بھی اپنی جگہ چھوڑ چکا تھا ایسے میں نوال ہمت کر کے آگے بڑھی تھی۔۔۔

کیا مطلب ڈاکٹر کیا پرابلم ہے۔۔۔

انھیں برین ٹیومر ہے اور انتہائی کریٹیکل کنڈیشن میں اس میں آپریٹ کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔۔۔یہ مرض کافی پرانا لگتا ہے۔۔۔آپریٹ کرنے کا مطلب وقت سے پہلے پیشنٹ ایکسپائر کر دینا۔۔۔فی الحال انھیں ہم ہوش آنے تک ڈوز پر رکھتے ہیں باقی آپ سب آپس میں مشورہ کر لیں۔۔۔۔

ڈاکٹر تو کہہ کر جا چکا تھا اور حبا عظیم کے سر پر گویا ہسپتال کا پورا ملبا آ گرا تھا۔۔۔

اس بار اسکا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔۔اسے لگا کے اس بار وہ بکھر گئی تو کبھی سنبھل نہیں پائے گی۔۔۔شاید اپنے قدموں پہ چل بھی نہیں پائے گی۔۔۔شاید بول بھی نہیں پائے گی اب یہ کیسا مذاق ہور ہا تھا اسکے ساتھ۔۔۔

وہ عجیب ساکت ایک جگہ پر کھڑی تھی۔۔۔

حبا۔۔۔ بچہ سنبھالو خود کو۔۔۔ کچھ نہیں ہو گا شاہ میر کو مڑا اللہ پر بھروسہ رکھو۔۔۔گلاب خان آگے بڑھا تھا۔۔۔اس نے حبا کو تھام کر بٹھایا تھا۔۔۔

عارفہ پھوپھو کو فون کریں۔۔۔انھیں بتائیں۔۔۔وہ کہہ کر وہاں سے اٹھ گئی۔۔۔

نوال اسکے پیچھے جانے لگی جب گلاب خان نے روک لیا۔

اسے کچھ وقت اکیلا چھوڑ دو بچہ۔۔۔۔بہت بڑے بڑے امتحان سے گزرا ہے یہ لڑکی نا جانے کون کون سی آزمائشیں باقی ہیں کس کے گناہوں کا ازالہ کر رہا ہے۔۔۔آہ۔۔۔گلاب خان کے دل میں درد اٹھا تھا وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔۔۔آنسو ضبط کے باوجود نکل آئے تھے۔۔۔

انکل جی حوصلہ کریں پلیز۔۔۔اس وقت حبا کو ضرورت ہے اپنوں کی اسکے گھر والوں کو انفارم کرنا چاہیے۔ نوال نے ابھی تک گلاب خان کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا تھا اور ظاہر تھا وہ حیرت میں تھی ابھی تک کوئی بھی نہیں پہنچا تھا وہ اکیلے انکی سچویشن کیسے سنبھال سکتی تھی۔۔۔

حبا کا تو شاہ میر کے علاوہ کوئی نہیں ماڑا۔۔۔ہاں شاہ میر کے گھر ام بتاتا ہے۔۔۔

گلاب خان فون نکالنے لگا۔۔۔

نوال نے رومان کو بھی واٹس ایپ کر دیا تھا اب وہ مجتبیٰ کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔۔

☆......☆......☆

وہ ہسپتال کے پارکنگ ایریا میں داخل ہوا۔۔ہسپتال کی پارکنگ ایریا میں تیزی سے داخل ہوتے ہوئے اس نے دور ایک نسوانی وجود کو تیزی سے باہر سڑک کی جانب جاتا دیکھا۔۔۔بالکل ہلکی سی جھلک پہ پہلے تو اس نے دیکھ کر یکسر نظر انداز کیا کچھ ہی آگے جا کر اس نے زوردار قسم کی بریک لگائی۔۔۔۔

یہ۔۔۔یہ کون۔ہے۔۔۔وہ بہت دور جا چکی تھی لانگ بلیک سوئیٹر کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالے تیز قدموں سے چلتے وہ اسکی پشت ہی دیکھ پایا تھا۔۔۔

نہیں یہ میرا وہم ہے۔۔۔میں پاگل ہو چکا ہوں۔۔۔۔۔

وہ سر جھٹک کر گاڑی پارک کرنے لگا۔۔۔

گاڑی پارک کر کے نکلا تب بھی اسکا دھیان اسی جانب تھا جہاں سے وہ گزری تھی۔۔۔غیر دانستہ طور پر وہ ادھر دیکھتے ہوئے اندر کی جانب بڑھا تھا۔۔۔

وہ نوال کو کال کر کے روم نمبر پوچھ کر اوپر کی جانب بڑھنے لگا تھا۔۔۔

☆......☆......☆

میرے راستوں سے کہہ دو
مجھے دور چھوڑ آئیں
میری تمام تر مسافتیں
جہاں رائیگاں نا جائیں
میرے شکستہ زیست
کے چراغ کو
محبتوں کے تیل سے
جلا کر جو بجھا دیا
میری حیات میں تاریکیاں
اب چار سو جو چھائیں
انہیں اب بھلا کوئی کیونکر
اجالوں سے مٹائے۔۔۔
میں جلی بجھی سی راکھ ہوں

میں سلگ رہی ہوں پل پل
میرے وجود کی تنہائی کو
کوئی کب تلک آزمائے

میرے راستوں سے کہہ دو
مجھے دور چھوڑ آئیں
میری تمام تر مسافتیں
جہاں رائیگاں نا جائیں

وہ تیزی سے چل رہی تھی اسے نہیں معلوم تھا وہ کہاں جائے کیوں جائے۔۔۔جس تنہائی سے گھبرا کر اس نے جلد از جلد ایک محرم چنا تھا ایک اپنا چنا تھا جس نے اپنی محبت کو پس پشت ڈال کر اپنے لیے بہتر فیصلہ کیا تھا اسے کیا معلوم تھا کہ اس میں اتنی مجال کب ہے کوئی فیصلہ کرنے کی۔۔۔اس نے تو کبھی بھی کوئی فیصلہ نہیں کیا نجانے کیوں اسکے اپنے اسکے ساتھ نہیں رہ سکتے تھے وہ یہ بھول چکی تھی کہ اس کے تمام قیمتی رشتے اس سے چھوٹ جاتے تھے۔۔۔وہ تھی ہی بدشگن۔۔۔وہ تھی ہی منحوس۔۔۔اب اسکی نحوست کی زد میں شاہ میر تھا۔۔۔اسکا محسن اسکا ہمدرد۔۔۔

حبا کی آنکھوں میں وہ تمام تر مناظر گھوم گئے جب جب شاہ میر اسے معنی خیز گفتگو میں کچھ سمجھاتا تھا اسے اکیلا رہنے کے بارے میں بارہا کہتا تھا۔۔۔

اور وہ اسکی تکلیف کو سمجھ نہیں سکی تھی وہ اسکی باتوں سے کچھ اندازہ نہیں لگا سکی تھی کاش وہ کچھ سمجھ جاتی۔۔۔کاش شاہ میر پہلے کچھ بتاتا تو وہ اپنا گھر بیچ کر اسکا علاج کرواتی۔۔۔شاہ میر آپ نے بھی وہی کیا جو امی ابو نے کیا۔۔۔اور آپ نے جانتے بوجھتے یہ سب کیا۔۔۔میں کبھی آپکو اور خود کو معاف نہیں کروں گی کبھی بھی نہیں۔۔۔

☆......☆......☆

باباجی یہ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔میرا بیٹا تو بالکل ٹھیک ہے۔۔۔عارفہ بی بی نے تھوک نگلتے ہوئے کہا

بی بی میں نے ایک صاف بات کی ہے وہ سمجھ۔۔۔میرے حساب کے مطابق وہ لڑکی ابھی تک حاملہ ہوئی ہی نہیں کیا وجہ ہے تم کو معلوم ہو۔۔۔۔لہذا اگر تم۔تعویذ پلاتی رہی ہو تو وہ تمہارے بیٹے کے سر پر کوئی بڑی مصیبت لا سکتے ہیں۔۔۔اگر ایسا ابھی تک نہیں ہوا تو تعویذ پلایا ہی نہیں گیا۔۔۔ بابا جلدی جلدی تعویذ لکھ رہا تھا

نہیں بابا جی یہ بھی تو ہو سکتا ہے حبا حاملہ ہوئی ہو کیونکہ تعویذ تو میں نے خود پلائے ہیں۔۔۔عارفہ بی بی بولی

ہو سکتا ہے مگر بی بی دھیان رکھنا ہے جس بات کے لیے تعویذ تو لیتی ہے وہ بات ہو ہی نا تو تعویذ الٹا اثر بھی کر سکتا ہے۔۔۔بابا بول کر دوسری عورت کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔۔۔

عارفہ بی بی کا دل تھوڑا لرزا۔۔۔نہیں۔۔۔۔ایسا بھی تو نہیں ہو سکتا حبا حاملہ نا ہوئی ہو۔۔۔۔

پر مجھے کبھی پتا بھی تو نہیں چلنے دیا۔۔۔

اور اگر ایسا ہوا ہی نا ہو تو۔۔۔

ہائے۔۔۔

میں بھی کیا کیا سوچ رہی ہوں۔۔۔۔

شاہ میر بالکل ٹھیک ہے۔۔۔

جو ہو گیا سو ہو گیا

اب گھنی آئے گی تو خیر خبر رکھ کے دونوں کو تعویذ دوں گی۔۔۔

رات تیزی سے گزر رہی تھی بادل بھی ہر سو گھرے تھے وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اپنے گھر کی جانب چل دی۔۔۔

☆......☆......☆

میں سر درتوں کے اختتام پر

تیرے ذکر کے تمام باب

تیری یادوں کے تمام اسباب

بند کرتا ہوں

تیرے خیالوں کے

تمام جالوں سے لے کر

تیری باتوں کے

خمار آلود جام تک

میں اپنی زیست کے عنوان بھی

آج بند کرتا ہوں

تیری یاد کے حصار سے

تیرے ان کہے الفاظ سے

تعلق تمام کرتا ہوں

میں پل پل خود کو تیری خاطر

میری جان تباہ کرتا ہوں

ہاں میں تباہ کرتا ہوں۔۔۔۔

ارحم بیٹا۔۔۔۔کیوں یہاں کھڑے ہو۔۔۔صبیحہ بیگم ارحم کو یوں گم صم لان میں کھڑا دیکھ کر باہر نکل آئیں۔

کچھ نہیں امی۔۔۔۔بس ایسے ہی اندر گھٹن سی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ارحم نے اپنی اداسی چھپاتے ہوئے صاف جھوٹ بولا۔

بیٹا سچ بولو۔۔۔اپنے دل کی بات کرو۔۔۔پہلے ایک بیٹے کو نہیں سمجھ پائی اب چھوٹے بیٹے کو پریشان دیکھنے کی ہمت نہیں۔۔۔صبیحہ بیگم اداس تھیں۔

کیا مطلب امی۔۔۔۔ارحم پریشان ہوا

اندر چلو میرے ساتھ بیٹا کھڑے ہونے کی سکت نہیں اب۔۔۔

صبیحہ بیگم ارحم کا ہاتھ تھامے اندر آ گئیں۔۔۔

اور مجتبیٰ سے ہونے والی تمام گفتگو سے ارحم کو آگاہ کیا۔۔۔۔

کیا۔۔۔امی بھائی اس قدر اذیت میں ہیں اور ہم انکی تکلیف سے اس قدر بے خبر رہے۔۔۔ارحم سب

سننے کے بعد چند لمحے تو بالکل خاموش رہا۔۔۔ پھر بولا تو اسکے لہجے کا دکھ واضح تھا

بیٹا میں اپنے بیٹے کو نہیں سمجھ سکی یہ افسوس مجھے ہمیشہ رہے گا۔۔۔

نا جانے اسکی قسمت میں یہ فراق کب تک لکھا ہے یہ تو میں نہیں جانتی مگر دعا کرتی ہوں کے اللہ میرے بیٹے کی اس اذیت کو ختم کرے اسے اسکی محبت سے ملوادے۔۔۔

مگر امی نوال کا کیا قصور اس سب میں اسکے ساتھ اب کیا ہوگا۔۔۔

بیٹا جو غلطی میں نے کی اسکا ازالہ بھی میں ہی کروں گی۔۔۔انہوں نے محبت سے ارحم کے گال پر ہاتھ پھیرا

ارحم نے نا سمجھی کے عالم میں ماں کو دیکھا

ہاں بیٹا میں جانتی ہوں نوال تیری محبت ہے۔۔ میرے اک۔غلط فیصلے نے نا جانے کتنے لوگوں کے دل توڑے ہیں۔۔۔اب میں ہی اپنا فیصلہ درست کروں گی۔۔۔میں نے تیرا بھی دل توڑا ہے ارحم۔مجھے معاف کر دو بیٹا۔۔صبیحہ بیگم رو پڑی تھیں

نہیں امی۔۔۔۔ارحم نے ماں کو گلے لگالیا۔۔۔آپکو کیسے معلوم ہوا۔۔۔۔ارحم حیران تھا

مجھے مجتبیٰ نے بتایا۔۔۔اور تم پریشان نا ہو تمہاری خالہ اور خالو سے بھی بات ہوگئی۔۔۔انھیں کوئی اعتراض نہیں ہاں نوال کو منانا اب تمہارا کام ہے۔۔۔صبیحہ بیگم نم آنکھوں سے مسکرائی تھیں۔

امی آپ کا ساتھ ہوں تو یہ کام بھی انجام دے دوں گا۔۔۔ارحم خوشگوار حیرت سے ماں کو گلے لگا کر بولا۔۔

ایک طرف تو دلوں کے موسم یکدم نکھر چکے تھے دوسری جانب ابھی طوفان اٹھنے تھے۔۔۔۔

☆......☆......☆

وہ اوپر آتے ہوئے نوال کو فون کر کے روم نمبر پوچھ چکا تھا۔۔۔کمرے کے باہر کھڑی نوال اسے نظر آ گئی تھی۔۔۔وہ تیزی سے چلتا ہوا اس تک آیا تھا۔۔۔

کیا ہوا کیا کنڈیشن ہے اب انکی۔۔۔وہ فکرمندی سے بولا

بہت بری۔۔۔

brain tumor in last stage

نوال نے افسردگی سے کہا۔۔۔

انکی وائف اور باقی فیملی کہاں ہے۔۔۔مجتبیٰ نے ادھر ادھر دیکھا

فیملی تو نہیں ایک انکل ہیں وہ کچھ میڈیسن لینے گئے ہیں اور انکی وائف۔۔۔نوال نے سنجیدگی سے کہا۔۔

اوہ تو وہ کدھر ہیں۔۔۔۔

معلوم نہیں جب ڈاکٹر نے شاہ میر کی کنڈیشن کا بتایا تو وہ بغیر کچھ کہے باہر نکل گئیں۔۔۔نوال پریشانی سے بولی۔

ماڑا ڈاکٹر ادھر تو نہیں آیا۔۔گلاب خان دوائیوں کا شاپر تھامے انکے قریب آیا۔

مجتبیٰ نے پلٹ کر دیکھا۔۔۔

گلاب خان۔۔۔۔آپ یہاں۔۔۔۔

مجتبیٰ۔۔۔گلاب خان کے ہاتھ سے دوا گرتے گرتے بچی تھی۔۔۔

مجتبیٰ یہ ہی تو انکل ہیں انکے ساتھ نوال نے بتایا۔۔۔

اوہ۔۔۔گلاب خان یہ آپکے ساتھ ہیں۔۔۔کیسے ہیں آپ۔۔۔مجتبیٰ گرمجوشی سے انکے گلے لگا۔

ام ریلی سوری۔۔۔اللہ پاک سب بہتر کریگا پریشان نا ہوں۔۔۔۔

آپ جانتے ہیں ایک دوسرے کو۔۔۔نوال حیرت سے بولی

ہاں یہ بہت خاص شخص ہیں۔۔۔اب تم گھر جاؤ میں یہاں سب دیکھ لوں گا۔۔وہ نوال کو جانے کا بول رہا تھا۔

نن نا نہیں۔۔۔تم کیوں زحمت کرتا۔۔ تت۔۔تم دونوں گھر جاؤ ام دیکھ لے گا۔۔۔گلاب خان کے رنگ فق ہو رہے تھے۔

ارے نہیں زحمت کیسی نوال تم ٹیکسی کر کے گھر جاؤ۔۔۔اوکے ڈونٹ وری۔۔۔وہ نوال کو تسلی دے کر بھیج چکا تھا وہ بھی مزید نہیں رک سکتی تھی مگر حبا کی فکر اسے ستا رہی تھی۔۔۔

وہ انکی وائف۔۔۔۔وہ بولنے لگی جب گلاب خان نے ٹوکا

وہ آ رہی ہے بچہ تم جاؤ دھیان سے بڑا مہربانی۔۔گلاب خان نے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔۔۔

وہ واپس مڑ گئی۔۔۔

گلاب خان۔۔۔یہ کیا لگتا ہے آپکا۔۔۔کوئی رشتہ دار ہے۔۔ مجتبیٰ نے پوچھا

ہاہاں۔۔۔۔گلاب خان نے سرسری سا کہا اور نظر چرا گیا۔۔۔

مجتبیٰ ایمرجنسی روم کے دروازے کے پاس گیا وہاں سے دیکھا وہ چہرہ جانا پہچانا لگا۔۔۔

اس نے ذہن پر بہت زور ڈالا مگر سمجھ نہیں آئی کہ یہ شخص ہے کون۔۔۔۔وہ کافی دیر اسے دور سے دیکھتا رہا۔

ذہن پر ایک جھماکا سا ہوا۔۔

وہ میرا کزن تھا۔۔۔۔۔

پہلی ملاقات پر اسکے پوچھنے پر حبا نے جواب دیا تھا۔۔۔

یہ وہی تھا۔۔۔ہاں یہ ہی تھا۔۔۔

حبا کا کزن۔۔۔

حبا۔۔۔۔

وہ باہر گئیں ہیں۔۔۔۔نوال کے الفاظ کانوں میں گونجے

وہ لڑکی۔۔۔۔جو تیز تیز قدموں سے چل رہی تھی۔۔۔

ہسپتال کی پارکنگ میں جو وہ اچانک رکا تھا کیا وہ حبا تھی۔۔۔۔

سب کچھ ریورس ہو رہا تھا۔۔۔

وہ تیزی سے مڑا۔۔۔گلاب خان۔۔۔اس نے بے یقینی سے گلاب خان کو دیکھا۔

گلاب خان نے مجتبیٰ کی سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھا۔

حبا کہاں ہے گلاب خان۔۔۔حبا کہاں ہے۔۔۔۔؟؟؟

یہ۔۔۔یہ شخص حبا کا شوہر ہے؟؟؟؟

یہ حبا کا کزن ہے نا۔۔۔

حبا۔۔۔کا شوہر ہے نا گلاب خان۔۔۔اس نے دونوں شانوں سے پکڑ کر گلاب خان کو جھنجھوڑا تھا۔

اور گلاب خان صرف اثبات میں سر ہلا سکا تھا۔۔۔

شٹ۔۔۔مجتبیٰ گلاب خان کو بینچ پر بٹھا کر باہر بھاگا تھا۔۔۔اب گلاب خان میں اسے روکنے کی ہمت نہیں تھی۔

☆......☆......☆

وہ ہسپتال سے نکل کر اسی جانب بھاگا جہاں حبا تیز قدموں سے جا رہی تھی۔۔۔

بادلوں کی گرج تیز ہو چکی تھی

بجلی چمک رہی تھی

بوندا باندی شروع تھی۔۔۔شریر کو جامد کرتی سردی اور اسلام آباد کی پر سکون سڑکیں۔۔۔

وہ دیوانہ وار بھاگ رہا تھا۔۔۔

راہ یار تیری بارشیں

مجھے یوں ستا رہی ہیں

کہہ رہی ہیں یہ

تیرا یار تجھ سے

خفا خفا

تیری عادتوں سے جدا جدا

تجھے دیکھنا نہیں چاہتا۔

تجھے موڑنا نہیں چاہتا

دل اپنا ایک بار کو پھر

وہ توڑنا نہیں چاہتا

میرے یار تیرے فراق میں

میری جان نکل رہی ہے

میرے یار تیری تلاش میں

میری زیست تڑپ رہی ہے

آواز دے کے ہم کو

وہ پھر بلا رہی ہیں

راہ یار تیری بارشیں

مجھے یوں ستا رہی ہیں۔۔۔

وہ بھاگتے بھاگتے رکا۔۔۔ وہ حبا ہی تھی فٹ پاتھ پر گم صم بیٹھی زمین کو گھورتی۔۔۔ ارد گرد سے بیگانہ۔۔۔

مجتبیٰ وہیں پے تھم گیا تھا۔۔۔

انگلی میں مجتبیٰ کی دی ہوئی انگوٹھی موجود تھی۔۔۔

وہ ایک بار پھر اسے ٹوٹی ہوئی ملی تھی۔۔۔ بری طرح بکھری ہوئی ملی تھی۔۔۔ مجتبیٰ کو اب اسکی زندگی کی تلخ حقیقتوں کا اندازہ ہوا تھا۔۔۔

وہ جانتا تھا اسکے ماں باپ بہن بھائی کوئی نہیں تھا اور اب اسکا شوہر زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہے۔۔ وہ یہ بات قطعی نہیں سوچنا چاہتا تھا کہ اسکی شادی کیوں کب کیسے ہوئی۔۔۔ اور شاہ میر کی اس کنڈیشن پر وہ بھی بری طرح ڈسٹرب ہو چکا تھا اور اب حبا کی یہ حالت دیکھنا اسکے بس میں نہیں تھا۔۔۔ اس نے حبا سے ملنے کی دعائیں مانگی تھیں مگر اس حالت میں نہیں۔۔۔۔

وہ نا جانے کتنے لمحے اسے دیکھتا رہا۔۔۔

صدیوں کی مسافت جیسے ختم ہو چکی تھی۔۔۔

وہ تھک کر اسکے پاس ہی بیٹھ گیا جیسے کوئی بھٹکا ہوا مسافر منزل ملنے پر منزل کو گلے لگا کر اپنا آپ چھوڑ دیتا ہے اس نے بھی چھوڑ دیا تھا۔۔۔ وہ حبا کی جانب رخ کر کے بیٹھ گیا تھا۔۔۔

حبا کی نگاہوں کے سامنے وہ تھا مگر حبا بالکل ساکت تھی۔۔۔ اسکی پلکوں میں کوئی جنبش نہیں تھی۔۔۔

حبا کی نظر کے سامنے مجتبیٰ جمال تھا مگر وہ اپنا خیال سمجھ کر اپنی جگہ منجمد تھی۔۔۔

اس تصویر میں حرکت ہوئی تھی۔۔۔ مجتبیٰ نے ہاتھ بڑھا کر اسکے گال کو چھوا تھا حبا نے آنکھیں بند کر لیں۔۔۔ مگر یہ کیا اسے پوروں کی حرارت محسوس ہوئی تھی اس نے آنکھیں کھولی تھیں مجتبیٰ کا چہرہ اسکے سامنے تھا اس نے آنکھیں زور سے بند کر کے دوبارہ کھولیں نا جانے کب سے مقید آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر اسکے گالوں پر پھسل گئے۔۔۔اور پھر ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی۔۔۔

حبا۔۔۔ مجتبیٰ بھی کھڑا ہوا تھا

وہ دو قدم پیچھے ہوئی پھٹی پھٹی نگاہوں سے وہ مجتبیٰ کو دیکھتے ہوئے پلٹی اور مخالف سمت بھاگ پڑی تھی۔۔

وہ پیچھے دیکھے مسلسل بھاگ رہی تھی آگے سے زیادہ اسکا دھیان پیچھے تھا وہ بار بار پیچھے پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔۔۔ آنسو تھے کے بہے جارہے تھے دماغ میں وہ نا ختم ہونے والے طوفان اٹھے تھے اسکو پوری دنیا گھومتی ہوئی محسوس ہورہی تھی۔۔۔ وہ جلد از جلد یہاں سے بہت دور چلے جانا چاہتی تھی مجتبیٰ جمال کو دیکھتے ہی جیسے وہ کمزور ہوئی تھی اسے شبہ تھا وہ کچھ دیر مزید اسکے سامنے رہا تو وہ بکھر جائے گی وہ سالوں بعد اسے دیکھ کر دل میں پرانے درد چھڑتے محسوس کرنے لگی تھی وہ درد جو محبت کا مقدر ہوتے ہیں وہ درد جو دل سے اس شخص کی محبت کی ٹیس اٹھاتے رہتے ہیں جس سے کبھی محبت ہو۔۔۔ وہ دیوانہ وار بھاگ رہی تھی۔۔۔ نا جانے کہاں۔۔ کس سمت۔۔۔ اسے قطعی علم نہیں تھا اسے بس دور جانا تھا بہت دور وہ اپنی آنکھیں صاف کرتی جارہی تھی۔۔۔ بال اسکے پشت پر بکھر چکے تھے بارش کی بوندیں اب اسے قطرہ قطرہ بھگو رہی تھیں۔۔۔

مسلسل پیچھے پلٹ کے دیکھتے ہوئے وہ آگے کسی مضبوط چیز سے ٹکرائی تھی۔۔۔

وہ بہت تھک چکی تھی ٹکراتے ہی وہ چکرا کر گرنے ہی والی تھی جب اسے دو مضبوط ہاتھوں نے تھام لیا۔۔۔

اور سینے سے لگا لیا۔

وہ اس لمس کو کیسے بھول سکتی تھی۔۔۔ چند لمحے تو وہ بغیر حرکت دم سادھے چوڑے سینے پر منہ چھپائے ٹکی رہی شاید وہ بہت تھک چکی تھی شاید وہ ٹوٹ چکی تھی یا اب اسکے بکھر جانے کا وقت تھا وہ بھاگ بھاگ کے تھک چکی تھی اور لمبی لمبی سانسیں لینے لگی۔

سینے سے اٹھتی خوشبو نے جیسے ہی اسکی سانسیں منتشر کرنے کی کوشش کی وہ پیچھے ہونے لگی مگر مقابل کی گرفت مضبوط تھی۔۔۔وہ اس خوشبو اس لمس کو کبھی بھی نہیں بھول سکتی تھی۔۔۔۔۔بارش تیز ہو چکی تھی۔۔۔اور ہاں اسے خود میں چھپانے والا مجتبیٰ جمال تھا۔۔۔جو آنکھیں بند کیے چہرہ آسمان کی جانب کیے اسے سینے سے لگائے کھڑا تھا برستی بارش اسکے چہرے کو بھگو رہی تھی ہلکی ہلکی شیو سے ٹپکتے پانی کے قطرے حبا کے ماتھے کو بھی بھگو رہے تھے۔۔

وہ حبا کو خود میں چھپائے کھڑا تھا۔۔۔حبا پر اگر چہ اسکی گرفت سخت تھی وہ خود کو اس سے الگ تو نہیں کر سکی مگر حیرت سے چہرہ اٹھا کر اس نے بہت سی ہمت کر کے اسکی جانب دیکھا۔۔۔تو جیسے وہ سانس لینا بھول گئی۔

اسی پل مجتبیٰ جمال نے بھی نظریں جھکا کر سینے سے لگی حبا کی جانب دیکھا تھا۔۔۔

وقت جیسے رک سا گیا تھا دونوں کی نگاہیں ملی تھی ایک سکوت تھا ایک طلسم تھا دونوں کے درمیان سحر طاری کرتی بس خاموشی تھی۔۔۔

اگلے ہی لمحے حبا اسکے سینے سے لگے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔

مجتبیٰ۔۔۔۔شاہ میر بھی مجھے چھوڑ کر جا رہا ہے۔۔۔۔۔۔وہ روتے روتے یہ ہی بول رہی تھی اسکی تکلیف پر مجتبیٰ کا ضبط جواب دے رہا تھا مگر اب اسے حبا کو سنبھالنا تھا۔۔۔

مجتبیٰ شاہ میر کو بچا لو۔۔۔وہ اتنی بری طرح روئی اور روتے روتے مجتبیٰ کے بازوؤں میں ہی جھول گئی۔۔۔

مجتبیٰ کے پیروں تلے زمین نکل گئی وہ حبا کو اٹھائے ہسپتال کی طرف بھاگا۔۔ بارش برس رہی تھی حبا کے لمبے بال کھل کے نیچے جھول رہے تھے سیاہ آنکھوں سے کاجل پھیل چکا تھا۔۔۔

مجتبیٰ کو وہ پہلے کی نسبت کافی کمزور لگی تھی وہ تو گول مٹول سرخ انار جیسی تھی۔۔۔لیکن شاید آج کے صدمے نے اسے نچوڑ لیا تھا۔۔۔

مجتبیٰ اسکے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا

حبا۔۔۔میں تمہیں یوں بکھرا دیکھوں گا میں نے نہیں سوچا تھا مگر میں اب سب ٹھیک کر دوں گا۔۔۔

میں مجتبیٰ جمال۔۔۔حبا عظیم جسکی محبت ہے۔۔۔اور میں حبا عظیم کی شاید پہلی محبت۔۔۔ ہماری محبتوں میں فرق صرف اتنا تھا اسے مجھ سے میری موجودگی میں محبت تھی اور مجھے اسکی غیر موجودگی میں اس سے شدید محبت ہوئی۔۔۔اتنی محبت اتنی محبت کہ میری سانس سانس اس سے ملنے کی دعا کرتی رہی۔۔۔

میرا لمحہ لمحہ حبا کے وصل کی دعا کرتا رہا۔۔۔میں سوچتا رہا جس کی وجہ یا جس وجہ سے حبا مجھ سے دور ہوئی میں اس وجہ کو ہی ختم کر دوں گا۔۔۔حبا کو ہر اس شے سے چھین کر علیحدہ کر دوں گا جسکی وجہ سے حبا مجھ سے 2 سال جدا رہی۔۔۔یہ خدا جانتا ہے میرے روز و شب کیسے پچھتاوے کیسی اذیت میں تڑپتے ہوئے گزرے۔۔۔

مگر۔۔۔

مگر۔۔۔میں نے کبھی نہیں یہ سوچا تھا میرا محبوب میری محبت میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یوں کسی اور کے لیے روتی ہوئی میرے بازوں میں جھول جائے گی۔۔۔یوں وہ کسی اور کی تکلیف میں تڑپتے ہوئے مجھے کسی اور کے بچھڑنے کی دہائی دے گی۔۔۔

وہ لڑکی جسے ہمیشہ دیکھتے ہی زندگی کی تمام تر رعنائیوں کا احساس ہوتا تھا وہ یوں اذیت میں ہوگی۔۔۔وہ تنہائی کے خوف سے اس قدر بکھری ہوگی۔۔۔

اور سب سے بڑھ کر یوں مجھ سے محبت کی دعویدار میرے نام کی انگوٹھی ہاتھ میں پہنے ہونے کے باوجود کسی اور کی بیوی بن کر مجھے ملے گی۔۔۔

میرا تو وہی حال تھا جو کسی پیاسے کا سمندر کے پاس پہنچ کر ہوتا ہے۔۔۔ہاں میں وہ ہوں جو سمندر کے سامنے ہونے کے باوجود ایک قطرے سے بھی خود کو سراب نہیں کر سکا وہ مسافر ہوں جسے منزل کے قریب آ کر ادراک ہوا کہ یہ منزل اب اسکی رہی ہی نہیں۔۔۔

مگر۔۔۔مجھے ابھی بھی اپنی تکلیف اس تکلیف کے آگے بہت چھوٹی لگ رہی جو میری وجہ سے حبا کو ہوئی۔۔۔میرے ذرا سے شک نے اسے اس مقام پر لا کھڑا کیا۔۔۔اس نے شادی پہ اصرار کیا اور میں اس وقت اسکی اسچویئشن کو نظر انداز کرتا رہا۔۔۔

میں یہ سمجھ ہی نہیں سکا وہ اکیلی تھی اسے کسی مضبوط سہارے کی ضرورت تھی۔۔۔اور شومئی قسمت اسے جس سے محبت ہوئی وہ اس قابل تھا ہی نہیں کہ حبا عظیم جیسی پاکیزہ سوچ رکھنے والی لڑکی کا ہمسفر بنتا۔۔۔

ہاں میں بدنصیب ہوں

میں قصوروار ہوں

میں مجرم ہوں حبا عظیم کا

مگر حبا کا دکھ۔۔۔اسکا مداوا کیسے ہوگا۔۔۔

ایک لرزتا ہاتھ مجتبیٰ کے ہاتھ کو تھام رہا تھا۔۔۔

وہ ہاتھ شاہ میر کا تھا۔۔۔

شاہ میر علی کاش۔۔۔کاش تمہیں میں ٹھیک کر پاتا۔۔ تم حبا کے شوہر ہو۔۔۔اسکے محرم ہو مجھے یقین ہے اس وقت تم حبا کے لیے پوری دنیا سے زیادہ اہمیت رکھتے ہو۔۔۔تم ٹھیک ہو جاؤ تو وہ زندگی کو ویسے جی سکے جیسے وہ چاہتی تھی۔۔۔مگر قسمت یہاں بھی اسکے ساتھ کھیل کھیل رہی ہے۔۔۔کیوں۔۔۔؟؟؟؟

وہ حبا کو ہسپتال لانے کے بعد شاہ میر کے پاس اسکے روم میں آ گیا تھا شاہ میر ہوش میں تھا مجتبیٰ نے گلاب خان کی موجودگی میں حرف حرف اپنی داستان شاہ میر کے سامنے کھول دی تھی۔۔۔

شاہ میر سن کر پریشان نہیں ہوا تھا۔۔۔اسکے ماتھے پر ایک بل تک نا پڑا تھا اسکے چہرے پر دو ہی تاثرات تھے خاموشی اور سکون۔۔۔

شاہ میر صرف اور صرف تم ہی اپنے ہو حبا کے۔۔۔میں حبا سے محبت کرتا ہوں مگر اس وقت اسکی خوشی صرف تم ہو۔۔۔تمہارے علاوہ اسکا کوئی بھی نہیں۔۔۔کوئی بھی نہیں۔۔۔مجتبیٰ نے شاہ میر کے ہاتھ تھام لیے۔

کوئی ہے حبا کا۔۔۔اسکا اپنا اسکا خون۔۔۔ہاں کوئی ہے۔۔۔

شاہ میر نے مدھم لہجے میں کہا۔۔۔

حبا کا؟؟؟

گلاب خان آگے بڑھا تم کے گھر والا۔۔۔جو ابھی تک تمہارا خبر سن کر نہیں پہنچا وہ تم کو لگتا ہے حبا کا اپنا

ہے۔۔۔اونہہ۔۔۔گلاب خان غصّے سے بولا۔

مجتبیٰ گلاب خان کی تائید میں سر ہلاتے ہوئے شاہ میر کی طرف دیکھنے لگا

وہ نہیں۔۔۔میں حبا کے بہت قریبی رشتے کسی بہت اپنے کی بات کر رہا ہوں۔۔۔

لیکن حبا کا تو اور کوئی نہیں۔۔۔مجتبیٰ بولا

کوئی ہے۔۔۔ہے کوئی۔۔۔

شاہ میر اب کونسے راز فاش کرنے والا تھا۔

☆......☆......☆

عارفہ بی بی گھر پہنچی تو تاریکی ہر سو چھا چکی تھی بادلوں نے معنی خیز چپ کی چادر اوڑھ رکھی تھی۔۔۔ ہر سو وحشت طاری کرتی خاموشی تھی۔۔۔گھر داخل ہونے پر غیر معمولی خاموشی کا احساس ہوا۔۔۔

مریم کچن میں کچھ بنانے میں مصروف تھی جبکہ تابی ایک چپ سادھے اتنی سردی کے باوجود برآمدے میں بچھی چارپائی پر بیٹھی تھی۔۔۔

عارفہ بی بی کو کچھ کھٹکا تھا۔۔۔

اے تابی کیا ہوا۔۔کیوں یہاں بیٹھی اپنی قلفی جما رہی ہے۔۔۔عارفہ بی بی کے پوچھنے پر بھی تابی ٹس سے مس نا ہوئی۔

آئے ہائے۔۔۔کیا ہوا تابندہ تجھے،کونسا سانپ سونگھ گیا تجھ کو۔۔۔عارفہ بی بی نے قریب آ کر اسے ہلکا سا جھنجھوڑا۔۔۔

وہ خالی خالی نظروں سے اپنی ماں کو دیکھنے لگی

اب کچھ بولے گی تابی کیا بات ہے۔۔۔اب کی بار عارفہ بی بی نے قدرے آرام سے پوچھا

بابا جی کی بات سے ویسے بھی وہم سا دل میں بیٹھ چکا تھا۔۔۔

شاہ میر بھا۔۔۔بھا۔۔۔بھائی۔۔۔تابندہ کی زبان لڑکھڑا رہی تھی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔۔۔

کا کک کیا۔۔۔شاہ میر۔۔۔ہائے بول کیا شاہ میر۔۔۔عارفہ بی بی تابندہ کو اب دونوں شانوں سے تھام

کر جھنجھوڑنے لگی۔ بول۔۔۔۔ میرا دل ڈوب رہا ہے تابی بول کیا ہوا میرے شاہ میر کو۔۔۔۔ عارفہ بی بی بھی اب اپنا آپ چھوڑ چکی تھی

مریم دونوں کا شور سن کر باہر آ چکی تھی۔۔۔

کیا ہوا امی۔۔۔ تابی کیا ہوا؟؟؟؟ مریم ان دونوں کو دیکھ کر از حد پریشان ہو گئی

تو بتا کیا ہوا شاہ میر کو۔۔۔ عارفہ بی بی نے مریم کو پکڑ لیا

شاہ میر کو؟ بھائی کو کیا ہونا ہے اپنی بیگم کے ساتھ انجوائے کر رہا ہے وہ اور اسے کیا ہونا ہے۔۔۔

مر رہا ہے وہ۔۔۔ مر رہا ہے۔۔۔۔ سمجھی تم مرنے والا ہے وہ۔۔۔ مریم بول ہی رہی تھی جب تابندہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی اور مریم کو پکڑ کر زور زور سے چلانے لگی۔۔۔۔

ہمارا اکلوتا بڑا بھائی مر رہا ہے۔۔۔۔ سمجھی تم۔۔۔ امی سنا آپ نے بھی بھائی اب ہمیں چھوڑ کر جا رہا ہے۔۔۔ اب۔۔۔۔ اب تو وہ حبا بھابھی کو بھی چھوڑ کر جا رہا ہے۔۔۔ اب خوش ہیں نا آپ دونوں۔۔۔ وہ ایک بار پھر چلانے لگی تھی۔۔۔

مریم اور عارفہ بی بی پھٹی پھٹی نگاہوں سے تابندہ کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔۔

ہاں امی وہ اب کسی کے ساتھ نہیں رہے گا۔۔۔ حبا بھابھی کے ساتھ بھی نہیں۔۔۔ خوش ہو جائیں۔۔۔ تابی کی حالت غیر ہو رہی تھی۔۔۔

باہر اٹھتے شور کو علی صاحب نے بھی سن لیا تھا۔۔۔ وہ بستر پر پڑے تڑپ گئے تھے۔۔۔۔

اور کچھ بس نا چلا تو سائیڈ ٹیبل پر موجود پانی کے گلاس اور دواؤں کی شیشیوں کو ہاتھ مار کر نیچے گرا دیا آیا کوئی انکے پاس بھی آئے۔۔۔ انکے بیٹے کے بارے میں بتائے۔۔۔

تابی بھاگتی ہوئی باپ کے پاس گئی اور انکے سینے سے لگ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

ابو جی میرا بھائی۔۔۔ ہم سب سے اپنا درد چھپائے آج یہاں تک پہنچ گیا۔۔ ہائے کونسا سکھ دیکھا میرے بھائی نے۔۔۔

تابی کو بھائی کا دکھ اپنی رگ و پے میں اترتا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔

یہ۔۔۔ یہ کیا بکواس ہے۔۔ک کک کچھ نہیں ہو گا میرے بچے کو۔۔۔ تجھے کس نے کہا یہ سب۔۔۔ بول۔۔۔عارفہ بی بی اندر آتے ہی تابی پر جھپٹی۔

فون آیا ہسپتال سے شاہ میر بھائی کو برین ٹیومر ہے وہ بھی لاسٹ اسٹیج پر۔۔۔تابندہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھا۔۔۔

مریم مارے بے بسی کے سکتے کی سی کیفیت میں دروازے سے لگ گئی۔۔۔علی صاحب نیم بے ہوشی کی حالت میں تڑپ رہے تھے اور عارفہ بی بی باہر کی جانب بھا گی۔۔

انکے پیچھے پیچھے تابی بھی انکا پرس اور چادر لے کر لپکی۔۔۔

آپ ابو کا خیال رکھیں۔۔۔وہ مریم کو کہتے ہوئے وہاں سے نکل گئی۔۔۔

☆......☆......☆

گلاب خان کیا ہوا میرے بیٹے کو کہاں ہے میرا شاہ میر۔۔ عارفہ بی بی دور سے گلاب خان کو دیکھتے ہی اسکی طرف لپکی۔

جو ہونا تھا ہو گیا اب ام سے کیا پوچھتا ہے یہ بات تو پہلے اپنے بیٹے سے تم کو پوچھنا تھی جب وہ اس موذی مرض سے لڑ رہا تھا۔۔۔خیر اندر ہے تم کا بیٹا۔۔ گلاب خان عارفہ بی بی سے سخت بدظن تھا۔۔۔اس نے سیدھا سیدھا جواب دیا۔

عارفہ بی بی کو اس وقت صرف اپنی اولاد کی پرواہ تھی وہ روتے دھوتے اندر کمرے میں آ گئیں۔۔۔جہاں ایک لمبا خوبرو سا بندا شاہ میر کا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا۔۔۔

شاہ میر۔۔۔میرا بچہ کیا ہوا تجھے۔۔۔میں صدقے میرا بچہ تجھے کچھ نہیں ہو گا۔۔۔عارفہ بی بی والہانہ انداز میں شاہ میر کا منہ چومنے لگی تابی کی آنکھیں بھائی کی حالت دیکھ کر نم ہو گئیں۔۔۔

امی میں ٹھیک ہوں۔۔۔شاہ میر مسکرایا تھا۔

مجتبیٰ اٹھ کے تھوڑا فاصلے پے جا کر کھڑا ہو گیا۔

شاہ میر مجھے معاف کر دے۔۔۔تو جانتا ہے تیرے علاوہ میرا کوئی نہیں۔۔۔مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتا

تو۔۔۔مجھ مجھے۔۔۔بھی چھوڑ۔۔۔حب۔۔۔حبا کا سوچ اسکا کون ہے تیرے علاوہ۔ عارفہ بی بی عجیب دیوانوں کی طرح بول رہی تھیں۔

حبا کے نام پر مجتبٰی کی سانسیں منتشر ہوئی تھیں۔۔۔مگر وہ دوسری جانب منہ کیے اپنے موبائل سکرین پر انگلیاں گھمائی جا رہا تھا۔

امی۔۔۔آپکو حبا کا خیال کیسے آ گیا۔۔۔۔شاہ میر نے چوٹ کی تھی

بھائی اِنہوں نے ہی آپکو اس نہج تک پہنچایا ہے۔۔۔یہ ماں نہیں ڈائن ہیں۔۔۔مریم جو انکے جانے کے بعد سیدھا بابا جی کے پاس گئی تھی اصلیت جاننے کے بعد وہ فوراً انکے پیچھے ہسپتال کے لیے نکل آئی تھی۔۔۔

بھائی میں بھی آپکی مجرم ہوں۔۔۔مگر امی نے بہت گھناونی سازش چلی ہے حبا کبھی ماں نہ بن سکے اسلیئے وہ حبا کے ساتھ ساتھ آپکو بھی تعویذ پلاتی رہیں۔۔۔

مریم کا یوں آنا اور بولنا شاہ میر کے ساتھ ساتھ مجتبٰی بھی چونکا گیا تھا۔۔۔

کک کیا۔۔۔شاہ میر اٹھ بیٹھا تھا

عارفہ بی بی کسی مجرم کی طرح سر جھکائے بیٹھی تھیں۔۔۔

ہاں بھائی میں خود جا چکی ہوں امی کے ساتھ۔۔۔۔۔امی نے ایسا کیا۔۔۔پوچھو ان سے۔۔۔اور۔۔۔ اب تمہاری اس حالت کی ذمہ دار بھی یہ ہیں کیونکہ نہ حبا پرگنینٹ ہوئی نا ان تعویزوں نے اثر کیا مگر تم بھائی یہاں تک پہنچ گئے۔۔۔

شاہ میر کے ساتھ ساتھ تابی بھی حیران پریشان سی کبھی ماں کو دیکھتی کبھی مریم کو۔۔۔

مجتبٰی اس بھدے انکشاف پر سکتے کی سی کیفیت میں تھا۔ کچھ دیر پہلے شاہ میر سے ہونے والی ہمدردی جیسے اک لمحے کے لیے ختم ہو گئی تھی۔۔۔اس انسان سے شادی کر کے کیسے کیسے حالات کا شکار رہی ہے حبا اف خدایا۔ ۔۔۔وہ چکرا کر رہ گیا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔

امی۔۔۔کاش میں آپکو معاف کر سکتا۔۔۔ہاں میرے ساتھ جو کچھ بھی ہوا یا ہو رہا یہ میرا مقدر میری قسمت سہی میں اس میں کسی کو قصوروار نہیں سمجھتا۔۔۔مگر جو نقصان حبا کے ہوئے انکے لیے میں آپکو معافی نہیں دے سکتا

۔۔۔میں نے اس لڑکی کو ایک حسین اور مکمل زندگی دینے کا خود سے وعدہ کیا تھا وہ وفا نا کر سکا اسکا دکھ رہے گا۔۔
اپنے اپاہج باپ کا تا عمر سہارا نا بن سکا یہ غم مجھے کھا رہا ہے۔۔ میری دو بہنیں گھر کی دہلیز پر کنواری بیٹھی ہیں یہ اذیت بھی کم نہیں۔۔۔میری ماں تنہا ہو جائے گی یہ افسوس ہے لیکن امی یہ یاد رکھیے گا جو کچھ ہو گیا گزر گیا اس سب میں حبا بے قصور تھی۔۔اور دیکھ لیں کسی بے قصور کے ساتھ زیادتی کی سزا آپ سب کو بھگتنی پڑ رہی ہے۔۔۔ آپکی اولاد آپکی نظروں کے سامنے اپنی آخری سانسیں گن رہی ہے۔۔۔دیکھ لیں مکافات عمل۔۔۔اللہ نے آپکے لیے یہ سزا منتخب کی ہے میری موت ہے امی آپکی سزا۔۔۔

ماں باپ کے کیے کا بوجھ اکثر اولاد اٹھاتی ہے امی۔۔۔۔میں یہ ہی دعا کروں گا آپ نے جو زیادتی حبا کے ساتھ کی اسکا بوجھ بھی اللہ مجھ پر ڈال دے میری ماں کو بخش دے۔۔۔

شاہ میر کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔۔۔۔دماغ میں ٹیس سی اٹھی تھی۔۔۔

نا نا شاہ میر میں مر جاؤں۔۔۔میری عمر ہے مرنے کی۔۔۔میں سب گناہ قبول کرتی ہوں مگر میں اپنی جان کے ٹکڑے کو یوں نہیں دیکھ سکتی شاہ میر۔۔۔میں حبا کے پاؤں پڑ جاؤں گی۔۔۔تو مجھے معاف کر دے تو جیسا کہے گا میں کروں گی۔۔۔۔عارفہ بی بی ایک جھٹکے میں جیسے زمین بوس ہو چکی تھی۔۔۔

جوان بیٹے کو اپنے سامنے موت سے لڑتا دیکھنا ایک ماں کے لیے کس قدر اذیت ناک تھا۔۔۔

چلیں آپ سب باہر۔۔۔۔سسٹر۔۔۔سسٹر۔۔۔نکالیں انکو باہر کس نے آنے دیا انکو اندر۔۔۔hurry up۔

ڈاکٹر نے شاہ میر کے پاس آتے ہی شور ڈالا۔۔۔

چار و نا چار وہ تینوں ماں بیٹیاں باہر آ گئیں۔

جہاں گلاب خان کی کھا جانے والی نظریں انکی منتظر تھیں۔۔۔

☆......☆......☆

ماما۔۔۔وہ گھر آتے ہی نجمہ بیگم سے لپٹ گئی تھی۔۔۔۔

ارے میرا بچا کیا ہوا۔۔۔۔نجمہ بیگم جو گل بی بی کی مدد سے واڈروب ٹھیک کر رہی تھیں نوال کو یوں اچانک خود

سے لپٹتا دیکھ کر حیران اور پھر پریشان ہوئیں۔۔۔

گل بی بھی پریشانی سے کام چھوڑ کر کھڑی ہوگئ

گڑیا تم ٹھیک تو ہے نا۔۔۔۔حبا کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی

ماما ایک بات مانیں گی۔۔۔۔

ہاں بولو بیٹا۔۔۔۔۔نجمہ بیگم نے فکر مند ہو کر نوال کو خود سے جدا کر کے اسکا چہرہ تھام لیا

ماما آپ میری اور مجتبیٰ کی منگنی کینسل کر دیں پلیز۔۔۔ نوال بولی

کینسل لیکن کیوں؟؟؟؟ نجمہ بیگم یہ بات تو پہلے ہی اپنی بہن سے طے کر چکی تھیں مگر وہ نوال کے سامنے انجان بن گئیں۔۔

ماما مجھے نہیں لگتا ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے بنے ہیں۔۔۔ایج ڈففرینس۔۔۔پھر ہماری سوچ بھی تو نہیں ملتی۔۔۔بہت ہی بے جوڑ سا رشتہ ہے یہ۔۔۔بظاہر تو نوال مسکرا کر کہہ رہی تھی مگر گل بی کو نا جانے کیوں اسکی آنکھوں میں چھپی بیٹھی اداسی نظر آ گئی۔۔۔

ہمم مم۔۔۔مجھے معاف کر دو نوال ہم لوگوں نے تم دونوں سے پوچھے بغیر یہ سب۔۔۔۔

No no its alright mama...Don't need to worry...

ایک بار پھر مسکراتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

وہ سیدھا ٹیرس پر آ گئی۔۔۔

یخ ہوا اور گہرے بادلوں نے اسکا استقبال کیا تھا۔۔

کتنا مشکل ہوتا ہے نا ٹھکرائے جانے کا درد سہنا۔۔۔کتنا مشکل ہوتا ہے نا اپنے محبوب سے بے انتہا محبت کے باوجود دور ہو جانا۔۔۔ہاں کتنا مشکل ہوتا ہے نا جب ہم چاہنے کے باوجود بھی اپنی محبت کی آنکھوں میں ہمارے لیے محبت کے کوئی رنگ نہیں دیکھ پاتے۔۔۔کوئی شوخ نگاہ کوئی چنچل سا جملہ۔۔۔۔کچھ بھی تو نہیں ہے مجتبیٰ کے پاس مجھے دینے کو۔۔۔اک نگاہ الفت بھی نہیں۔۔۔

اور وہ ٹھیک ہیں وہ جھوٹے نہیں ہیں وہ دل بھی ایمانداری سے توڑتے ہیں۔۔۔انھیں کبھی دل رکھنا آیا ہی

نہیں۔۔۔میرا دل بھی توڑ دیا تو کیا ہوا۔۔۔۔

آپ میری ماما اور اپنی امی کی خاطر کبھی واضح انکار نا کر پاتے مگر۔۔۔

مجتبیٰ جمال میں نے آپ سے محبت کی ہے اور میں اپنی محبت کو کیسے کسی آزمائش میں ڈال سکتی تھی۔۔۔میں خود آپ سے کی گئی اس محبت سے دستبردار ہوتی ہوں۔۔۔کیونکہ آپکی آنکھوں آپکے دل اور آپکے دماغ میں کسی اور کی حکومت ہو۔۔۔اور نوال کمال حسن اتنی بھی گئی گزری نہیں کہ کسی اور کی سلطنت پر راج کرنے کو خواہش بھی رکھے۔۔۔مجھے تو وہاں جانا ہے جہاں سلطنت بھی میری ہو اور حکومت بھی۔۔۔

میں واقعی آپکی شخصیت سحر انگیزی میں گرفتار رہی اس بات کا میں برملا اظہار کرتی ہوں مگر کسی بھی مرد کی شخصیت اس وقت اپنا اثر ورسوخ چھوڑ دیتی ہے جب وہ جذبات سے عاری ہو۔۔۔اور یہ ہی آج میرے ساتھ ہوا۔۔۔

ایک لمحہ ٹوٹنے کو کافی ہوتا ہے پر اس سے اگلا لمحہ سنبھلنے کا بھی آتا ہے جسے میں نے گنوایا نہیں۔۔۔۔۔

اور جس دن سے یہ انگوٹھی پہنی ہے ایک عجیب گھٹن ہے میرے وجود پر۔۔۔

اس انگوٹھی میں کوئی چمک رمق ہی نہیں۔۔۔کیونکہ جس کے نام کی انگوٹھی ہے اسے میرے جذبات احساسات سے کوئی مطلب ہی نہیں اسے میرے لیے کچھ خاص محسوس ہی نہیں ہوتا تو یہ کیسے ہوتا کہ یہ انگوٹھی کوئی خاص رنگ چھوڑتی۔۔۔

اچانک اسکی نظروں میں حبا عظیم کے ہاتھ میں موجود انگوٹھی گردش کرنے لگی۔۔۔

کیسے چمک تھی اس انگوٹھی میں۔۔۔

آہ۔۔ نوال کی آنکھ سے آنسو نکل آئے تھے

مجتبیٰ جمال۔۔۔درد تو ہو گا نا تھوڑا۔۔۔لیکن وقت کے ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا وہ نم آنکھوں سے رنگ اتارنے لگی۔۔۔۔

ارحم کاش تم یہاں ہوتے۔۔۔میں تمہیں سب بتاتی۔۔۔اس نے ارحم کو یاد کیا تھا

اتنے میں اسکی موبائل کی میسج بیپ بجی

بارشوں کے برسنے سے پہلے

سرد وادیوں میں برف جمنے سے پہلے

سرمئی بادلوں کے گرجنے سے پہلے

تم کو قسم ہے

تم خود کو میرا لکھ دو

بھیگی بھیگی ان راتوں میں

محبت کے جگ راتوں میں

زندگی کے سب حوالوں میں

سانسیں تھمنے سے پہلے

تم کو قسم ہے

تم خود کو میرا لکھ دو

میری تاریک راتوں میں اجالے بھرنے

دن رات محبتوں کے عطر سے معطر کرنے

غموں کے بادلوں کو خوشیوں میں بدلنے

ہاں میرے دل کے برباد ہونے سے پہلے

تم کو قسم ہے

تم خود کو میرا لکھ دو۔۔۔

آج ابھی اس وقت

خود کو میرا کہہ دو۔۔۔۔

نوال موبائل پر جگمگاتے الفاظ پڑھ کر ششدر رہ گئی۔ میسج بھیجنے والا ارحم تھا۔۔۔

☆......☆......☆

رات کے اس پہر حبا عظیم کو دیکھنا بہت دلچسپ لگ رہا تھا وہ سب سے نظر بچا کر حبا کے روم میں اسکے بیڈ کے قریب آ چکا تھا۔۔۔ وہ اتنے سٹریس میں تھی کے ڈاکٹرز نے اسے نیند کے انجکشن دیے تھے تا کہ اسکی ذہنی حالت پر مزید کوئی برا اثر نا پڑ سکے۔۔۔ وہ کچھ ہی گھنٹوں میں مرجھا چکی تھی۔۔۔ سیاہ پلکوں کی جھالر نے شاہ میر کے دل کے تاروں کو چھیڑا تھا۔۔۔ گلابی بھرے بھرے ہونٹ بالکل خشک تھے۔۔۔

شاہ میر بیڈ کے پاس پڑے سٹول پر بیٹھ گیا۔۔۔

وہ بمشکل حبا تک پہنچا تھا اسکا سر درد سے پھٹ رہا تھا مگر دل جس اضطراب کا شکار تھا وہ حبا کو دیکھتے ہی پر سکون ہو چکا تھا

حبا۔۔۔ تم سے معافی بھی کیسے مانگوں۔۔۔

تمہاری زندگی میں آیا تو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہنے کے لیے تھا مگر ہم انسانوں کی سوچ سے بالاتر بھی کچھ ہے اور وہ ہے تقدیر۔۔۔

میں دنیا سے تو لڑ سکتا تھا مگر خود اپنی تقدیر سے نہیں لڑ سکا۔۔۔ اپنے جانے سے زیادہ تمہیں اکیلے چھوڑ کر جانے کا خوف ستا رہا ہے۔۔۔ ایک بار پھر تم ٹوٹ جاؤ گی اکیلی ہو جاؤ گی خدا گواہ ہے مجھے علم ہوتا کہ میں اتنی زندگی لکھوا کر لایا ہوں تو کبھی تمہیں اپنے ساتھ منسلک نا کرتا۔۔۔ مجھے تم سے اتنی محبت ہے حبا کہ تمہاری آنکھوں کے آنسو مجھے میرے دل پے گرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں مگر نا جانے کیوں جنکی آنکھوں میں ہم آنسو نہیں دیکھ سکتے وہی ہماری وجہ سے روتے ہیں۔۔۔ ہو سکے تو میری ماں کو بھی معاف کر دینا۔۔۔ جنکی وجہ سے تم بہت سی خوشیوں سے محروم رہی سب بھول جانا برا خواب سمجھ کر مگر یہ بات یاد رکھنا حبا

میں۔۔۔۔ شاہ میر نے حبا کے ماتھے پر مہر محبت ثبت کی۔۔۔

میں تم سے بے انتہا پیار کرتا ہوں حبا عظیم۔۔۔ شدید محبت کرتا ہوں تم سے۔۔۔ تم میرے نکاح میں ہو مجھے اس بات پر فخر ہے میں تم سے راضی تھا راضی رہوں گا۔۔۔ مگر۔۔۔

کہتے ہیں نا ہم سے بھی شدید کسی کی محبت ہو سکتی ہے جو تقدیروں کو بھی بدلنے کی طاقت رکھتی ہے۔۔۔ وہی ہمارے ساتھ ہوا۔۔۔ میں دو دلوں کے بیچ آیا تھا مجھے جانا ہی تھا نا جانے کن نازک لمحوں میں خدا نے مجتبیٰ کی سن

لی۔۔۔میری ماں کی تمہارے ساتھ کی جانے والی زیادتیوں پر اللہ نے مجھے یہ سزادی ہو۔۔۔

بہت کچھ غلط ہوا حبا۔۔۔میں تمہیں شادی کے بعد بھی وہ خوشیاں اور آرام نہیں دے سکا جسکی تم مستحق تھی۔۔۔گھریلو اخراجات بھی مشکل سے اٹھا پاتا تھا بس یہ ہی وجہ تھی اپنے علاج کیلئے کسی سے کوئی مدد نا مانگ سکا ناہی ہمت ہوئی کسی کو بتانے کی۔۔۔سوچا اتنی جلدی تو تمہارا ساتھ نہیں چھوٹ سکتا۔۔۔مگر میں غلط تھا۔۔۔

تمہیں ایک بار پھر ٹوٹنا ہوگا حبا عظیم یہ تمہاری قسمت ہے میں یہ نہیں بدل سکتا۔۔۔لیکن میری دعا ہے اسکے بعد تم کبھی نہیں ٹوٹ سکتی کوئی دکھ تمہیں نہیں چھو سکے گا۔۔۔شاہ میر کی آنکھ سے آنسو ٹپکا اور حبا کی آنکھ پر گرا تھا جس سے اسکی پلکوں پر ہلکی سی لرزش ہوئی تھی۔۔۔

شاہ میر جلدی سے پیچھے مڑا جب اسکا ہاتھ کسی نے تھام لیا تھا

شاہ میر مجھے چھوڑ کر مت جائیں۔۔۔خدا کیلئے۔۔۔حبا اٹھ بیٹھی تھی آنکھوں میں آنسو جیسے ابل رہے تھے بکھرے بکھرے حلیے والی حبا کسی سہمی بچی کی طرح اسکا ہاتھ تھامے ہوئے تھی

حبا۔۔۔شاہ میر تیزی سے مڑا تھا۔ چند لمحے وہ ضبط کیے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔۔۔اور اگلے ہی لمحے اس نے حبا کو اپنے بازوں میں بھر لیا۔۔۔

شاہ میر اب آپ نہیں جا سکتے۔۔۔حبا اسکے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

شاہ میر اسکے بالوں کو سہلاتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو بہنے سے روک رہا تھا مگر انتہائی ضبط کے باوجود اسکی آنکھیں برس رہی تھیں اس نے زور سے خود میں حبا کو چھپا رکھا تھا جیسے وہ حبا کو یقین دلا رہا ہو کہ وہ بھی تو اسے کبھی نہیں چھوڑنا چاہتا۔۔۔

میں نے کبھی آپ سے کوئی فرمائش نہیں کی کبھی تنگ نہیں کیا۔۔۔آپ پھر بھی مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو یہ کیسی محبت ہے شاہ میر۔۔۔وہ روتے روتے گلے کر رہی تھی

جان شاہ میر تم ان ہاتھوں سے میری جاں لے لو شاید میری بھی تکلیف کم ہو جائے ایسے کون تمہیں چھوڑ کر جانا چاہتا ہے۔۔۔شاہ میر نے حبا کے ہاتھوں کو چوم کر عقیدت سے آنکھوں پر لگایا تھا۔

پھر۔۔۔یہ سب کیوں۔۔۔یہ سب میرے ساتھ۔۔۔شاہ میر میں کیا کروں گی۔۔۔میں تو۔۔۔

وہ بول رہی تھی جب شاہ میر نے اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔۔۔ ششششش۔۔۔۔ ششش بس۔۔۔ چپ اب نہیں رونا سمجھی۔۔۔ میں ماموں کو کیا منہ دکھاؤں گا۔۔۔ حبا میری بات غور سے سنو۔۔۔

شاہ میر نے حبا کا چہرہ دونوں ہاتھوں سے تھام رکھا تھا۔۔۔ وہ اسکے آنسو صاف کر رہا تھا۔

پر معجزے۔۔۔ معجزے بھی ہوتے ہیں اسی دنیا میں ہوتے ہیں۔۔۔ ہم علاج کروائیں گے۔۔۔ میں منتیں مانگوں گی۔۔۔ دیکھنا آپ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے نا سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ میں اپنا سب کچھ بیچ کر آپکا علاج کرواؤں گی۔۔۔ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ ہے ناں۔۔۔ وہ تسلی خود کو دے رہی تھی یا پھر شاہ میر کو۔

حبا میری طرف دیکھو۔۔۔ مامی کے جانے کے بعد ماموں تھے ماموں کے جانے کے بعد میں۔۔۔ اور اب بھی وہ جو اوپر بیٹھا ہے نا تمہیں اکیلا نہیں چھوڑے گا۔۔۔ اس نے تمہارے لیے کوئی بہترین سہارا رکھا ہوگا کیونکہ سہارا دینے والا تو وہی ہے نا۔۔۔ اس پہ تو بھروسہ ہے نا تمہیں۔۔۔ شاہ میر اسے محبت سے سمجھا رہا تھا

مگر آپ نہیں ہوگے شاہ میر میرے اپنے صرف آپ ہیں سمجھے آپ۔۔۔ وہ شاہ میر کی کے سینے سے لگی تھی۔۔۔

اوکے تم ابھی آرام کرو۔۔۔ پلیز۔۔۔ شاہ میر بول رہا تھا جب وہ اسکے بازوں میں ہی جھول گئی۔۔۔ نرس دیکھیں پلیز۔۔۔ شاہ میر گھبرا گیا۔

دیکھیں یہ سٹریس میں ہیں ایسا ہوگا آپ بھی آرام کریں ان سے زیادہ آپکو آرام کی ضرورت ہے۔۔۔

شاہ میر میری بات سنو۔۔۔ مجتبیٰ اسے ڈھونڈتے ہوئے یہاں آیا تھا۔۔۔

حبا اب ٹھیک ہے؟ مجتبیٰ نے شاہ میر سے پوچھا۔

نہیں۔۔۔ شاہ میر بس اتنا ہی کہہ سکا۔

ہاہا ہوگی بھی کیسے۔۔۔ مجتبیٰ نے طنز کیا۔

مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے شاہ میر۔۔۔ میرے ساتھ چلو۔۔۔ مجتبیٰ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے کمرے سے باہر بنے ویٹنگ لاؤنج میں لے آیا۔۔۔

یہ سب کیا ہوتا رہا ہے حبا کے ساتھ۔۔۔مجتبیٰ نے پوچھا

جو ہوا غلط ہوا۔۔۔شاہ میر سر جھکا گیا

آخر کیوں۔۔۔کیوں تمہاری ماں حبا کی پھوپھی۔۔۔کیوں حبا کو ماں اور تمہیں باپ نہیں بنتے دیکھنا چاہے گی۔۔۔کیوں؟؟؟؟؟مجتبیٰ دبی دبی آواز میں بولا تھا وہ ازحد پریشان تھا۔

مجتبیٰ میرے پاس وقت کم ہے۔۔۔میں تمہارے کسی سوال کا جواب دے کر وقت نہیں ضائع کرنا چاہتا۔۔۔تم پلیز میرے ساتھ چلو۔۔۔تمہیں سب سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔۔۔شاہ میر نے التجائیہ لہجے میں کہا

او کے مگر حبا۔۔۔مجتبیٰ بولا

گلاب خان امی لوگ سب ہیں۔۔۔تم چلو۔۔۔شاہ میر کی حالت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی اسلئے مجتبیٰ اسے لے کر نکلا۔۔۔

ہوش میں آتے ہی حبا جو دوبارہ باہر کی جانب آ رہی تھی مجتبیٰ اور شاہ میر کو ایک ساتھ جاتا دیکھ کر ٹھٹھک کر رک گئی۔یہ۔۔۔یہ دونوں کہاں جا رہے۔۔۔

گلاب خان۔۔۔وہ گلاب خان کے پاس بھاگی۔۔۔

حبا کو دیکھ کر گلاب خان خود بھاگ کر قریب آ گیا

میرا بچہ کیا ہوا تم کو۔۔۔

گلاب خان وہ۔۔۔وہ مجتبیٰ۔۔۔آ گیا۔۔۔حبا نے تھوک بمشکل نگلی

پریشان نا ہو مارا وہ سب جان چکا ہے۔۔۔گلاب خان نے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا

آپ۔۔۔آپ چلیں میرے ساتھ۔۔۔وہ انکا ہاتھ پکڑ کر پارکنگ تک آئی مجتبیٰ کی گاڑی پارکنگ سے نکل رہی تھی۔۔۔

حبا نے جلدی سے ٹیکسی روکی۔۔۔

اس بلیک گاڑی کے پیچھے چلو۔۔۔وہ بیٹھتے ہی بولی

مگر ماڑا ہوا کیا۔۔۔کدھر جا رہا ہے وہ لوگ۔۔۔گلاب خان حیران تھا۔

جہاں بھی جائیں ہم بھی ساتھ چلیں گے شاہ میر کی طبیعت ٹھیک نہیں اور یہ مجتبیٰ انھیں کہاں لے جا رہا ہے۔۔۔حبا ابھی بھی شاہ میر کے لیے فکرمند تھی

اتنی بدگمانی نہیں اچھی ماڑا۔۔۔گلاب خان آہ بھر کر رہ گیا

☆......☆......☆

تہجد کی اذانیں کہیں دور سے آتی سنائی دے رہی تھیں۔۔۔رات کا آخری پہر لہو منجمد کرتی سردی اور اوپر سے بارش اور بادلوں کی آنکھ مچولی۔۔۔

روح جھلسا دینے والے صدمے اور کربناک دکھ جب سب کچھ ایک رات میں سمٹ آئے تو یہ اذیت ناک راتیں کچھ اور ہی لمبی ہو جاتی ہیں یہ ہی کچھ یہاں ہو رہا تھا۔۔۔حبا چاہ رہی تھی یہ رات جلد از جلد ختم ہو ایک نئی صبح کا سورج طلوع ہو اور یہ رات کی کی تاریکیاں ختم ہو جائیں سب کچھ اک بھیانک خواب کی صورت ہو مگر نہیں سچ ہے جو رات جس حال میں آنی ہے وہ آ کر رہنی ہے۔۔۔اور ابھی اس رات میں نا جانے کون۔ سے راز افشاں ہونا باقی تھے۔۔۔

پنڈی کے علاقے کچی بستی میں مجتبیٰ اور شاہ میر کی گاڑی رکی تو حبا نے بھی کچھ فاصلے پر ٹیکسی رکوالی۔۔۔

وہ اور گلاب خان دونوں حیرت سے ایک دوسرے کو تک رہے تھے۔۔۔

گلاب خان۔۔۔یہاں ک کون۔۔۔ہو سکتا ہے۔۔۔حبا نے کھڑکی سے باہر تاریک بستی کو دیکھا جو ہر طرف سے اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔

یہ بی بی خانہ بدوشوں کی بستی ہے۔۔۔آپ نے جانا ہے۔۔۔ٹیکسی والا بھلا آدمی تھا۔

ہاں۔۔۔ہاں تم یہیں رکو۔۔۔ہم آتے ہیں۔۔۔حبا نے کچھ سو سو والے نوٹ اسے تھماتے ہوئے کہا اور گاڑی سے باہر نکل آئی۔۔۔

گلاب خان بھی جلدی سے باہر نکل کر حبا کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔۔۔

وہ دونوں شاہ میر اور مجتبیٰ سے قدرے فاصلے پر مگر انکے پیچھے ہی تھے۔۔۔

یہ کونسی جگہ ہے شاہ میر اور یہاں کون ہوسکتا ہے ایسا جس سے تم مجھے ملوانے لائے ہو۔۔۔مجتبیٰ کی حیرت بھی کم نا تھی وہ شاید پہلی بار یہاں آیا تھا

ابھی معلوم ہوجائے گا۔۔۔شاہ میر نے کہا

حبا کے وجود پر عجیب گھبراہٹ طاری تھی ایک ایک پاؤں منوں بھاری محسوس ہو رہا تھا۔۔۔دل کی دھڑکن تیز تھی۔۔۔نا جانے یہاں کیا ہونے والا تھا ہر سو ہولناک خاموشی گہری تاریکی اور دور سے آتی جنگلی جانوروں کی آوازیں۔۔۔کچھ جاننے کا تجسس نا ہوتا تو وہ یہاں کبھی نہیں آتی۔۔۔

وہ ہمت نہیں ہارنا چاہتی تھی اسے شاہ میر کو دیکھنا تھا وہ یہاں اس وقت کیوں آیا یا پھر مجتبیٰ لے کر آیا یہ سب اسکے لیے جاننا بے حد ضروری تھا۔۔۔

شاہ میر اور مجتبیٰ ایک خیمے کے اندر چلے گئے جہاں سے آتی مدھم روشنی اس بات کی گواہ تھی کہ اندر کوئی موجود ہے۔

گلاب خان یہ سب کیا ہو رہا ہے اب کیا ہونا باقی ہے۔۔۔حبا کے منہ سے نکلتا دھواں فضا میں بکھر رہا تھا۔۔۔وہ موبائل کی ٹارچ لگائے ہوئے تھی۔۔۔ارد گرد کا ماحول خاصا پراسرار تھا۔

ام کو بھی کچھ سمجھ نہیں آ رہا آؤ آگے چلیں۔۔۔اندر دیکھنا ہوگا کہ آخر کیا ہے اندر۔۔۔گلاب خان حبا کو تھام کر آگے بڑھا۔۔۔

تم جاننا چاہتے تھے نا کون ہے حبا کا اپنا۔۔۔

تم جاننا چاہتے تھے نا کیوں امی چاہتی تھی کہ حبا ماں نا بنے۔۔۔

سب سوالوں کے جواب تمہارے سامنے ہیں۔۔۔خیمے سے آتی آواز پر حبا اور گلاب خان دونوں ٹھٹھک کر رکے۔۔۔

حبا نے پردہ اٹھایا خیمے کا اور اندر آ گئی۔۔۔مجتبیٰ شاہ میر اور اسکے علاوہ دو اور وجود بھی وہاں موجود تھے۔۔۔

ایک تو خواجہ سرا اور دوسرا وجود سفید چادر میں لپٹا جامد ساکت کھڑا تھا۔۔۔

عالی بی بی وقت آ گیا ہے۔۔۔شاہ میر حبا کی موجودگی سے ٹس سے مس نا ہوا تھا البتہ مجتبیٰ نے الجھی نظروں سے حبا کو دیکھا تھا اور حبا کے تاثرات بھی کچھ الگ نہیں تھے۔۔۔

گلاب خان بھی وہیں موجود تھا

ک کک کون ہے یہ۔۔۔حبا نے سامنے کھڑے وجود کو دیکھا اور اگلے ہی لمحے چادر میں لپٹے وجود نے چادر گرادی۔۔۔

اور حبا مجتبیٰ اور گلاب خان کے پاؤں سے جیسے زمین سرک گئی۔۔۔۔

وہ وجود تو حبا کا ہم شکل تھا۔۔۔لاغر کمزور بالکل سپید مگر ہو بہو حبا جیسا۔۔۔

حبا اور مجتبیٰ جیسے اسے دیکھ کر شاکڈ رہ گئے تھے

گلاب خان اپنی جگہ پر لڑکھڑا گیا تھا۔۔۔

حبا اس وجود کے قریب ہوئی۔۔۔اسکی آنکھیں حبا جیسی ہی تھیں۔۔۔ان آنکھوں میں آنسو امڈ آئے تھے۔۔۔

حبا نے قریب ہوکر اسے چھونا چاہا تھا۔۔۔آیاں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہی۔۔۔

چھونے کے بعد حبا یکدم پیچھے ہوئی تھی۔۔۔اب وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے کبھی عالی بی بی کبھی مجتبیٰ اور کبھی شاہ میر کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

☆......☆......☆

جس رات حبا عظیم نے اس دنیا میں آنکھ کھولی اس دن ہم بھی اسکے ساتھ اس دنیا میں آئے تھے۔ مگر ہماری بدقسمتی کے ہم نامکمل تھے اسلئے خاموشی سے ہمیں خواجہ سراوں کے حوالے کردیا گیا۔۔۔۔

جیسے جیسے ہم بڑے ہوئے گرو ہماری اداسی کو دیکھتے ہوئے ہمیں ہمارا گھر دکھانے لے جاتے کبھی کبھی امی بھی آکر ہمیں مل جاتیں اور جب بھی امی آتیں ہم یہ ہی کہتے ہمیں بھی ساتھ لے جائیں ہمیں بھی اپنی بیٹی بنا کر رکھیں مگر امی ہمیشہ جھوٹی تسلی دے کر چلی جاتی۔۔۔ابو نے تو شاید ہمیں کبھی دیکھا بھی نہیں تھا۔۔۔مگر امی جب بھی آتی کہتیں تمہاری بہن بھی تمہاری طرح ہے مگر تم بڑی اور وہ چھوٹی ہے۔۔۔تب بہن کو دیکھنے کا اشتیاق ہوتا تو کبھی چھپ چھپ کر بہن کو بھی دیکھ آتے پھر اچانک ایک دن گرو نے بتایا کے امی فوت ہوگئی ہیں۔۔۔تو جیسے اس گھر کے راستے ہی بھول گئے۔۔۔کچھ بھی تھا وہ ماں تھی اسے کہیں نا کہیں میرا احساس تھا مگر اسکے خدا کو

پیارے ہونے کے بعد تو جیسے ایک بار پھر ہم تنہا ہو گئے اس پر ستم یہ کہ زمانے کی تلخیوں اور سنگینیوں سے بچا کر رکھنے والے گرو بھی ایک دن اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔۔۔

ہمارا رجحان قدرتی طور پر روحانیت کی طرف تھا ہم ہمہ وقت عبادت میں مصروف رہتے سب ہی کہتے کہ ہماری دعاؤں میں بے حد اثر ہے۔۔۔

گرو کی وفات کے بعد کچھ اوباش خواجہ سراؤں نے ہمیں ناچ گانے اور دوسرے کاموں میں لگانے کی کوشش شروع کر دی۔۔۔تب ہم نے سوچا گھر واپس پلٹ جاتے ہیں ابو کے پاؤں پڑ جائیں گے کہ ہمیں ایک کونے میں عزت سے پڑا رہنے دیں لیکن معلوم ہوا وہ بھی رخصت ہو گئے۔۔۔اور اب ہماری بہن تن تنہا ہے۔۔۔سوچا صبح بہن کو جا کر سب حقیقت بتائیں گے مگر موقع نا ملا سکا رات کو بدمعاش خواجہ سراؤں نے ہم پر دھاوا بول دیا ہم نے جس طرح اپنی جان اور عزت بچائی ہم یا ہمارا رب جانتا ہے۔۔۔بھاگتے بھاگتے اس کچی بستی میں آ گئے۔۔۔

جہاں تارا نے ہمیں آسرا دیا۔۔۔

اور پھر ہم نے یہیں ڈیرے جما لیے۔۔۔لوگ ہمارے پاس دعاؤں کے لیے آتے۔۔۔اپنے مسئلے مسائل لے کر آتے۔۔۔ہم بس دعا کرتے اور بدلے میں خدا سے رزق حلال کی دعا مانگتے بس۔۔۔

پھر ایک دن شاہ میر بابو آئے۔۔۔پھر نا جانے کیوں وہ بار بار آنے لگے۔۔۔وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ہم بھی انکی ماموں زاد ہیں مگر ہم یہ جان گئے۔۔۔

شاہ میر بابو کو جب حبا سے شادی کے بعد اپنی بیماری کا علم ہوا تو وہ ہمارے پاس آ کر بہت روئے بہت دعائیں کروائیں اور جب ہمیں معلوم ہوا کہ ہماری بہن ایک بار پھر ہماری طرح تن تنہا ہونے والی ہے تو ہم پے جیسے آسمان آ گرا۔۔۔ہم تو خوش تھے کہ شاہ میر بابو جیسا شوہر ہماری بہن کا نصیب بنا مگر یہ ساتھ بہت کم تھا۔۔۔ہم شاہ میر بابو کو تسلی بھی نا دے سکے۔۔۔ہمارے درمیان ہمیشہ پردہ ہی حائل رہا۔۔۔مگر میر بابو نے ہمیشہ میری اور تارا کی مالی امداد کی۔۔۔خاموشی سے وہ ہمارا خیال رکھتے۔۔۔پھر ایک دن جب انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو ہم نے سب حقیقت انھیں بتا دی۔۔۔کہ ہم انکی ماموں زاد عالیہ ہیں۔۔۔جسے سب عالی بی بی کے نام سے جانتے

ہیں۔۔۔اور اس بات کی گواہ انکی ماں ہیں۔۔۔یعنی عارفہ پھوپھو۔۔۔جب ہم پیدا ہوئے تو عارفہ پھوپھو نے ہی ھمارے ابو کے ساتھ مل کر ہمیں خواجہ سراؤں کے حوالے کیا تھا اور وہ یہ بات اچھے سے جانتی تھیں کہ ہم دونوں جڑواں ہیں۔۔۔

ہم نے ہی شاہ میر بابو سے التجا کی تھی کہ ایک بار ہمیں ہماری بہن سے ملوا دیں۔۔۔اسکے بعد ہم ہمیشہ کے لیے سب چھوڑ جائیں گے۔۔۔

عالی بی بی زمین بوس ہو رہی تھیں آنسو آنکھوں سے رواں تھے۔۔۔حبا تو پہلے ہی زمین پر ڈھے سی گئی تھی۔۔

تو وہ خود کو بہت مظلوم سمجھتی تھی مگر اسکا خون اسکی اپنی نامکمل بہن کیسے بچپن سے ہی پل پل ٹھکرائی گئی تھی۔۔

حبا عالی بی بی کے قریب ہوئی جب عالی بی بی سہم کر پیچھے ہوئی

ھمارے قریب نا آنا حبا ہم نامکمل ہیں۔۔۔ہمیں خود اپنا آپ حقیر لگتا ہے آپ ہم سے دور رہیں۔۔۔

عالی بی بی کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔۔۔

لیکن حبا نے زبردستی آگے بڑھ کر عالی بی بی کے نحیف وجود کو گلے سے لگا لیا۔۔۔

میں ہمیشہ سوچتی رہی کوئی تو میرے دکھ درد کو محسوس کرتا کسی کا اور میرا غم سانجھا ہوتا۔۔۔مجھے کیا معلوم تھا کہ میرا اپنا خون ہے اس دنیا میں۔۔۔میری بہن عالیہ۔۔۔حبا نے زور سے گلے لگا لیا عالی بی بی کو۔۔۔

شاہ میر کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔۔۔چلو پھر اپنی بہن کو اپنے گھر لے کر چلو۔۔۔شاہ میر نے مسکرا کر حبا کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔۔۔

حبا نے عالی بی بی کو اچھی طرح چادر میں لپٹا تھا۔۔۔

تارا دور کھڑا آنسو بہا رہا تھا۔۔۔وہ بھی آج اس ساری حقیقت سے آشنا ہوا تھا۔۔۔

گلاب خان بھی اپنی آنکھیں صاف کرنے لگا۔۔۔اذان فجر کی آواز پر ماحول پر چھایا سکوت ٹوٹ چکا تھا۔

ایک بات ابھی بھی سمجھ نہیں آئی شاہ میر کی والدہ کیوں نہیں چاہتی تھیں کہ حبا ماں بنے۔۔۔

مجتبیٰ نے پوچھا جس پر حبا بھی چونک گئی

اسلئے کیونکہ وہ سمجھتی ہیں کہ حبا اور شاہ میر سے جو نسل چلے گی وہ بھی میری طرح ادھوری ہو گی۔۔۔عالی بی بی

نے نظر جھکا کر جواب دیا اور مجتبیٰ کی سمجھ میں پوری کہانی آ چکی تھی۔۔۔

☆......☆......☆

واپسی کا سفر بھی عجیب خاموشی لیے ہوئے تھا۔۔۔ گھرے بادلوں سے بھرا آسمان اذان فجر کے بعد ہر سو بکھرا سرد نور۔۔۔اور گاڑی میں موجود انسانوں کی چپ۔۔۔

حبا سخت سردی کے باوجود کھڑکی کھولے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔۔۔ایک رات نے جیسے سب کچھ بدل کر رکھ دیا تھا۔۔۔

اور کتنی مسافتیں باقی ہے
اے زندگی تیری الجھنوں میں
اور کتنی راتیں عذاب کی
باقی ہے
تنہا اس رہ گزر پر
چلنا دشوار ہے لیکن
تو خود بتا اے زندگی
مجھے اس وحشت کے صحرا میں
اور کتنا بھٹکنا باقی ہے
میں ٹوٹ گئی
میں ہار گئی
زیست کے پل پل
بپھرے طوفانوں سے
میرے دل کی بستی
اجڑ گئی

اس بستی کے ویرانوں میں

اور کتنی راہیں باقی ہیں

محبت ناسور ہے ایک

یا پھر ہے مسیحا

مجھے تو ہی بتا اے زندگی

اس محبت کی اب

کتنی صورتیں باقی ہیں

سامنے ہے سمندر میرے

مینہ بھی برسے ہے رم جھم رم جھم

میرے اندر پیاس کی پھر

کونسی شدتیں باقی ہیں

وہ اس وقت مجتبیٰ جمال شاہ میر اور گلاب خان تینوں سے ہی بیگانہ تھی۔۔

اس نے خانہ بدوشوں کی بستی سے نکلتے ہوئے عالی بی بی کی منتیں کیں کہ وہ بھی اسکے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو جائے مگر وہ کچھ دن کا وقت مانگ رہی تھیں۔۔۔حبا عالی بی بی کو چھوڑ کر نہیں آنا چاہتی تھی مگر انہوں نے بہت پیار سے حبا کو واپس بھجوا دیا تھا۔۔۔

وہ پھر بے مراد تنہا واپس جا رہی تھی۔۔۔باہر کی ہوا سرد تھی مگر حبا کے اندر نا جانے کونسی آگ لگی تھی جو وہ پتھر کی سی بنی بیٹھی تھی۔۔۔اسکا چہرہ ہر طرح کے احساس سے عاری تھا۔۔۔

اس نے تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتے مجتبیٰ جمال کو دیکھا جسکا سائیڈ پوز وہ بیک سیٹ سے دیکھ سکتی تھی۔۔۔ انتہائی سنجیدہ مجتبیٰ جمال بالکل ویسا ہی تھا۔۔۔حبا خالی خالی نظروں سے اسکو دیکھتی رہی۔۔۔

پھر اپنے ساتھ بیٹھے شاہ میر کو دیکھا جو آنکھیں بند کیے سیٹ سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔۔۔

حبا چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔۔۔نا جانے کیوں اسے شاہ میر میں پہلے اپنی ماں پھر عظیم صاحب کی جھلک

محسوس ہوئی۔۔۔۔

حبا کی نظروں کی تپش تھی یا کچھ اور شاہ میر آنکھیں کھول کر حبا کو دیکھنے لگا۔۔۔۔

حبا بھی نا جانے کس احساس کے تحت بغیر پلکیں جھپکے اسے دیکھتی رہی۔۔۔

حبا کے لیے دنیا جیسے تھم سی گئی تھی۔۔۔

شاہ میر کی نظریں کچھ اور بول رہی تھیں۔۔۔۔اس نے حبا کے قریب ہو کر ایک نام پکارا تھا۔۔۔۔

جس پر حبا شاہ میر سے دور ہوئی تھی۔۔۔

وہ مجتبیٰ کا نام لے رہا تھا۔۔۔۔

حبا ششدر سی اسے دیکھ رہی تھی تو کیا وہ حبا کے ماضی کو جان چکا تھا۔۔۔

حبا کے ہاتھ پر شاہ میر کی گرفت سخت ہوئی تھی۔۔۔حبا کچھ بولنے کے قابل نہیں رہی تھی اسکی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گر رہے تھے۔۔۔۔

شاہ میر نے ہاتھ بڑھا کر حبا کے آنسو پونچھنا چاہے جب اسے ایک جھٹکا سا لگا تھا۔اور اسکا ہاتھ پیچھے ہو گیا۔

مجتبیٰ۔۔۔۔گاڑی تیز چلاؤ۔۔۔۔حبا چیخی تھی۔۔۔

گلاب خان اور مجتبیٰ دونوں شاہ میر کی کنڈیشن بھانپ چکے تھے

شاہ میر آ۔۔۔آپ۔۔۔کو کچھ نہیں ہو گا۔۔۔شاہ۔۔۔۔م۔۔۔۔میر۔۔۔۔ادھر دیکھیں۔۔۔شاہ می۔۔۔میر۔۔۔۔وہ ہسپتال آ گیا۔۔۔شاہ میر۔۔۔۔شاہ میر آنکھیں کھولیں۔۔۔

شاہ میر۔۔۔۔گلاب۔۔۔گل گلاب خان یہ کیوں نہیں دیکھ رہے۔۔۔۔

مجتبیٰ۔۔۔۔کچھ کرو۔۔۔۔یہ میرے ابو کے لاڈلے ہیں۔۔۔یہ۔۔۔دیکھو مجھے روتا نہیں دیکھ سکتے تھے یہ۔۔۔یہ کیوں نہیں اٹھ رہے۔۔۔۔حبا دیوانہ وار شاہ میر کا سر گود میں رکھے بول رہی تھی۔

ہسپتال میں داخل ہوتے ہی شاہ میر کو ایمرجینسی میں لے جا چکے تھے۔۔۔

شاہ میر کی ماں اور بہنیں ہسپتال ہی میں موجود تھیں۔۔۔

مجتبیٰ دور سے ہی حبا کو یوں دیکھ دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا مگر اس میں حوصلہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ حبا کو آگے

بڑھ کر چپ کرواتا یا اسے کوئی سہارا دیتا۔۔۔

ڈاکٹر سیدھا مجتبیٰ کے پاس ہی آیا تھا۔۔۔

I am sorry he is no more...

دماغ کی نس پھٹ چکی ہے آپ صبر رکھیں۔۔۔۔

ایمرجنسی روم کی لائٹ آف ہو چکی تھی۔۔۔

عارفہ بی بی تابی اور مریم تو سن ہی چکی تھیں انکے بینوں سے ہسپتال گونج اٹھا تھا۔۔۔

دور کھڑی حبا نے دور سے مجتبیٰ کو دیکھا تھا۔۔۔جس پر مجتبیٰ سر جھکا گیا تھا۔۔۔

گلاب خان حبا کو سہارا دینے کے لیے آگے بڑھا جب حبا نے اشارے سے روک دیا۔۔۔

میں ٹھیک ہوں گلاب خان۔۔۔ٹھیک ہوں۔۔۔وہ خاموشی سے دیوار سے ٹک گئی۔۔۔

وہ دن یاد آ گیا جب عظیم صاحب فوت ہوئے اور شاہ میر حبا کو سنبھال رہا تھا۔۔۔

حبا چپ چاپ چلتی ہوئی مریم اور تابی کے پاس آئی اور انھیں گلے سے لگا لیا۔۔۔

اتنے میں عارفہ بی بی بھی حبا سے لپٹ گئی۔۔۔ہائے حبا۔۔۔میرا اکلوتا بیٹا۔۔۔میرا شاہ میر۔۔۔تیرا شاہ میر ہم سب کو چھوڑ گیا۔۔۔حبا۔۔۔میں مرجاتی میں کیوں نہیں مرگئی۔۔۔

حبا ایک چپ میں سب کو خاموش کرواتی رہی۔۔۔نا جانے اس میں اتنا ضبط کیسے آیا تھا۔۔۔

☆......☆......☆

بارش تیز برس رہی تھی۔۔۔حبا کے گھر سے آج ایک نہیں دو دو جنازے اٹھ رہے تھے۔۔۔ایک شاہ میر علی اور دوسرا عالیہ یعنی عالی بی بی کا۔۔۔

لوگ دانتوں تلے انگلیاں دابے خاموش تھے۔۔۔ماجرا سب کی سمجھ سے بالاتر تھا۔۔۔

☆......☆......☆

تارا ہمارا وقت پورا ہوتا ہے۔۔۔ہماری سانسیں جسکی سانسوں کی بدولت باقی تھیں وہ جا رہا ہے اب ہم کیسے جی سکتے ہیں۔۔۔

عالی بی بی آپ شاہ میر بابو کی بات کر رہی ہیں۔۔۔کیا آپ۔۔۔۔تارا حیران ہوا

ہاں تارا۔۔۔ہم بھی عشق کرتے ہیں۔۔۔اتنا کرتے ہیں کہ شاہ میر کے ایک ایک قدم پر اپنی جان قربان کر سکتے ہیں۔

انکی ایک ایک نگاہ پر خود کو فنا کر سکتے ہیں۔۔۔

ہم انکی ایک ایک خوشی کے لیے اپنی زندگی بھی لٹا سکتے ہیں مگر ہمیں یہ اجازت نہیں ملی کہ ہم اپنا عشق کسی پر عیاں کرتے۔۔۔اب جب زندگی ختم ہو رہی سانسیں رک رہی جسم چھوٹ رہے ہے تو روح کو روح سے وفا کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔۔۔

تم کو معلوم ہے تارا ہم بھی خواب دیکھتے تھے کہ ہماری اور شاہ میر کی شادی ہوتی ہے۔

ہم بھی یہ ارمان رکھتے تھے کہ شاہ میر ہمارے ہو جائیں۔۔۔

ہمیں ان سے محبت نہیں عشق تھا۔۔۔

مگر اس عشق میں ہم نے کبھی خود غرضی سے کام نا لیا۔۔۔خدا سے رو رو کر انکی اور اپنی بہن کی خوشیوں کے لیے دعائیں مانگیں۔۔۔

جسمانی طور پر ہم نا مکمل سہی مگر دل ہمارا بھی تھا تارا ہمیں ان دو سالوں میں شاہ میر بابو سے عشق سا ہو گیا۔۔۔ہم بھی عشق مجازی کی آگ میں جھلستے رہے۔۔مگر اس رب سے ہم نے کبھی کوئی شکوہ نا کیا نا کریں گے ہم اپنے رب کی رضا میں راضی ہیں۔۔۔مگر۔۔۔اب ہم بھی فنا ہو رہے ہیں اور ہر اس شے کو فنا تو ہونا ہی ہے جو اس دنیا میں آئی۔۔۔

مگر سچ میں ہم سے میر بابو کا کرب برداشت نہیں ہو رہا۔۔۔تارا۔۔۔ہم بھی انسان ہیں۔۔۔

ہماری بہن کو جا کر لازمی یہ سب بتانا۔۔۔

اسے کہنا ہمیں معاف کر دے۔۔۔

اسکے سہاگ سے ہم نے عشق کیا

مگر ہم نے یک طرفہ عشق کیا۔۔۔

اور اسی عشق میں ہم فنا ہو گئے۔۔

شاہ میر بابو کو تو ہمارے عشق کی ہوا بھی نا لگی تھی۔۔۔

ہمارے لیے دعا مغفرت کرنا۔۔۔

ہماری بہن کو کہنا ہماری قبر کو ہماری میت کو تنہا نا چھوڑے گی۔۔۔

ایک آخری ہی ہچکی آئی تھی۔۔۔کلمہ شہادت لبوں سے ادا ہوا تھا۔۔۔عالی بی بی بالکل خاموشی سے آنکھیں بند کر گئیں تھیں۔۔۔

تارا سب بتا رہا تھا۔۔۔اور حبا کی برستی آنکھوں میں کیسے ساون ٹھہر چکے تھے۔۔۔

وہ کیسے عالی بی بی کو غلط کہتی۔۔۔شروع سے ٹھکرائی جانے والی عالیہ کو کیا اتنا حق بھی نا تھا کہ وہ محبت کرتی۔۔۔وہ تو اپنے عشق میں بہت سچی بہت کھری نکلی تھی۔۔۔وہ محبوب کے دم کے ساتھ دم توڑ چکی تھی۔۔۔

عشق تو وہ اپنا کامل کر چکی تھی۔۔۔

☆......☆......☆

کچھ ہفتوں بعد۔۔۔

تیز برستی بارش میں دو قبروں کے بیچ و بیچ کھڑی حبا عظیم۔۔۔

شاہ میر علی۔۔۔

عالیہ بی بی۔۔۔

دونوں کی قبروں پر تختیاں لگ رہی تھیں۔۔۔

عالیہ کی محبت بہت زیادہ تھی۔۔۔

شاہ میر کسی کو آپ سے عشق تھا۔۔۔جس نے فنا ہو کر آپکو پا لیا حبا نے سرخ گلابوں سے قبروں کو سجا دیا۔۔۔

دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو ٹوٹ کر شاہ میر کی یاد آئی تھی۔۔۔

وہ آنسو صاف کر کے پلٹنے لگی۔۔۔وہ مکمل طور پر بھیگ چکی تھی۔۔۔

تختی پر لکھوائے گئے الفاظ پڑھ کر حبا کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔۔۔

تارا جو حبا کے ساتھ ہی آیا تھا حبا کے اوپر چھتری کرتا ہوا حبا کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔۔۔

تمہیں خبر ہی نہیں ہم کہاں سے گزرے ہیں
تیری تلاش میں ہم دو جہاں سے گزرے ہیں
زمانہ یاد کریگا اب ہمیں بھی برسوں
کچھ ایسی مثال ہم اس جہاں سے گزرے ہیں
وہ بھی جان ہی لے گا کہ عشق وجنوں کیا ہے
وہ اس مقام تک تو پہنچیں ہم جہاں سے گزرے ہیں

☆......☆......☆

تمہارا نام میری دھڑکنوں میں شامل ہے
تمہارا نام میری سانسوں میں بسا ہے
تمہارا نام میرے تن بدن میں زندگی بن کر رہتا ہے
سن سکو تو سنو کہ ان فضاؤں کے ہونٹوں پر بھی
تمہارا ہی نام ہے
آ سکو تو آ جاؤ کہ میرے ساتھ یہ فضائیں بھی
صدیوں سے تمہارے انتظار میں ہیں۔۔۔

ایک سرد شام اسکے آنگن میں اتری تھی۔۔۔ نیلے شفاف آسمان پر کوئی داغ نا تھا ہر سو چھایا ایک سکون تھا آسمان کو دیکھتے کسی نیلے شانت سمندر کا گمان ہوتا تھا مگر پرندوں کے جھرمٹوں کی چہکار سے آسمان پر رونق سا ہو جاتا۔۔۔

اپنی سمت کی جانب رواں دواں مدھم سی روشنی والا سورج ڈوبنے کے قریب قریب تھا۔۔۔

ہوا میں خنکی کے ساتھ ایک خاموش سی مہک تھی جو کسی اپنے کی موجودگی کا پتا دے رہی تھی۔۔۔ جیسے جیسے ہوا اس کے اردگرد چلتی ایک عجب مانوس سی مہک اسکی سانسوں سے اسکے جسم میں سرایت کرتی۔۔۔ آج کی شام

سوگوار نہیں تھی۔۔۔آج کی شام اداس نہیں تھی ہر سو ایک روشنی سی تھی کسی سمت کا پتہ بتاتی روشنی۔۔۔کسی منزل کا رستہ دکھاتی آسمان کی نیلگیاں۔۔۔

وہ شال کندھوں پر ڈالے عینک لگائے ہاتھوں میں موٹی سی کتاب پکڑے ٹیرس میں پڑے لکڑی کے جھولے میں بیٹھی تھی۔۔۔وہ اداس نہیں تھی اسکے اندر تو سکون ہی سکون تھا۔۔مگر یہ ڈھلتی شام اچانک سے تیور بدلنے لگی تھی۔۔۔

وہ بہت دلچسپی سے نیلے شفاف آسمان کو دیکھ رہی تھی بہت وقت کے بعد آسمان یوں بے داغ سا ہوا تھا نکھرا نکھرا فضا بھی معطر سی تھی مگر کسی کا خیال اس معطر فضا میں کیونکر گردش کرنے لگا تھا۔۔۔

گونج رہا ہے دل میں نا جانے

کب سے تمہارا نام

آؤ رستہ دیکھ رہی ہے

گہری نیلی شام۔۔۔۔

قریب کہیں سے الکا یاگنک کی خوبصورت آواز میں ایک مدھر سا گیت سنائی دیا تھا۔۔اسے یاد آیا یہ گیت وہ بہت سنتی تھی۔۔۔۔

فضا کے ساتھ بکھری خوشبو اور اس پر یہ گیت حبا عظیم نے کتاب سائیڈ پر رکھ دی۔۔۔

بادل پربت جھیل پرندے جھرنے پھول ہوا

پوچھ رہے ہیں یہ سب مجھ سے

تم آؤ گے کیا۔۔۔تم آؤ گے کیا

انکی امیدیں میرے سپنے

ہونے نا دونا کام۔۔۔

آؤ رستہ دیکھ رہی ہے گہری نیلی شام۔۔۔۔

وہ جسے نہیں سوچنا چاہتی تھی وہ بار ہا اسکے ذہن میں آ رہا تھا۔۔۔

حبا بی بی مریم کا فون ہے۔۔۔تارا حبا کا موبائل فون تھامے اوپر ہی آ گیا تھا۔۔۔وہ صاف ستھرے مگر سادے لباس والا تارا ہی تھا جس نے سلیقے سے سر پر دوپٹہ لیا ہوا تھا۔۔۔اس تارا اور پہلے کے تارا میں بہت فرق تھا۔۔۔

حبا ایک دم چونک گئی۔۔

مریم کا ہاں دو۔۔۔

اسلام علیکم مریم کیسی ہو۔۔۔حبا نے محبت سے کہا

وعلیکم سلام۔۔۔میں ٹھیک ہوں حبا۔۔بلکہ بہت خوش بھی ہوں۔۔۔مریم کی آواز سے ہی اسکی خوشی کا علم ہو رہا تھا۔

اچھا جی۔۔۔اس خوشی کی وجہ جان سکتی ہوں۔۔۔حبا مسکرائی تھی۔

جی بالکل تم خالہ بننے والی ہو۔۔۔مریم کی چہک پر حبا نے دل سے دعا دی۔۔۔

ارے واہ بہت بہت مبارک ہو۔۔۔پھوپھو کو بتایا۔۔حبا نے خوشی سے پوچھا

نہیں سب سے پہلے تمہیں بتایا۔۔۔مریم بولی

اوکے فون بھجوا رہی ہوں پھوپھو کو انھیں بھی بتا کر دعائیں لو۔۔۔حبا نے مسکراتے ہوئے تارا کو فون نیچے عارفہ بی بی کے پاس لے جانے کو کہا۔۔۔اور تارا فوراً نیچے بھاگا۔۔۔

حبا بہت خوش تھی تارا جب فون دوبارہ اوپر لے کر آیا تو حبا مسلسل آرام سے جھولا جھولتے ہوئے مسکرا رہی تھی اسکے قدرتی سلکی سنہری بال ہوا سے لہرا رہے تھے۔۔۔افق پر بکھرے شام کے مناظر اور سامنے بیٹھی پری پیکر۔۔تارا کو یہ منظر بہت مکمل لگا تھا۔۔۔ایسا ہی جسے تصویر میں اتارنے کو دل کرے۔۔۔

حبا بی بی۔۔۔ایک بات پوچھوں۔۔۔

تارا حبا کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا

ہاں بولو۔۔۔

سب کے بارے میں تو سب کچھ کر لیا سوچ لیا آپ نے ہائے کچھ اپنے بارے میں بھی سوچا کے نہیں۔۔۔تارا

نے اپنے مخصوص انداز میں تالی پیٹی جس پہ حبا نے اسے مصنوعئ خفگی سے دیکھا

ما معاف حضور۔۔۔وہ عادت چھوڑنے میں کچھ وقت لگے گا ناجی۔۔۔تارا شرمندہ سا ہوا

حبا کی ہنسی نکل گئی۔۔۔۔

تارا نے حیرانگی سے دیکھا

آپ نے جواب نہیں دیا باجی۔۔۔تارا نے بھی جان بوجھ کر باجی پر زور لگایا

تارا سب اپنے لیے ہی تو کیا ہے۔۔۔ماں بہنیں باپ ایک اچھا سا دوست تارا سب رشتے تو مل گئے اب اور کیا سوچنا۔۔۔میں بہت خوش ہوں اب اپنوں کے ساتھ۔۔۔حبا محبت سے بولی

اسے وہ دن یاد آ گیا جب وہ ایک دن عارفہ بی بی کے گھر سب سے ملنے گئی تھی۔۔۔

☆......☆......☆

حبا تم۔۔۔آؤ نا۔۔۔امی تابی۔۔۔دیکھو کون آیا ہے۔۔۔مریم خوشگوار حیرت سے ماں بہن کو آواز دیتی حبا کو تھامے اندر لائی تھی۔۔۔

مریم نے عبایا پہنا ہوا تھا

تم کہیں جا رہی تھی مریم۔۔۔حبا نے پوچھا

ہاں اکیڈمی جا رہی تھی۔۔۔ٹیچنگ شروع کر دی ہے نا۔۔۔صبح کو اسکول اور شام کو اکیڈمی۔۔۔

حبا میری بچی۔۔۔خلاف توقع عارفہ بی بی نے حبا کو گلے لگا لیا تھا حبا ششدر سی انکے گلے سے لگی ہوئی تھی۔۔۔

میں خود آنا چاہتی تھی مگر سچ پوچھ تو مجھ میں ہمت نہیں ہوئی تیرا سامنے کرنے کی۔۔۔۔میں تیری گناہ گار ہوں۔۔۔تیری مجرم ہوں کیسے تیرا سامنے کرتی۔۔۔معافی مانگتے بھی شرم آتی ہے۔۔۔مجھے پھر بھی معاف کر دے میری بچی۔۔۔عارفہ بی بی حبا کو خود سے بھینچے ہوئے رو پڑی تھی۔۔نا جانے کتنے دنوں کا ملال تھا جو آنسوؤں میں بہہ رہا تھا۔۔۔میرے شاہ میر کی محبت تھی تو۔۔۔میرے شاہ میر کی آنکھوں میں نظر آتی تھی تو۔۔۔ہائے میں اپنے بچے کو تیرے سہاگ کو کھا گئی۔۔۔مجھے معاف کر دے حبا۔۔۔عارفہ بی بی کے ایک

ایک لفظ میں شرمندگی تھی لہجے کی پشیمانی سے واضح تھا وہ اپنے کیے پر از حد نادم تھی۔۔۔

پھوپھو جو ہو گیا اسے تقدیر کہتے ہیں آپ نے کچھ بھی نہیں کیا یہ سب ہمارے مقدر میں تھا سو ہو گیا میں نے آپکو معاف کیا۔۔۔اور یہ سب نا ہوتا تو شاید آپ یوں مجھے کبھی سینے سے نا لگاتی اس محبت کے لیے بہت بھاری قیمت چکائی ہے شاہ میر نے اپنی جاں کا نذرانہ دیا اس نے۔۔۔حبا کی آنکھیں بھی نم تھیں۔۔۔

آہ حبا۔۔۔سچ کہہ رہی ہو ہمیشہ کہتا تھا امی میں آپکو حبا کی ماں بنے دیکھنا چاہتا ہوں اسکا کوئی نہیں ہم ہی ہیں اسکے اپنے۔۔۔آہ۔۔۔میں بدنصیب۔۔۔کبھی خوش نہیں رکھ سکی اپنے بیٹے کو۔۔۔عارفہ بی بی چارپائی پر ڈھے سی گئی۔۔۔

حبا نے غور کیا۔۔۔وہ بیٹے کے غم میں جیسے ختم ہو چکی تھیں۔۔۔جوان بیٹے کی موت نے انھیں جو صدمہ دیا اسکا اثر انکی ذہنی وجسمانی دونوں حالتوں پر ہوا تھا۔۔۔

بھابھی۔۔۔تابی آتے ہی حبا کے گلے لگ کر رو پڑی تھی حبا نے اسے سینے سے لگا لیا تھا۔۔۔

انکل۔۔۔انکل کیسے ہیں۔۔۔حبا کو علی صاحب کا خیال آیا۔۔

اندر ہیں شاہ میر بھائی کی موت کا سن کر فالج کا اتنا زبردست اٹیک ہوا کے کوما میں چلے گئے۔۔۔اب ڈاکٹرز کو زندگی کی کوئی امید نظر نہیں آتی سانسیں تھم جانے کا انتظار ہے اب تو۔۔۔مریم نے بتایا

حبا کو سن کر سخت تکلیف ہوئی تھی شاہ میر والد سے بہت مانوس تھا وہ کتنا کتنا وقت باپ کے ساتھ گزارتا انکی معذوری کے باوجود ان سے گپ شپ کرتا انھیں ہنساتا انکی ضروریات کا خیال رکھتا۔باپ کو تو صدمہ ہونا ہی تھا۔ اکلوتا جوان بیٹا یوں اچانک سب چھوڑ کر دائمی سفر کو روانہ ہو جائے تو ایسے صدموں سے کیسے کوئی نڈھال نا ہو۔

انکل۔۔۔حبا کی آنکھیں اشکبار تھیں۔۔۔وہ انکا ہاتھ تھام کر اپنا ماتھا انکے ہاتھ پر رکھ کر خوب روئی تھی۔۔ ۔آپکا بیٹا ہمیں کیوں اکیلا چھوڑ گیا انکل۔۔شاہ میر ایک آپکے چلے جانے سے کتنی زندگیاں ویران ہو گئی ہیں۔۔

وہ آنسو صاف کر کے باہر برآمدے میں آ گئی جہاں عارفہ بی بی دونوں بیٹیوں سمیت گم سم بیٹھی تھی۔۔۔

حبا کو اس وقت وہ قابل رحم محسوس ہوئی تھی وہ انکا خون تھی سب سے بڑھ کر شاہ میر کی ماں تھی حبا کو انکی اس حالت سے تکلیف ہو رہی تھی۔۔۔

عارفہ پھوپھو میں آپ سے ایک بات کرنے آئی تھی۔۔۔میں چاہتی ہوں میں اپنا گھر بیچ کر یہاں یہیں آپ لوگوں کے ساتھ رہوں۔۔۔حبا نے لگی بندھی بغیر بات کی۔۔۔

ہیں۔۔۔حبا تو ہمارے ساتھ آ کر رہے اس پر تو مجھے بھی خوشی ہوگی یہ گھر تیرے شوہر کا ہے مگر اپنا گھر کیوں بیچنا ہے۔۔۔عارفہ بی بی کے ساتھ ساتھ مریم اور تابی بھی پریشان ہوئیں تھی۔۔۔

پھوپھو۔۔۔میں آپ سب کے لیے اپنوں کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔۔۔شاہ میر کی کچھ ذمہ داریاں تھیں جنہیں وہ پورا نا کر سکے مگر میں انھیں پورا کرنا چاہتی ہوں۔۔۔اس گھر کا واحد کفیل شاہ میر تھا ان کے جانے کے بعد میں یوں اپنوں کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔۔۔میں اپنا گھر بیچ کر تابی کو اعلیٰ تعلیم دلوانا چاہتی ہوں مریم کی شادی کروانا چاہتی ہوں اور انکل کا علاج کروانا چاہتی ہوں۔۔۔حبا نے عارفہ بی بی کے ہاتھ پکڑ کر محبت سے کہا جس پر انکی آنکھیں بھیگ گئیں۔۔۔

تجھے معلوم ہے تو کیا کرنا چاہتی ہے جس نے تجھے برباد کیا تو اس کے گھر کو سنبھالنا چاہتی ہے۔۔۔میری وجہ سے تو ماں نہیں بن سکی میری وجہ سے تیرا سہاگ چھن گیا۔۔۔اور تو۔۔۔تو مجھے سزا دے مجھے کوس۔۔۔مجھے برا بھلا بول۔۔۔تو یہ کیا کرنے کو بول رہی ہے حبا۔۔۔عارفہ بی بی کو گویا اپنی سماعتوں پر یقین نا آیا تھا۔

میں ان سب باتوں میں آپکو قصوروار نہیں سمجھتی میں سراسر اسے اپنی تقدیر سمجھتی ہوں۔۔۔اور شاہ میر نے ہمیشہ مجھے محبت دی مان دیا مجھے اس وقت سنبھالا جب میں بالکل تنہا تھی اب میں ان کے گھر والوں کو یوں تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔۔۔میرے پاس میرے خلوص کے علاوہ صرف اور صرف ایک گھر ہے اور میں وہ بھی اپنوں کے لیے وقف کرنا چاہتی ہوں۔۔۔حبا کے ایک ایک لفظ میں سچائی کے علاوہ کچھ نا تھا۔۔۔

حبا۔۔۔میں اپنے بھائی کی نشانی تو ہرگز بکنے نہیں دوں گی وہ تیرا حق ہے اور یہ حق تجھ سے میں نہیں چھین سکتی۔۔۔ہاں تجھے خود سے جدا بھی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔عارفہ بی بی بولی۔

تو پھر۔۔۔حبا نے سوالیہ نظروں سے عارفہ بی بی کو دیکھا۔

جیسے تو چاہے گی ویسا ہوگا مگر کسی اور طریقے سے۔۔۔عارفہ بی بی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔۔۔

☆......☆......☆

اور پھر شاہ میر کے گھر کو بیچ دیا گیا گھر کی تمام رقم لاکھ انکار کے باوجود حبا کے اکاؤنٹ میں رکھوا دی گئی۔۔۔ اصّل مسئلہ پیسے کا تھا پیسہ کھلا آیا تو زندگی بھی خود با خود تیز رفتاری سے چلنے لگی۔۔۔

مریم کی اچھے گھرانے میں شادی ہو گئی تابی کا پنجاب یونیورسٹی لاہور میں داخلہ ہو گیا۔۔۔علی صاحب کا علاج ہو رہا تھا۔۔۔حبا نے مقامی اکیڈمی میں جاب کر لی تھی۔۔۔ عارفہ بی بی بہت میانہ روی سے گھر چلاتی تھی۔۔۔تارا کو حبا نے اکیلا نا چھوڑا تھا اور چھوڑتی بھی کیسے وہی تو تھا جسکی بدولت اسکی بہن عالی بی بی عزت سے بیٹھ کر دو وقت کی روٹی کھاتی تھی۔۔۔اب وقت تھا کہ تارا کو بھی بے آسرا نا چھوڑا جائے اور حبا نے بھی ایسا کیا۔۔۔وہ ان سب میں اپنا آپ بالکل فراموش کر چکی تھی یا حقیقتاً وہ اپنے بارے میں سوچنا تک نہیں چاہتی تھی۔۔۔شاید اسلیئے کے کوئی پرانا درد نا چھڑ جائے۔۔۔یا اسلیئے کہ وہ اپنے آپکو دیکھے اور کسی اور کی یاد اسے گھیر لے۔۔۔غرض دونوں صورتوں میں خود کو یکسر فراموش کر چکی تھی۔۔۔

☆......☆......☆

تارا جب بھی یہاں آتی ہوں نا محبت کے امر ہو جانے کا احساس ہوتا ہے۔۔۔عالیہ کی شاہ میر سے محبت فاتح نظر آتی ہے۔۔۔عالیہ کی موجودگی شاہ میر سے سرگوشی کرنے ہی نہیں دیتی۔۔۔راز و نیاز کرنا چاہتی ہوں مگر شاہ میر متوجہ لگتا ہی نہیں۔۔۔ایسا کیوں ہے تارا۔۔۔کیا میں بہت بری ہوں۔۔۔کیا میرا شوہر مجھ سے ناخوش تھا کیا شاہ میر کو میری یاد نہیں آتی۔۔۔ مانا کے عالیہ کا عشق سچا تھا مگر کھوٹ تو میرے خلوص میں بھی نہیں تھا۔۔۔پھر کیوں شاہ میر مجھے کبھی خواب میں نہیں آئے کبھی کچھ نہیں کہا سال ہونے کو آیا مگر وہی خاموشی۔۔۔ میں کیا بہت بری ہوں۔۔۔حبا کا ضبط آج جواب دے گیا تھا۔۔۔

تارا اس شخص کے لیے میرے تمام تر جذبے جھوٹے نہیں تھے میں نے بہت دیانتداری سے رشتہ نبھایا تھا۔۔۔اپنے ماضی کو تو میں نے کہیں دفنا چھوڑا ہے پھر بھی دیکھو آج شاہ میر کے پہلو میں عالیہ ہے عالیہ کی لگن سچی تھی عالیہ کا عشق سچا تھا میں نے جو کیا وہ کیا تھا۔۔۔حبا کے آنسوؤں میں شدت آ چکی تھی۔۔۔ڈھلتی شام اور قبرستان کا مخصوص ماحول اس پر ایک حزن میں ڈوبا وجود۔۔۔تارا نے آگے بڑھ کر حبا کو گلے سے لگا لیا۔۔۔

نا نا۔۔۔بس میرا بچہ حبا۔۔۔حوصلہ رکھ شہزادی۔۔۔آپ تو بہت انمول ہیں۔۔۔عالی بی بی با خدا بہت

نیک اور پاکیزہ روح تھی انہوں نے صرف خدا اور خدا کے بعد شاہ میر سے عشق کیا۔۔۔مانا انکا عشق سچا تھا۔۔۔ مگر آپ۔۔۔آپ نے تو بہت سی آزمائشوں کا مقابلہ کیا۔۔خود کو ایک حلال اور جائز زندگی دینے کے لیے اپنی محبت کو قربان کیا۔۔۔باری باری سب رشتے گنوائے۔۔۔رویوں کی اذیتوں کو جھیلا۔۔۔زندگی کی مسافتوں کو برداشت کیا۔۔۔اور سب سے بڑھ کر خود سے بے نیاز ہو کر انکا بھلا کیا جنہوں نے کبھی آپکا بھلا سوچا تک نا تھا۔۔۔یہ جو خود سے بے نیازی کی صفت ہے نا یہ تو ولیوں کی صفت ہے حبا بی بی۔۔۔خدا جس کو جتنا چاہتا ہے اتنا آزماتا ہے محبت امتحان سے مشروط ہے اور آپ نے پے در پے تمام امتحان پاس کیے آپ سرخرو ہو چکی ہیں۔۔۔جہاں تک شاہ میر بابو کی بات ہے تو وہ تو آپکی محبت میں خود سے بے نیاز تھے اپنی بیماری سے بے نیاز تھے۔۔۔عالی بی بی کی محبت یکطرفہ تھی شاہ میر بابو تو صرف حبا عظیم کے لیے فکر مند تھے۔۔۔اور جس طرح آپ نے انکے گھر والوں کو معاف کیا ان سے محبت کی انھیں اپنا بنایا مجھے یقین ہے شاہ میر بابو کی روح اپنے انتخاب پر نازاں ہو گی۔۔۔"

تارا کی آنکھیں نم تھیں لہجے میں محبت تھی خلوص تھا اور حبا تو گندھی ہی محبتوں میں تھی۔۔۔وہ تارا کے سینے سے لگ کر رو رو کر دل کا بوجھ ہلکا کر چکی تھی اب خاموشی سے قدم اٹھاتی وہ شہر خاموشاں سے نکل رہی تھی۔۔۔

☆......☆......☆

میری زندگی کی شام ہو
میں پھر سے یوں بدنام ہوں
میرے رہبر مجھ کو تھام لے
ان اندھیروں سے تو نکال دے
میں گھٹا ہوں جو چلی تو تھی
میں بدلی وہ جو برسی تو تھی
تیرے جذبوں کے بنجر زمین کو
سیراب جو نا کر سکے

وہ مینہ کی لمبی رات ہوں
جو مشکل سہی کٹی تو تھی
میں آوارہ مزاج سا انساں
تو سنجیدہ سنجیدہ سی
میرے دل کو کرب سے نکال کر
سکوں مجھے تو بخش دے
میری نمدیدہ سی آنکھوں میں
سپنے جو تیرے بنے ہوئے ہیں
ایک باران پتھر آنکھوں کو
قریب آ پڑھ تو سہی۔۔۔
تیرے فراق کی اذیت
اب حد سے یوں بڑھنے ہے لگی ہے
میں شکست پا سا ہو گیا ہوں
تنکا تنکا بکھر گیا ہوں
میرے جذبوں کے کچے گھروندے بھی
اب زرہ زرہ بکھر رہے ہیں
میرے دل کی ویران بستی میں
احساس بھی جامد ہونے لگے ہیں
تو آئے تو شاید اس بستی میں
تیری نرم نرم سی دھوپ سے
میرے احساس بھی یوں پگھلنے لگے

میرے جذبوں کی حرارت کو ایک بار

تم آ کر یوں جگاؤ تو سہی

میری اس بے کیف حیات کو

ایک بار پھر وہی رنگ بخش دو

جو حیات تمہارے دم سے ہی

لمحہ بھر سہی پر سجی تو تھی ۔۔۔۔

وہ آج پھر اسکے گھر کے باہر موجود تھا۔۔۔ایک خاموشی سے وہ نا جانے کتنے لمحے اسکے گھر کی دہلیز کو دیکھتا رہا۔۔۔وہ دھان پان سی لڑکی اتنی پتھر کیسے بن گئی تھی وہ شاہ میر کی موت کے بعد حبا کو اپنانے کی بارہا کوششیں کر چکا تھا مگر حبا تھی کے ٹس سے مس نہیں ہو رہی تھی۔۔۔نا جانے اس نے اپنے دل پر کونسے پتھر رکھ لیے تھے جو مجتبیٰ جمال کے کسی جذبے کو اس پر اثر انداز نہیں ہونے دے رہے تھے۔۔۔یہ وقت اسکے اکیڈمی جانے کا تھا اور وہ آج مصمم ارادہ کر چکا تھا کہ وہ حبا عظیم سے بات کر کے رہے گا۔۔۔

کچھ ہی دیر میں حبا گھر سے نکل آئی تھی خوبصورتی سے سر پر سکارف ٹکائے وہ فائلز تھامے تیز تیز قدم اٹھاتے گلی سے نکل چکی تھی۔۔۔مجتبیٰ اسے چند ساعتیں تو بے حس و حرکت دیکھتا رہا اور پھر گاڑی اسکے پیچھے لگا دی۔۔

کچھ آگے جا کر گاڑی سائیڈ پر کھڑی کر کے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اسکے پیچھے چلنے لگا۔۔۔

قدموں کی چاپ پر حبا عظیم ٹھٹھک سی گئی۔۔۔وہ ان آہٹوں کو بہت اچھے سے پہچانتی تھی وہ مجتبیٰ کے بارے میں چاہ کر بھی دھوکا نہیں کھا سکتی تھی۔۔۔وہ وہیں پر ٹھہر گئی۔۔۔

تم کیوں آئے ہو مجتبیٰ۔۔۔۔اس نے بغیر پیچھے دیکھے کہا تھا

اور اب حیران ہونے کی باری مجتبیٰ کی تھی۔۔۔۔

جب میری ایک ایک آہٹ کو پہچانتی ہو تو اتنا گریز کیوں برتتی ہو مجھ سے۔۔۔۔وہ بے بسی سے بولا تھا

کیسا گریز ؟؟؟؟ میرا آپ سے کوئی ایسا تعلق ہے ہی نہیں جس میں کوئی گریز برتا جائے۔۔۔وہ پلٹی تھی اور لہجے میں کوئی نرمی نہیں تھی۔

حبا عظیم تم انسان ہو اور انسان کبھی جذبات سے احساسات سے عاری نہیں ہوتا۔۔۔ یہ جو تم خود کو پتھر دل ظاہر کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہو نا تمہاری ہی آنکھیں چیخ چیخ کر تمہاری اس بات کی تردید کرتی ہیں۔۔۔ وہ حبا کے قریب ہوا تھا۔

سورج آج خوب چمک رہا تھا۔۔۔ سردی کی شدت کے باعث سورج کی نرم نرم سے گرمی بہت بھلی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ سورج کی کرن حبا کے چہرے پر پڑ رہی تھی جس کے باعث اسکی آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔۔۔ مجتبیٰ حبا کے آگے سائے کی طرح کھڑا ہو گیا تھا۔۔۔

حبا نے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔۔۔ وہی کچھ تھا اسکی آنکھوں میں جو ہمیشہ حبا کو دکھائی دیتا تھا۔۔۔ مگر اب وہ بے حد سنجیدہ ہو گیا تھا اسکی لو دیتی نظریں حبا زیادہ دیر برداشت نا کر سکی اسلیئے جلدی سے رخ پھیر گئی

کیا چاہتے ہو تم کیوں میرا پیچھا نہیں چھوڑ دیتے۔۔۔ حبا نے رخ پھیر کر سختی سے کہا

کیوں میرے پیچھا کرنے سے تمہیں کوئی فرق پڑتا ہے۔۔۔ وہ دونوں ہاتھ باندھتے ہوئے بولا

جی ہاں کوئی بھی میرا پیچھا کرے یا میرا راستہ روکے مجھے یقیناً فرق پڑے گا۔۔۔ حبا نے چبا چبا کر کہا

میرے ہوتے ہوئے کسی اور کی جرات نہیں کے تمہارے ارد گرد سو کلو میٹر کے دائرے میں بھی آئے۔۔۔ رہا سوال میرا تو یہ تو اچھی بات ہے میری کسی بات سے تو تمہیں فرق پڑتا ہے۔۔۔ وہ حبا کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے بولا۔۔۔

مجھے دیر ہو رہی ہے اور بہتر ہو گا تم آئندہ میرا راستہ نا روکو۔۔۔ اور مجھے امید ہے کہ آئندہ مجھے تنگ نہیں کرو گے۔۔۔ حبا کہہ کر جانے لگی جب اسکی کلائی مجتبیٰ نے تھام لی۔۔۔

وہ گھبرا کر پلٹی تھی۔۔۔

حبا عظیم بس۔۔۔ اب میں تمہاری ایک بات نہیں سنوں گا۔۔۔ تمہیں مجھے سننا ہو گا مجھے وقت دینا ہو گا۔۔۔ میں نے غلط کیا میں مانتا ہوں مگر اس جرم کی پاداش میں اتنی لمبی سزا نہیں کاٹ سکتا۔۔۔ وہ اسکو خود سے قریب کرتے ہوئے بولا۔

جزا سزا کی بات تو ختم ہو چکی مجتبیٰ جمال۔۔۔ وہ بات کسے یاد ہے اب۔۔۔ وہ اسکی جانب دیکھتے ہوئے

بولی آنکھیں کسی بھی قسم کے تاثر سے خالی تھیں۔

تو پھر کیوں نہیں مجھے موقع دیتی کیوں مجھ سے اعتراض برتتی ہو۔۔ کیوں مجھ سے دور رہتی ہو کیوں مجھے اتنا اختیار نہیں دے رہی کہ میں تمہیں اپنا بنا سکوں۔۔۔۔ وہ حبا کو دونوں شانوں سے پکڑ کر بولا۔

میں کسی کی بیوہ ہوں۔۔۔۔ دو سال کسی کے نکاح میں رہ چکی ہوں۔۔۔ اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں مجتبیٰ جمال۔۔۔ آپ نے اس وقت مجھے کسی کے ساتھ گاڑی میں دیکھ کر دھتکار دیا تھا اب یہ جانتے ہوئے کہ دو سال نا جانے کتنے دن کتنی راتیں کسی کے ساتھ گزار چکی ہوں کسی کی بیوی رہ چکی ہوں یہ سب جانتے ہوئے کیوں میرے پیچھے پڑے ہو تم اب تو میں تمہارے بلانے کے قابل بھی نہیں رہی۔۔۔ تو جائیے رستہ پکڑیے اپنا۔۔۔ آپکا رستہ وہاں ہے یہاں نہیں۔۔۔ وہ انتہائی سنجیدگی سے اپنا آپ چھڑواتے ہوئے مڑی تھی۔۔۔

میرا رستہ کوئی بھی ہو منزل صرف اور صرف تم ہو حبا عظیم۔۔۔۔ وہ تیزی سے کہتا ہوا لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے لگا۔۔۔ اسکی آنکھیں ضبط سے لال سرخ انگاروں کی طرح دہکنے لگی تھی۔۔۔ اب وہ ہوگا جو میں نہیں چاہتا حبا مگر اب اسکے علاوہ میرے پاس کوئی آپشن نہیں۔۔۔ وہ تیزی سے گاڑی لے کر وہاں سے نکل چکا تھا۔۔۔

☆......☆......☆

اگلے دو دن تو سکون سے گزرے تیسرے دن وہ اکیڈمی سے گھر آئی تو لاؤنج میں گلاب خان عارفہ بی بی تارا اور ساتھ مریم بھی موجود تھی۔۔۔

اتنے نفوس کی موجودگی کے باوجود ایک معنی خیز خاموشی تھی۔۔۔

اسلام علیکم۔۔۔ وہ لاؤنج میں آتے ہی سب کو خوش دلی سے سلام کر کے ملنے لگی۔۔۔

مریم تمہارے میاں جی کدھر ہیں۔۔۔۔ حبا نے خوش دلی سے پوچھا۔

انھیں کوئی کام تھا چھوڑ کر چلے گئے۔۔۔

اچھا۔۔۔ حبا نے سب کی جانب دیکھا سب کے چہروں کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔۔۔

کیا۔۔۔ کیا ہوا سب خیریت ہے نا گلاب خان۔۔۔ وہ گلاب خان کے پاس صوفہ پر بیٹھ گئی۔۔۔

حبا۔۔۔وہ مجتبیٰ۔۔۔۔گلاب خان بہت گھبرایا ہوا تھا۔

مجتبیٰ۔۔۔۔کیا مجتبیٰ۔۔۔۔حبا کا دل زور سے دھڑکا تھا مگر وہ خود کو نارمل ظاہر کرتے ہوئے اپنا سکارف کھولنے لگی۔۔۔

حبا بچہ مجتبیٰ کا بہت برا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔۔۔گلاب خان نے بہت ہمت کر کے بتایا تھا۔۔۔

حبا جو شوز اتار رہی تھی ایک دم سے سر اٹھا کر گلاب خان کو دیکھنے لگی۔۔۔

کیا۔۔۔کیا ہوا مجتبیٰ کو۔۔۔۔وہ ٹھیک ہے؟ عارفہ پھوپھو مریم اور تارا کی موجودگی کے خیال سے وہ پھر کچھ سنبھل گئی مگر اوسان خطا ہو چکے تھے اسکا ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔

نہیں حبا وہ ٹھیک نہیں ہیں بہت شدید قسم کی چوٹیں آئی ہیں اس وقت وہ ایمرجنسی میں ہیں۔۔۔۔مریم نے افسردگی سے کہا۔۔۔وہ سب مجتبیٰ کو بخوبی جانتے تھے اب۔۔۔

ہائے کتنی محبت سے حبا کا رشتہ لے کر آیا تھا مگر نصیبوں میں نہیں تھا۔۔۔پتہ نہیں کس حال میں ہو گا۔۔۔ عارفہ بی بی بھی رونے لگی تھیں۔۔۔

حبا کا تو جیسے سانس بند ہونے لگا تھا وہ تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔۔۔اوپر ٹیرس پر جا کر وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی۔۔۔

وہ کمزور نہیں تھی وہ مجتبیٰ کو دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی مگر وہ مجتبیٰ کے ساتھ یہ سب ہوتا بھی برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتی تھی۔۔۔وہ حواس باختہ سی ادھر ادھر تیزی سے چلنے لگی۔۔۔

یہ۔۔۔یہ اب کیا ہونے جا رہا ہے۔۔۔مجتبیٰ جمال کے ساتھ کچھ برا نہیں ہو سکتا اب۔۔۔آنسو اسکی آنکھوں سے تیزی سے گرنے لگے تھے۔۔۔

تارا۔۔۔تارا وہ زور زور سے چلانے لگی۔۔۔

جج جی۔۔۔حبا بی بی۔۔۔۔تارا۔۔تم۔۔۔تم گلاب خان سے پوچھو مجتبیٰ کہاں ہے کون سے ہسپتال میں ہے مجھے وہاں جانا ہے مجھے وہاں لے چلو۔۔۔وہ تیزی سے بولی۔۔۔

اور کچھ ہی دیر میں وہ ایک پرائیویٹ ہسپتال کے روم کی جانب بڑھ رہی تھی بتایا گیا تھا مجتبیٰ کو ایمرجنسی سے

روم میں شفٹ کر دیا گیا ہے۔۔۔وہ روم میں آئی تو رومان اسکے پاس موجود تھا۔۔

اتنے وقت بعد بھی وہ اسے دیکھ کر پہچان گئی تھی۔۔۔

اسلام علیکم۔۔۔رومان حبا کو دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا تھا۔۔۔وہ بھی اسے فورا پہچان گیا تھا۔۔

وعلیکم سلام۔۔۔مجتبیٰ کو کیا ہوا کیسے ہوا یہ سب۔۔۔اب کوئی خطرے والی بات تو نہیں۔۔۔وہ مجتبیٰ کو یوں پٹیوں اور مشینوں میں جکڑا دیکھ کر ضبط نا کر سکی تھی۔۔۔

حبا بس دعا کریں۔۔۔رومان کہتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔۔۔

حبا بی بی میں آتا ہوں۔۔۔تارا بھی کمرے سے نکل چکا تھا۔

وہ ہلکے ہلکے قدم۔اٹھاتی مجتبیٰ کے قریب آئی تھی۔۔۔بیڈ کے پاس پڑے سٹول پر بیٹھ کر وہ چند لمحے مجتبیٰ کو دیکھتی رہی۔۔۔

مجتبیٰ۔۔۔۔مجھے معاف کر دو۔۔۔پلیز

میں تم سے آج بھی اتنی ہی محبت کرتی ہوں جتنی ہمیشہ کرتی تھی مگر مجتبیٰ میں شاہ میر کے ساتھ کبھی دھوکا نا کر سکی انکی زندگی میں انکے رشتے کو بہت امانتداری سے نبھایا ہے میں نے۔۔۔اور میں ہرگز یہ نہیں چاہتی کوئی یہ کہے کہ اتنے وفادار شوہر کے مرتے ہی حبا کو اپنی محبت یاد آ گئی۔۔۔

جبکہ حقیقت تو یہ ہے تمہاری محبت کو میں نے کبھی مرنے ہی نہیں دیا۔۔۔ہاں جھٹلایا بہت۔۔۔بھلایا بہت۔۔۔مگر خدا گواہ ہے میرے جذبے بہت خالص تھی میری محبت بہت پاکیزہ ہے۔۔۔مجھے تمہاری ضرورت نہیں تھی اپنی اس محبت کو قائم رکھنے کے لیے۔۔۔تمہاری دی ہوئی قسم اب بھی میری انگلی میں ہے یہ دیکھو اس نے مجتبیٰ کی پہنائی ہوئی رنگ والا ہاتھ اٹھایا تھا۔۔۔

مجھے تم سے اب بھی بے تحاشا محبت ہے۔۔۔اور میرے جینے کو یہ احساس کافی تھا تم جہاں بھی ہو ٹھیک ہو۔۔۔تمہاری سانسیں چل رہی ہیں۔۔۔تمہاری زندگی رواں ہے مگر آج۔۔۔آج مجتبیٰ جمال تم بھی مجھے یوں چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔۔۔

تم تو میری محبت ہو تمہاری سانسیں چلتی ہیں تو حبا عظیم سانس لیتی ہے۔۔۔تمہیں کیسے کچھ ہو سکتا ہے۔۔۔

تمہیں کبھی کچھ نہیں ہوگا۔۔۔وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رو پڑی تھی یا خدا مجھے معاف کرنا شاہ میر مجھے غلط مت سمجھنا مگر میں بھی انسان ہوں اور انسان اپنی محبت کو یوں تڑپتے ہوئے کیسے دیکھ سکتا ہے۔۔۔مجھ میں سکت نہیں اب یا اللہ تو میری زندگی لے لے اب میرے کسی ایک پیارے کو تو بچا لے۔۔۔وہ زار وزار رو رہی تھی۔۔۔

تمہاری زندگی کیسے لے لیں تم سے ہی تو میری حیات ہے۔۔۔تم سے ہی تو مجتبیٰ جمال کی سانسوں میں روانی ہے۔۔۔تم سے ہی تو ان دھڑکنوں میں شور ہے۔۔۔حبا عظیم تم سے ہی تو زندگی کی ڈور بندھی ہے جب تک تم ہو تب تک میں ہوں اور یہ میرا ایمان ہے کے میرا رب مجھے تم سے تب تک جدا نہیں کریگا جب تک حبا عظیم میری نہیں ہو جاتی۔۔۔وہ بول رہا تھا اور حبا پھٹی پھٹی بھیگی آنکھوں سے مجتبیٰ کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

مجتبیٰ۔۔۔تم۔۔۔ٹھیک۔۔۔مجتبیٰ اسکے سامنے صحیح سلامت بیٹھا تھا۔۔۔

وہ مکمل جملے ادا کر رہا تھا آنکھوں میں مکمل سچائی تھی۔۔۔تو وہ ایکسیڈنٹ۔۔۔

ہاں میں ٹھیک ہوں حبا۔۔۔تمہارے دل کی سننے کا میرے پاس اسکے علاوہ کوئی حل نا تھا۔۔۔

تم مجھ پر کبھی اپنا آپ نہ کھولتی۔۔۔اسلئے نا چاہنے کے باوجود تمہیں ایک بار پھر تھوڑی تکلیف دینی پڑی مجھے۔۔۔وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

تھوڑی تکلیف۔۔۔مجتبیٰ تمہیں کیا لگتا ہے یہ تکلیف تھوڑی تھی۔۔۔جس نے بار بار اپنوں کو کھویا ہو اس سے پوچھو کسی کو کھونے کا خوف کیسا ہوتا ہے۔۔۔

وہ شدید غصّے میں کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

حبا آج نہیں۔۔۔آج تمہیں بھی مجھے سننا ہوگا۔۔۔

میرے کہنے پر ہی سب نے تم سے جھوٹ کہا۔۔۔میرا کوئی ایکسیڈنٹ نہیں ہوا۔مگر تمہارے دل کو جاننے کا میرے پاس اسکے علاوہ کوئی راستہ نا تھا۔۔۔سب نے میرا ساتھ دیا تمہاری پھوپھو مریم تابی۔۔۔سب نے

حبا بے یقینی سے اسے دیکھے گئی۔

میری بات غور سے سنو۔

تم نے مجھے نکاح کا کہا میں نہیں کر سکا یہ میری غلطی تھی۔۔۔

تم نے شاہ میر سے نکاح کیا۔۔۔ٹھیک کیا

تم نے اس نکاح کو ہر حال میں نبھایا۔۔۔ٹھیک کیا

تم نے میرے خود تک پہنچنے کے تمام راستے بند کر دیے۔۔۔ یہ بھی ٹھیک کیا۔

تم نے ہر حال میں اپنے شوہر کا ساتھ دیا۔۔۔ یہاں بھی تم ٹھیک تھی۔

تمہیں معلوم ہے اس رات ہسپتال میں میں نے شاہ میر کو اپنے اور تمہارے ماضی کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا جس پر اس انسان کے ماتھے پر ایک بھی بل نا آیا تھا۔۔۔گلاب خان کی موجودگی میں شاہ میر نے مجھ سے تمہارے ساتھ ہمیشہ رہنے کا وعدہ لیا تھا۔۔۔

شاہ میر کے ساتھ جو ٹریجڈی ہوئی میں ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا اسے ملنے اس سے بات کرنے کے بعد مجھے بھی احساس ہوا کہ تمہارا انتخاب شاندار تھا مگر جو ہوا اسے قسمت کہتے ہیں حبا عظیم۔۔۔ یہ سب کچھ جو بھی ہوا تمہاری زندگی میں یہ میری یا تمہاری محبت کی وجہ سے نہیں ہوا اور نا میں یہ کہوں گا کہ ہمیں ملانے کے لیے کائنات کا پہیہ گھومتا رہا۔۔۔نہیں۔۔۔ یہ سب قسمت تھی اور اس میں یہ ہی ہونا لکھا تھا۔۔۔

تمہارے سب فیصلے ٹھیک تھے حبا تم ہر جگہ ٹھیک تھی۔۔۔مگر۔۔۔اب اس مقام پر تم غلط ہو حبا۔۔۔

تم غلط کر رہی ہو۔۔ اپنے ساتھ۔۔۔ میرے ساتھ۔۔۔اپنے جذبات کا یوں قتل کیوں کر رہی ہو۔۔۔ کیوں خود پر خول پے خول چڑھا رہی ہو۔۔۔تم کیا ہو۔۔۔ یہ تم۔ابھی بولی ہو خود اقرار کیا ہے تم نے۔۔۔اور یہ۔۔۔ یہ انگوٹھی۔۔۔شاہ میر نے حبا کا ہاتھ پکڑ کر حبا کے سامنے لہرایا تھا۔۔۔ یہ تو اس رات جب تم بے ہوش ہوئی میں دیکھ کر سمجھ گیا تھا تم اپنے قول کی کتنی پکی ہو۔۔۔

حبا۔۔۔خدا کی قسم۔۔۔شاہ میر زندہ ہوتا میں چپ چاپ تمہاری زندگی سے نکل جاتا۔۔۔لیکن اب جب تمہارے میرے ایک ہونے میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں تو اب حبا ایسا کرنا میرے ساتھ ساتھ تمہارے اپنے ساتھ بھی زیادتی ہے۔۔ وہ حبا کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر بولا تھا۔۔۔

حبا کی آنکھیں مسلسل رونے کی وجہ سے سوج چکی تھیں وہ نظریں جھکائے مجتبیٰ کے سامنے کھڑی تھی پلکیں

آنسوؤں سے بھیگ کر کچھ اور بھی لمبی ہوگئی تھی۔۔۔مجتبیٰ نے نظریں جھکا کر حبا کی جھکی پلکوں کو بغور دیکھا تھا۔۔ وہ بولتے بولتے خاموش ہوگیا تھا۔۔۔حبا کی سیاہ بھیگی پلکوں کو دیکھ کر وہ بے بس ہو گیا تھا حبا کے تیزی سے گرتے آنسوؤں نے مجتبیٰ کو کمزور کر دیا تھا۔۔۔وہ حبا کو خاموشی سے دیکھنے کے بعد اب سینے سے لگا چکا تھا۔۔۔حبا نے آج رونا تھا اور شاید یہ اسکی زندگی کا آخری دن تھا جب اسکے رونے کی تمام سبب ختم ہو جانے تھے آج آنسوں کے بہنے کا آخری دن تھا مجتبیٰ نے اسے جی بھر کے رونے دیا تھا۔۔۔

باہر کھڑا رومان جو اندر آتے آتے رک گیا یہ منظر دیکھ کر خوشی سے آبدیدہ ہو گیا تھا اس نے مجتبیٰ کو دائمی خوشیوں کی دعا دی تھی۔۔۔اور وقت بھی دعاؤں کی قبولیت کا تھا۔

☆......☆......☆

اسٹیج پر حبا کے ساتھ ایک اور بھی دلہن بیٹھی مسکرا رہی تھی اور وہ تھی نوال کمال حسن۔۔۔

بہت پیاری لگ رہی ہو نوال۔۔۔حبا نے مسکرا کر نوال کے کان میں سرگوشی کی تھی۔۔۔

جی لیکن آپ سے کم۔۔۔نوال بھی مسکرائی تھی۔۔۔

بھئی ہمیں بھی اپنی بھابھی کی تعریف کرنے دو۔۔۔ارحم نے ان دونوں کے شانوں کے بیچ سر گھسایا تھا

تعریف کرنے کے لیے بندا حاضر ہے تم دھیان اپنی بیگم پر دو سمجھے۔۔۔مجتبیٰ نے ارحم کو پیچھے دھکیلا تھا۔۔۔

دیکھ رہی ہو صبیحہ۔۔۔مجتبیٰ کے تو آج مزاج ہی نہیں مل رہے۔۔۔نجمہ بیگم نے چھیڑا تھا

بس اب دعا ہے بچے ہمیشہ یوں ہی خوش رہیں۔۔۔آپا میرے گھر میں تو دو دو چاند اتر رہے ہیں۔۔۔صبیحہ بیگم نے محبت پاش نظروں سے اپنی دونوں بہوؤں کو دیکھا۔۔۔

کمال حسن صاحب نے سب بچوں سے ہزاروں نوٹ وار کر صدقہ کیے تھے۔

تارا آج خوب ناچا تھا۔۔ عارفہ بی بی تابی اور مریم کی خوشی دیدنی تھی۔۔۔گلاب خان تو کمال حسن صاحب اور رومان کے ساتھ بھنگڑا ڈالنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔۔۔

ہر سو خوشیوں کی سی فضا تھی۔۔۔

حبا کی نظریں یوں ہی پل بھر کو اٹھی تھی۔۔۔اور پھر جھکنا بھول گئی۔۔۔

دور کھڑا اسفید جگمگاتے لباس میں شاہ میر ہاتھ باندھے حبا کو دیکھ کر محبت سے مسکرا رہا تھا۔۔۔

حبا نے آنکھیں بند کر کے دوبارہ کھولی تھیں وہ وہیں موجود تھا۔۔۔

حبا یک ٹک اس جانب دیکھ رہی تھی۔۔۔ رخصتی کا وقت تھا۔۔۔ مجتبیٰ اسے اسٹیج سے اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھائے کھڑا تھا۔۔۔

حبا کبھی مجتبیٰ کے ہاتھ کبھی شاہ میر کی جانب دیکھتی۔۔۔

کیا ہوا حبا۔۔۔ مجتبیٰ کی آواز کہیں دور سے آئی تھی۔۔۔

اس نے شاہ میر کی جانب دیکھا جو مسکراتے ہوئے مجتبیٰ کا ہاتھ تھام لینے کا اشارہ کر رہا تھا۔۔۔

حبا تم ٹھیک ہو۔۔۔ مجتبیٰ اسے بلا رہا تھا

ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ وہ مجتبیٰ کا ہاتھ تھام چکی تھی۔۔۔

شاہ میر مسکراتے ہوئے غائب ہو چکا تھا

حبا کے اندر جیسے سکون دوڑ گیا۔۔۔

وہ مسکراتے ہوئے سب کو مل کر مجتبیٰ کی گاڑی میں بیٹھی تھی مجتبیٰ کی خواہش پر مجتبیٰ نے خود ڈرائیو کرنے اور حبا کو تنہا ساتھ لے جانے کا فیصلہ کیا تھا جسے خوشی خوشی سب نے قبول کیا تھا۔۔۔

☆......☆......☆

مجتبیٰ بارش کیوں اتنی تیز ہے۔۔۔ آج کیوں اتنا برس رہی ہے۔۔۔ جیسے ہی موٹروے شروع ہوا بارش تیزی سے برسنے لگی۔۔۔

حبا کو گھبراہٹ سی ہونے لگی۔۔۔

تم ایک بات بتاؤ یہ جو تمہاری ہوائیاں اڑی ہوئی ہیں اسکی وجہ یہ برستی بارش ہے یا میں۔۔۔ مجتبیٰ نے اسے چھیڑا تھا۔۔۔

اچھا ہوتا ہم بھی سب کے ساتھ جاتے نا جانے تمہیں کیا سوجھی یوں چھچھوروں کی طرح مجھے اکیلے لے کر جانے کی۔۔۔ حبا موسم کے خراب تیور دیکھ کر خفگی سے بولی۔۔۔

پہلی بات ساون ہے ساون میں بارشیں تو برستی ہیں اور رہی بات میری۔ابھی تو کچھ بھی نہیں میری جان آگے آگے دیکھو ہوتا ہے کیا۔۔۔مجتبیٰ نے بٹن پریس کر کے حبا کی اور اپنی سائیڈ کی ونڈ و اوپن کر دی تھیں۔۔۔

بارش کی بوندیں تیزی سے گاڑی کے اندر آنے لگی تھیں۔۔۔

بارش کی ننھی بوندیں حبا کے سفید بازوؤں اور خوبصورت میک اپ سے مزین چہرے کو بھگو چکی تھیں۔۔۔

مجتبیٰ کے بھی بال اور شرٹ بھیگ چکی تھی وہ مسکرا کر حبا کو دیکھنے لگا تھا۔۔۔

حبا بھی اسے دیکھ کر کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔۔ تمام خوف جیسے ہوا ہو گیا تھا۔۔۔

مجتبیٰ نے آڈیو پلیئر کی آواز لاؤڈ کی

رم جھم گرے ساون

سلگ سلگ جائے من

بھیگے آج اس موسم میں

لگی کیسی یہ اگن۔۔۔۔

رم جھم گرے ساون۔۔۔

جب گھنگروؤں سی بجتی ہیں بوندیں

ارماں ھمارے پلکیں نا موندیں

کیسے دیکھے سپنے نین

سلگ سلگ جائے من

بھیگے آج اس موسم میں

لگی کیسی یہ اگن

رم جھم گرے ساون

مجتبیٰ نے سائیڈ پر گاڑی کو بریک لگائی تھی بارش کی شدت میں تیزی آ گئی تھی۔۔۔

کھڑکی سے باہر دیکھتی حبا کے ہاتھ پر لمس کا احساس جاگا تھا اس نے مڑ کر دیکھا کھڑکی سے باہر دیکھتے مجتبیٰ

نے اسکے ہاتھ کو زور سے تھام رکھا تھا۔۔۔حبا مسکرا کر رہ گئی۔۔۔

مجتبیٰ کے دیکھتے ہی وہ فورا نظریں جھکا گئی۔۔۔

مجتبیٰ دلچسپی سے اس کے سجے سجے سراپے کو دیکھنے لگا۔مجتبیٰ کی لو دیتی نگاہیں بھانپ کر حبا مزید سمٹ گئی تھی۔

مجتبیٰ مسکراتے ہوئے پھر باہر دیکھنے لگا تھا

حبا نے نظر بچا کر مجتبیٰ کو دیکھا اور مسکان اسکے لبوں پر بکھر گئی

پہلے بھی یوں تو برسے تھے بادل

پہلے بھی یوں تو بھیگا تھا آنچل

اب کے برس کیوں سجن

سلگ سلگ جائے من

بھیگے آج اس موسم میں

لگی کیسی یہ اگن

رم جھم گرے ساون

تم پوچھ رہی تھی نا بارش آج کیوں برس رہی ہے حبا۔۔۔یہ بارش ہماری محبتوں کی گواہ تھی اس بارش نے ہمیں ایک دوسرے کے فراق میں تڑپایا ہے تو کیسے ممکن تھا یہ ہمارے ملن پر نا برستی۔۔۔

مجتبیٰ گاڑی دوبارہ سٹارٹ کر چکا تھا۔۔۔حبا نے آنکھیں بند کر کے مجتبیٰ کے کاندھے پر سر ٹکا دیا تھا۔۔۔

راستے کی رکاوٹیں ہٹ چکی تھیں آگے منزل روشن تھی۔

راہ یار تیری بارشوں کے تمام تر زوال بھی

میرے عشق کی مسافتوں نے مٹا دیے ہیں

☆......☆......☆

ختم شد

☆......☆......☆